

UNIVERSAL
LIBRARY

OU 190018

UNIVERSAL
LIBRARY

مثنوی تغلق نامه

شائع کرده مجلس مخطوطات فارسیه - حیدرآباد دکن
به حسن اعانت دولت آصفیه دام اقبالها

سلسلہء مخطوطات فاہرہ (۱)

تغلق نامہ ^{شنوی} خسرو دہلوی

تذیب و تحشیہ

سید ماشی فرید آبادی

بہ اہتمام محمد صدیق حسن صاحب، مطبع اردو، اورنگ آباد، دکن، طبع گردید

۱۳۵۶
۱۹۳۳ ع

ارکان مجلس مخطوطات فارسی

۱ - نواب سر اکبر حیدر نواز جنگ بهادر (صدر نشین)

۲ - نواب معتمد یار جنگ

۳ - مولوی عبدالعق صاحب

۴ - مولوی غلام یزدانی صاحب

۵ - مولوی عبداللہ العہادی صاحب

۶ - سید ہاشمی (معتوم اعزازی)

۷ - سر سید مسعود جنگ

۸ - نواب صدر یار جنگ شروانی

۹ - ڈاکٹر عبدالعق صاحب پروفیسر عربی

۱۰ - ڈاکٹر نظام الدین صاحب پروفیسر فارسی

۱۱ - ڈاکٹر قاری کلہم اللہ صاحب

مجلس مخطوطات فارسی

فہرست اجزائے کتاب

صفحہ	اجزائے کتاب	نشان
۱ - ۲۴	دیباچہ (بقلم سید ہاشمی)	۱
۲۵ - ۷۲	خلاصہ مثنوی (ایضاً)	۲
۷۳ - ۹۳	مقدمہ نا تمام مولوی رشید احمد	۳
	”کتاب خانہ حبیب گنج کے“	۴
	قلمی نسخہ کا ایک صفحہ	
	(عکس)	
۱ - ۱۵۱	معین مولوی تغلق نامہ	۵

دیباچہ

(بقلم سید ہاشمی فرید آبادی)

تغلق نامہ کی تاریخ نویسی | جیسا کہ امیر خسرو کے سوانح ، تذکروں اور فارسی تاریخوں سے ثابت ہے ، ان کی سب سے آخری تصنیف تغلق نامہ ہے جو انہوں نے صاحب منقضب التواریخ کے بقول سلطان فیث الدین تغلق اول کی فرمایش سے تحریر کی تھی *۔ قرآن السعدین ، دول رانی خسرو خاں ، خزائن الفتح اور نہ سپہر کی طرح یہ بھی اپنے عہد کی نہایت دلچسپ اور مفید تاریخی نظم ہے جس میں سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے قتل ، خسرو خاں کی چند روزہ بادشاہی اور پھر فیث الدین تغلق کی فتح اور تخت نشینی کے حالات درج ہیں ۔ یہ تمام واقعات شاعر کی زندگی اور بعض اوقات اس کی موجودگی میں ہوئے تھے ۔ اگر کشف الظنون اور ملا عبد القادر کا قول صحیح مانا جائے کہ یہ مثنوی سنہ ۷۲۵ھ میں نظم ہوئی تو احتمال ہوتا ہے کہ اس میں تغلق اول کے بادشاہی کے حالات بھی ہوں گے جو

کتاب کے آخری اوراق ضائع ہونے کی وجہ سے اب مفقود ہو گئے۔

لیکن کشف الظنون اور بعض تذکروں میں یہ بھی
تعداد اشعار لکھا ہے کہ اس مثنوی کے کل اشعار کی تعداد تین

ہزار تھی۔ اور جو نسخہ اب ہمیں دستیاب ہوا، اس میں سے
حیاتی کاشی کے (۱۷۹) اشعار خارج کر دینے کے بعد بھی جو اشعار
محفوظ رہیں (مع مظلوم عنوانات) ان کی تعداد (۲۷۴۲) باقی
رہتی ہے۔ یہ تھیک اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ ابتدائی اشعار
جو تلف ہوئے ان کی تعداد کتنی تھی۔ تاہم یہ قیاس کرنا بے جا
نہ ہوگا کہ آخر کے جو اشعار اب نہیں ملتے وہ کم و بیش دو سو ہوں گے
اور اس کے معنی یہ ہیں کہ شاعر نے اپنے مہدرج کی تخت نشینی
کے بعد اس عہد کے دوسرے واقعات قلم بند نہیں کئے اور کہے
بھی تو بہت سرسری طور پر ان کا ذکر کیا ہوگا۔

سنہ تصنیف اس میں شک نہیں کہ امیر خسرو بلکالہ کی
فوج کشی تک تعلق اول کے ہمراہ اور بادشاہ کے

ذہیم تھے لیکن ان کی تاریخ وفات ۱۸ شوال سنہ ۷۲۵ھ ہے۔
اور زندگی کے آخری چند مہینے انہوں نے اپنے محبوب و محترم
پیر کے ماتم میں گزارے۔ پس یہ قول کسی قدر مشکوک معلوم
ہوتا ہے کہ امیر خسرو نے یہ پوری مثنوی زندگی کے اسی آخری
سال میں نظم کی ہو *۔

* مولوی رشید احمد صاحب مرحوم نے اپنے ناتمام مقدمے میں کشف
الظنون کا یہ قول لکھا ہے کہ ”یہ نظم تمام ہونے نہیں پائی تھی
(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

بہر حال چونکہ یہ مثنوی امیر خسرو کے آخری زمانے اور
 پیرانہ سالی کی تصنیف ہے دوسرے ایک ایسے بادشاہ کے ایہا
 سے لکھی گئی جس کی نسبت مشہور ہے کہ وہ ان کے محترم
 مرشد سے چنداں حسن عقیدت نہ رکھتا تھا، بظاہر اسی لئے اس
 مثنوی میں وہ جوش و ولولہ نہیں پایا جاتا جو حضرت طوطی ہندی
 کی سب سے پہلی تاریخی مثنوی قرآن السعدین کا امتیاز ہے۔

ادبی حیثیت | تاہم کلام کی استادانہ پختگی اور بھان کی حیرت
 انگیز قوت و قدرت ہر ورق سے نمایاں ہے۔ تاریخی

جزئیات کی صحت کا پاس ہو داستان سے آشکارا ہے۔ اور یہ وہ
 خصوصیت ہے جس کی بدولت یہ فخر آہوڑ دعویٰ کرنا بالکل بجا
 ہوگا کہ شاید دنیا کی کسی قوم نے ایسا شاعر نہیں پیدا کیا جس نے
 طویل اور اہم تاریخی واقعات کو شاعرانہ حسن گفتار کے ساتھ اتنی
 صحت سے نظم کا جامہ پہنانے میں کامیابی پائی ہو جیسی کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کہ حضرت امیر کی وفات ہوگئی، مگر کشف الظنون (مطبوعہ لاہور
 سنہ ۱۸۳۵ ع) کی جلد دوم صفحہ (۳۲۱) میں تغلق نامہ کے
 متعلق صرف یہ عبارت درج ہے :-

”تغلق نامہ خسرو الدہاوی المتوفی سنہ ۷۳۵ھ و هو نظم فارسی
 فی ثلاثة آلاف بیت“ (تغلق کی بجائے ”تغلق“ صریحاً کاتب کی
 غلطی ہے - ۱۲) -

اس عبارت سے مولوی رشید احمد صاحب کا قیاس ثابت نہیں
 ہو سکتا۔ مگر ممکن ہے کسی دوسری جگہ کشف الظنون میں ضمناً
 کوئی ایسی عبارت آگئی ہو جس سے ان مردہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا - ۱۲ -

ہرانی دہلی کے اس درباری شاعر کے حصے میں آئی * —

مگر جیسا کہ ہم کہہ رہے تھے تغلق نامہ میں شاعرانہ رنگہنیاں کم ہیں۔ صنایع بدائع جن میں اسرار خسرو کو بڑی مہارت حاصل ہے، ان کی مثالوں اتقاقی طور پر کہوں کہوں نظر آجاتی ہیں۔ اور مجسومی طور پر یہ مثنوی ہندوستان کے اس بے مثل ادیب کے

بہترین ادبی یا شاعرانہ کارناموں میں شمار نہیں
تاریخی مرتبہ | ہوسکتی بلکہ یہ محض ایک بھس بہا بلند پایہ

تاریخی نظم ہے۔ دوسری تاریخی مثنویوں کے خلاف اس میں بہت تھوڑے زمانے کے حالات نظم کیے گئے ہیں۔ اور سب سے بڑے جو بات اس موقع پر ہم جتنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس مثنوی کا بڑا حصہ سلطان قطب الدین کے قتل، سلاطین خلجی کے خاندان کی تباہی، اور ایک ادنیٰ درجے کے نو مسلم، نو دولت کے فہمب سلطنت اور پائے تخت دہلی کے مسلمانوں پر مصائب و شہادت کے درد انگیز حالات پر مشتمل ہے۔ —

مسلمانوں کے اعلیٰ طبقات میں آج سے سو برس
ناہابی کے اسباب | پہلے تک ہفت اقلیم کی بادشاہی کا جو غرور

و ناز اور اسی نسبت سے ان کی عظمت و خود داری جس مرتبے کی تھی، اگر اس کا لحاظ رکھا جائے تو یہ قیاس محض لایعنی نہ ہوگا کہ تغلق نامہ کی سادہ بھائی سے بڑے کر اس کا تاریخی موضوع ایسا تھا کہ آج سے چند صدی پہلے کے تعلیم یافتہ مسلمانوں

* سر ہلری الیٹ نے بھی اپنی مشہور تاریخ ہند میں ایک انگریز مستشرق کی قریب قریب یہی رائے نقل کی ہے (جلد سوم ضمیمہ)۔

میں درجۂ قبول حاصل نہ کر سکا۔ اسی پہلے تو سلطان محمد تغلق نے پائے تخت دہلی کی آبادی دکن میں منتقل کی اور اس شہر کو بالکل ویران دے چراغ کر دیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد تیسرے کے خوفناک حملے اور بعد کی طوائف الملوک کے ہتکاسوں میں جہاں اور علم و فن کے خزانے غارت ہوئے، وہاں بظاہر یہ کتاب بھی قریب قریب مفقود ہو گئی۔

امیر خسرو کی بعض اور تصانیف زمانے کی اس دست برد سے محفوظ نہیں رہیں اور جیسا کہ بعض مصنفین کا اندازہ ہے ان کا آدھ سے زیادہ کلام بے نشان ہو گیا۔ اسی میں مثنوی تغلق نامہ کو بھی شامل سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ اکبر کے عہد میں جب دوبارہ ہندوستان میں امن و امان اور علم و فن کا چرچا ہوا تو اس وقت یہ مثنوی بھی ہی کم یاب ہو گئی تھی۔

اس بارے میں سب سے دلچسپ اور قیمتی شہادت فیضی کا رقعہ

ملک الشعراء فیضی کے رقعے سے ہم پہنچی ہے جو اس نے راجہ علی خان فاروقی والی خانہ دہس کو تحریر کیا تھا۔ یہ رقعہ سر ہنری الیٹ کے کاغذات کے ساتھ معصف برطانویہ میں محفوظ ہے اور اس تک میری دہنمائی لندن یونیورسٹی کے ایک طالب علم محمد اشرف صاحب نے کی جو خود بھی غالباً امیر خسرو کی شاعری کے متعلق علمی تحقیقات کر رہے تھے۔ اس معاشرت پر میں ان کا دل سے مشکور ہوں۔ رقعے کی عبارت یہ ہے:—

”ہم سلطنت و اہت پناہ سید الاقران راجہ علی خان فاروقی والی خانہ دہس امجد کہ نواب معنی القاب مزکی اوصاف سدید و منصور پاشیہ۔ این

دیباچہ

ذکر ہے نام و نشان خاک نشین را چہ یارا کہ دم از اشتیاق ...
 بموجب ضرور استدعا می نماید کہ از کتاب تغلق نامہ کہ از انفس
 مقدسہ امیر خسرو ہست ، چند ورق از اول و چاندے از آخر رفته ،
 التماس فرمودہ دو جز از اول و ہمیں قدر از آخر بہ یکے از
 خدمت گاران اور فرمایند کہ بہر خطے مسودہ نمودہ بچھت بندہ
 مصحوب حاملان عرضہ فرستند ۔ اسہد کہ مکارم عالیہ را عذر پذیر
 اہیں جرأت و تصدیع خواہند داشت ۔ ادام اللہ افضالکم —

الامیر الاقل فیضی —

اس رقم سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مثنوی اکبر بادشاہ
 کے زمانے میں کم سے کم شہالی ہندوستان میں بہت نادر الوجود
 ہو گئی تھی ۔ دوسرے یہ کہ بظاہر شاہی کتب خانہ میں اس کا
 جو نسخہ موجود تھا اس کے ابتدائی اور آخری اوراق ضایع ہو گئے
 صاحب فرہنگ جہانگیری | تھے ۔ تغلق نامہ کا جو نسخہ مولف فرہنگ
 اور تغلق نامہ | جہانگیری جلال الدین انجو کے سامنے

تھا ممکن ہے وہ کوئی دوسرا اور مکمل نسخہ ہو لیکن اول تو اس
 نے اپنے نسخے کا جس سے کام لیا کوئی ذکر نہیں کیا دوسرے یہ بات
 بعد از قیاس ہے کہ فیضی کو اس نسخے کا علم نہ ہوا ہو کیوں کہ انجو
 اکبر بادشاہ ہی کے حکم سے اس کے آخری زمانے میں فرہنگ جہانگیری
 کی تالیف میں مصروف تھا ۔ خود اس مولف لغت کا تغلق نامہ سے
 کام لینا متعدد احوال سے ثابت ہے جو اس نے سند میں نقل کیے
 ہیں اور انہوں ہم آگے اپنے ناظرین کے سامنے پیش کریں گے —

فرشتہ کا قول | اس موقع پر محمد قاسم فرشتہ کا قول بھی نقل کر دینا چاہئے۔ اس نے اپنی مشہور تاریخ (کم سے کم

اس کے ابتدائی مقالے) سنہ ۱۰۱۵ھ یعنی عہد چہانگیری کے بالکل ابتدا میں قائف کی - اور وہ یہی بیان کرتا ہے کہ تغلق نامہ جسے اسیر خسرو نے قیث الدین تغلق کے نام لکھا تھا، کم یاب ہو گیا ہے۔ اس مورخ نے تغلق نامہ کے چار شعر نقل کیے ہیں جن کا مولوی رشید احمد صاحب نے اپنے مقدمہ میں حوالہ دیا ہے + - لیکن یہ شعر سلطان معزالدین کی قید کے حالات کی ضمنی میں درج ہیں۔ قطب الدین مبارک، خسرو خاں یا خود غیاث الدین تغلق کے حالات میں اس مثنوی کا کوئی شعر نقل نہیں کیا حالانکہ جا بجا دوسرے اشعار اور قطعات موجود ہیں۔

مذکورہ بالا اسباب کو پڑھنے کے بعد حیاتی کاشی حوائی کا بیان | کی عبارت جو اس نے کتاب کے عنوان میں لکھی ہے سمجھنی آسان ہو جاتی ہے :-

* جلد اول مطبوعہ نول کشور صفحہ ۱۳۲ -

+ اشعار یہ ہیں :-

نہا یی پاکشہ را مست بودن نہ در عشق و ہوس پھوست ہردن
بود شہ پاسبان خلق پھوست خطا ہاشد کہ باشد پاسہاں مست
شہاں چوں شد خراب از بادۂ ناب رسمہ در معصۂ گزگن گذ خواب
در آئینے کہ رسم ملک داری است ثبات کار ہا در ہوشیاری است
(فرشتہ - طبع نول کشور - جلد اول - صفحہ ۸۶)

تغلق نامہ میں ان اشعار کا نشان ۲۷۹ تا ۲۸۲ ہے -

”آغاز سخن در شرح چگونگی یلظم آوردن اس چند داستان و با تمام رسالہین کتاب تغلق نامہ سخن پورائے گزار ہر تازگی و نوی گنجور خزانہ معنوی امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ نہ از نقوش دیباچہ اس اثرے بود و نہ از نگارہں خاتمہ اس خبرے نہ حقیقتہ حمدش را در ہا باز و نہ گاشن مدحت را داستان سرائے بآواز“ —

نسخہ میں ”خانہ اس“ کی بجائے ”خانہ اس“ درج ہے مگر یہ صریحاً کتابت کی غلطی ہے کہونکہ یہ ظاہر ہے کہ حواشی نے صرف ”اس چند داستان“ نظم کرنے کا دعویٰ کیا ہے اور کتاب تغلق نامہ کو جس میں دیباچہ حمد مدح خاتمہ موجود نہ تھا اتمام کو پہنچایا ہے۔ نہ یہ کہ پوری کتاب خود لکھے کا ادعا کیا ہو۔ اپنی مظلوم تہذیب میں بھی حمد اور بادشاہ وقت جہانگیر کی صفت و ثناء کے بعد حیاتی لکھتا ہے کہ سنہ ۱۰۱۹ھ میں ایک رات بادشاہ نے امیر خسرو کے تغلق نامہ کا ذکر کیا :

ع ” کہ • در تاریخ سال شش صد و اند “

من جملہ اور مظلوم تصانیف کے یہ کتاب بھی خسرو نے

* یہ جہانگیر یا خود حواشی کی غلطی ہے۔ امیر خسرو

کی عمر کا بڑا زمانہ ”شش صد و اند“ یعنی ساتویں صدی میں گزرا لیکن جہاں کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور خود مثنوی کے واقعات سے جو سنہ ۷۲۰ھ میں ہوئے ’ ظاہر ہے ’ کہ تغلق نامہ آٹھویں صدی کی تصنیف ہے —

لکھی مگر اس کے آغاز و آخر کے اشعار ضایع ہو گئے ہیں —
 ازاں شعر، 'ولے ز آغاز و افصلم سخن را نے نشان نے قصہ را نام
 اوو اسی کمی کو پورا کرنے کا حیاتی کو حکم دیا۔ حیاتی کے
 اشعار کی تعداد اور ان کا لب لباب ہم نے اپنے خلاصہ مثنوی میں
 لکھ دیا ہے اور مولوی رشید احمد صاحب کے قاتھام مقدمے میں بھی
 یہ بحث خاصی تفصیل سے موجود ہے —

حیاتی کے اشعار کی | تعداد اور ان کا صلہ |
 حیاتی کے ان 'ل' ابتدائی اشعار کی تعداد
 (۱۷۵) ہے۔ ممکن ہے کہ اس نے اخیر
 کے بھی کچھ شعر جن کا وعدہ کیا ہے (دیکھو بیت ۱۶۸ تا
 ۱۷۷) تحریر کیے ہوں لیکن وہ اب مفقود ہیں۔ ان محفوظ
 قمیختی اشعار کی قاریختی اہمیت اور معنوی خوبی تقریباً صفر
 ہے مگر اس میں شک نہیں کہ ادبی اعتبار سے یہ شعر نہایت
 صاف و شگفتہ ہیں۔ کم سے کم اس کے مدوح جہانگیر کو تو
 وہ اتنے پسند آئے کہ اس نے حیاتی کو زر سوغ و سفید سے
 تلو کر اس کے ہم وزن درجہ انعام دیا۔ تذکروں میں صحیفہ
 کیلانی کا یہ قطعہ تاریخ اس واقعے کی یادگار میں نقل
 کیا ہے: —

چوں چھانی را ہزر سنجید شاعرشاه مصر
 بادشاہ عدل گستر شاہ کردوں اقتدا
 شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ
 آفتاب ہفت کشور سایۂ پروردگار
 پھر تاریخیں ہرے کئے مہمان چرخ

شاعر سنجیدہ شاہی رقم زد روزگار

احوال حیاتی کاشی | اس موقع پر حیاتی کاشی کے حالات میں مختصر طور پر یہ بتانا دلچسپی سے خالی

نہ ہوگا کہ یہ شاعر اپنے وطن ایران سے پہلے احمد نگر آیا اور بظاہر اپنے آخری زمانے میں جہانگیری دربار میں پہنچا تھا۔ یہ جہانگیری کی مشہور تاریخوں میں اس کا حال نہیں ملتا۔ توک جہانگیری بھی اسے سولے چاندی میں تولنے کا ذکر نہیں کرتی۔ قریب العصر تاریخی تذکرہ یعنی 'طہقات شاہ جہانی' ذیل کی جلد سطور پر اکٹھا کرتا ہے:—

جہانی کاشی۔ "از درد مذداں بود و در اقسام شعر مستثنیٰ۔ صاحب دیوان بود و باسخندان اکابر سرے داشت اگرچہ از مادہ علمی ماری بود اما فہمے درست داشتہ۔ وفاتش در زمان جہانگیر بادشاہ واقع شد"

'والہ داغستانی' کے ضخیم تذکرے میں صرف ایک سطر حیاتی کاشی کے حصے میں آئی۔ بعد کے ہندوستانی تذکروں میں سب سے واضح کھنڈت ہم کو 'خزانہ عامرہ' میں دست یاب ہوئی جس نے بعض پہلے تذکروں کی غلطی بھی صاف کر دی ہے:—

حیاتی کاشی

"جہاتی کاشی شاعر شیریں ابیات است و میر آب

چشم آب حیات۔ آواز حال تخلص 'سقائی' می کرد۔

وجہ تخلص این است کہ بمصاحبت بعضے ملاحدہ

پرکار ہمیش کرد اہل نقطہ گردید و در علم منطقہ

ترقی ہسپار کردہ مرکز دائرہ نقطوبار گشت و نقد ہوش

در عشق صراف پسرے باخته همراه او از 'گلشن'
 'بقرزویں' رفت و مدتی در آنجا با امنا یعنی اهل
 نقطه اختلاط داشت جمعی ازین طائفه را با جلد کتاب
 در حضور 'شاه طهماسب صفوی' بردند و بحکم شاهی
 همه این ها معبوس و معذب گردیدند - بعد در سال
 جانے از شکنجهٔ حبس نجات یافته جانب شهراز رفت و
 یک دو سال در آنجا گزرانده در سنه ۹۸۶ سته و قمانه
 وتسع مائه بوطن مانوس گلشن شتافت و نقطه را از لوح
 خاطر شسته سر بر خط دین نبوی گذاشت و بعد زمان
 بسهر از گلشن متوجه دیار دکن گردیده در احمد نگر
 بسوسی بود - یکی از مقربان جهانگیر بادشاه تعریف او
 به سمع بادشاه رسانید - حکم طلب او صادر شد -
 جهانی امتثال امر نموده خود را بدرگاه رسانید و مشمول
 عواطف خسروانه گردید - در سنه تسعة و عشو و الف
 مثنوی اسیر خسرو مسمی به تغلق نامه پسند خاطر
 بادشاه افتاد - یک مبعوث آن کتاب مفقود بود - شعراء
 ملازم رکاب به نظم آن مبعوث مامور شدند - هر کدام
 سرمایه نگر خود تعین محل بادشاهی ساخت - ازین جمله
 نظام جهانی نهایت مقبول افتاد - حکم شد تا بجلد وئی
 آن حیاتی را بزر سرخ و سفید سلجیدند - شش خریده
 در پناه افتاد - هر یک خریده مشتمل بر هزار اشرفی
 و روپیه - و سعیدائے کیلانی در تاریخ این واقعه گوید :-

”چوں حیاتی را - الخ“

نہان آرزو را در حیاتی گھلانی و حیاتی کشتی غلط واقع شدہ - از
مطالعہ مجموع الغنائس تالیف اور واضح میں شہود - از انفا میں حیاتی
اسم : اشعار (خواندہ مامور) -

حیاتی کی نظم | آزاد کے مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہے کہ حیاتی
کا صحیح زمانہ | نے تغلق نامہ کا صرف ایک ”مبحث“ (یا فصل)
جو کم ہوگیا تھا تدویر کیا ۔ دوسرے ‘ قطعہ تاریخ سے حیاتی کی
نظم کا صحیح سال یہی معلوم ہوگیا اور اس میں مطلق شبہ نہیں
رہا کہ وہ تغلق نامہ جس سے فرشتہ نے سنہ ۱۰۱۵ھ میں چار شعر
نقل کیے حیاتی کا لکھا ہوا کلام نہیں ہو سکتا کہوں کہ ‘ حیاتی ‘
نے تغلق نامہ میں جو کچھ لکھا وہ فرشتہ سے چار سال بعد سنہ
۱۰۱۹ھ کی تحریر ہے -

۲ - علیٰ ہذا فرہنگ جہانگیری کی تالیف اکبر کے عہد سنہ ۱۰۰۵ھ
میں شروع ہوئی اور سنہ ۱۰۱۷ھ میں تکمیل کو پہنچی
چنانچہ ع :-

”وہ فرہنگ نورالدین جہانگیر“

سال تکمیل کی تاریخ ہے ۔ اگر تغلق نامہ کا یہ نسخہ جو
ہمارے سامنے ہے حیاتی کشتی کی سنہ ۱۰۱۹ھ کی تصنیف ہوتا
تو ظاہر ہے کہ اس کے چند سال پہلے کی تالیف فرہنگ جہانگیری
میں اس کے اشعار نقل نہیں کیے جاسکتے تھے دوسرے فرشتہ اور
عبدالاولہ انجو دونوں تغلق نامہ کے اشعار کو صراحتاً امیر خسرو کے
نام سے نقل کرتے ہیں اور یہ نام بھی ہے کہ انہوں نے اپنے ہم عصر

حیاتی کے کلام کو امیر خسرو سے منسوب کر دیا ہو —

تغلیق نامہ کے اشعار | فرشتہ کے اشعار ہم ادھر نقل کر چکے ہیں۔
فرہنگ جہانگیری میں | ذیل میں وہ اشعار نقل کرتے ہیں جو

ایک سرسوی تلاش سے فرہنگ جہانگیری میں سرحداتاً امیر خسرو کے نام سے ہمیں دستیاب ہوئے اور جو ہمارے نسخۂ تغلیق نامہ میں موجود ہیں:—

اشعار تغلیق نامہ جو فرہنگ جہانگیری (مطبوعہ سنہ ۱۸۷۶ع مطبع
ٹور ہند لکھنؤ) میں سندا نقل کئے گئے ہیں :

صفحہ	تصحت نشان بیت	شعر	جہانگیری (لفظ)	تغلیق نامہ
۳۳۶	خراب	۲۸۱	شہاں چوں شد خراب از بادۂ قلاب	وہ در معدۂ گول کلد خواب
۴۰۵	مردم	۲۸۶	نشايد هيچ مردم خفته درگار	کہ در پایاں پشہانی دھ باد
۳۲۸	چرخ	۶۱۱	کسے کھں چشم زخم از چرخ روزیست	رسد گرچہں جہاں در چرخ روزیست
"	"	۶۱۲	چو زخم از تہر بے تدبیر چرخ است	نہ کم تو نیز چرخ از تہر چرخ است
۴۲۰	بزانہ	۱۱۷۶	ولایت دارم و گنج و خزانه	سہاے نیز چوں باد بزانہ
۴۰۴	لر	۱۲۱۱	ملک کو لشکر آفت سلا لہں	چو سورے لر پریشان دید حالہں
۴۰۴	لر	۱۲۱۲	ترہں رو بود چوں افغانی جنگی	ولے ہم چوں کلاہ لر بہ قنگی

دیباچہ

۱۷۳ شارک ۱۹۱۴ اگر شاہین زبوں گردد ز شارک

کلہ گل مرغ را زہد بتارک

۹۱ باخہ ۱۸۷۱ بسا پر دل نہنگ از تہن کھدہ

کہ بر ہز ہمدہ چون باخہ ہسیدہ

(ف) شمس اللغات چہا پدہ بمبتی صفحہ (۱۱۳) میں بھی

یہ شعر امیر خسرو کے نام سے درج ہے —

۱۲۳ دار ۲۱۳۸ خودش در دہلی و جاں در ہوا دو

تکس در شہر و جاں در دادر مندو

۴۰۴ لر ۲۱۵۳ لرے کردند دادر وار در پیش

کہ باد از سر برآید در تگ خویش

۱۲۷ قار - قال ۲۱۹۶ ز سیری بسکہ ہند در سیر خورد شد

ہمہ قال برنجش قال زر شد

۱۲۰ پایکاہ ۲۸۳۹ رسمہ کرگان رہا بندہ از سپاہی

فرس دزدان برزد از پایکاش

ذیل کے در شعروں کے متعلق جو تعلق نامہ کے ہیمنہ نشان

(۶۴۸) و (۶۴۹) ہیں، 'فرہنگ جہانگیری جلد اول صفحہ (۴۵۱) میں

یہ عبارت آئی ہے: —

" حکیم امیر خسرو این معنی را در کور کردن پسران سلطان

السلطین، رتاق الام، ملوک الشوق والعجم علاء الدین والدنیا گفته: —

کسے کو جوکشید این دیدہ سر بسان خستہ شفتا لو ہوں تر

ہو چشم او چو دو عذاب خستہ ہمیشہ خستہ و در خون نشستہ

تغلق نامہ کی | لیکن حیدر اور افسوس کی بات ہے کہ جہانگیر دوبارہ نیا بی | کی اس قدر دانی اور کارش کے باوجود تغلق نامہ

کا یہ نسخہ بھی جس کی چھاتی نے تہہ پید لکھی تھی ملک میں راج نہ پاسکا اور بعد کی تاریخوں اور تذکروں میں اس کا بہت ہی مجمل ذکر یا صرف نام باقی رہ گیا ہے۔ اسی سلسلے میں مجھے متدفع برطانیہ میں نواب ضیاء الدین خاں نہر دہلوی کی ایک تحریر ملی جو انہوں نے امیر خسرو کے حالات اور تصانیف کے معماق بطور یادداشت قلمبند فرمائی تھی۔ یہ غالباً سنہ ۱۸۳۸ء کی تحریر ہے اور سر ہنری الیٹ کے ذخیرے کے ساتھ متدفع مذکور میں داخل ہو گئی ہے۔

نواب ضیاء الدین خاں | نواب صاحب موصوف نے سن جولاء اور تاریخ کا بیان | مخطوطات کے امیر خسرو کی تاریخ مثنوی

خوائن الفتوح کا ایک نسخہ سر ہنری الیٹ کو دیا تھا۔ اور اسی فاضل انگریز کی فرمائش سے خود اپنی قلم سے امیر خسرو کے حالات بھی لکھ کر کتاب کے ساتھ بھیجے تھے۔ اس میں نواب صاحب موصوف لکھتے ہیں:—

”مثنوی نہیں تغلق نامہ است کہ در حال تغلق شاہ

تصنیف نموده کہ بس عہد الوجود اسے و آخرین

تصنیفات است“

پھر حاشیہ پر یہ سطر تحریر کی ہے:—

”ہمکی کتب مذکورہ مصنفہ امیر خسرو بجز تغلق نامہ

کہ جز اسے مسمی ندارد نزد این احقر العباد موجود“

تغلق نامہ کی دریافت

اس طرح انشاء ہوتا ہے کہ یہ مثنوی
گزشتہ دو صدی میں بھی نایاب رہی اور

سنہ ۱۹۱۴ء میں جب نواب استعاق خاں مرحوم نے کلمات خسرو
کی تلاش اور طبع کا وسیع پیمانے پر اہتمام کیا تو اس وقت
بھی ہندوستان یا بیرونی ممالک کے کسی مشہور کتب خانے میں
اس کتاب کا پتہ نہیں چلا اور یہ محض ناقد اتفاق تھا کہ یہ
مشغی مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی رئیس حبیب گنج
کے ذاتی کتب خانے سے اور جہانگیر نامہ کے نام سے پر آسکا ہوگی۔
مولانا شروانی صاحب کو ایک مدت تک یہ شبہ رہا کہ یہ
کتاب حقیقت میں اسیر خسرو کا تغلق نامہ ہے یا حیاتی کلمی
کی بعد کی نظم۔ لیکن ثنیائے ادب کو مولوی رشید احمد صاحب
انصاری مرحوم کا احسان مند ہونا چاہیے جنہوں نے بہت جلد
معلوم کر لیا کہ حیاتی کلمی کی تمہید کے ساتھ اصلی تغلق نامہ
یہی ہے۔ اس عظیم الشان ”دریافت“ کا فضل انہی مرحوم کو حاصل
ہے۔ پھر انہوں نے شروانی صاحب کے نسخے کی لپہ قلم سے نقل کی
اور اس پر ایک مقدمہ بھی تحریر کیا جو پورا نہ ہونے پایا تو کہ
ان کا انتقال ہو گیا۔

نواب استعاق خاں کے انتقال سے کلمات خسرو کی طبع و اشاعت
کا کام بھی معرض التوا میں پڑ گیا اور تغلق نامہ کو شاید اس
واسطے اور بھی نظر انداز کر دیا گیا کہ اس کی اشاعت ہی
مشکوک و مشتبہ تھی۔

تین سال ہوتے ہیں کہ مولوی رشید احمد صاحب مرحوم کا

نسخہ ان کے داماد کی وساطت سے مہری نظر سے گزرا۔ اور بعض کتاب کی چند داستانیں پڑھ کر ہی مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اسہر خسرو کی کم شدہ مثلی ہے۔ یورپ کے سفر میں بھی یہ نسخہ مہرے ساتھ تھا۔ اور میں نے کوشش کی کہ وہاں کے کسی کتب خانے میں اس کا دوسرا نسخہ ناقص یا کامل مل سکے تو بہم پہنچایا جائے۔ لیکن اس تلاش میں کامیابی نہ ہوئی اور آخر میں یہی فیصلہ کرنا پڑا کہ مجلس مخطوطات فارسہ کی طرف سے مولوی رشید احمد صاحب کا نسخہ خرید لیا جائے اور مولانا شروانی کے اصل نسخے سے اس کا مقابلہ کر کے یہ کتاب مجلس چھاپ دی جائے۔

مولوی رشید احمد صاحب مرحوم کا نا تمام مقدمہ بھی کتاب کے ساتھ چھاپا جا رہا ہے۔ اور مثلی کے تاریخی واقعات کا ایک خلاصہ میں نے لکھ کر مقدمے کے بعد شامل کتاب کر دیا ہے۔

تغلق نامہ کی تاریخی اہمیت | کتاب کی تاریخی اہمیت

مثلی بلکہ بعض اس کے اردو خلاصے

کے مطالعہ سے واضح ہو گی لیکن میں یہاں خاص طور پر اس کی ایک خصوصیت بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس مثلی میں سلطان قطب الدین کے قتل، خاندان علائی کی تباہی، خسرو خاں کی چند روزہ بادشاہی، تغلق کی سرتابی، بعض اسرا سے خط کتابت، دہلی پر چڑھائی اور دو بڑی لڑائیوں کے بعد فتح یابی، خسرو خاں اور اس کے بھائی کی گرفتاری، اور قتل کے متعلق ایسے صحیح اور تفصیلی حالات ملتے ہیں جو کسی

دوسری تاریخ میں موجود نہیں ہیں - افریقی سیاح ابن بطوطہ کا بیان بے ربط اور بہت مجہول ہے اور ہمیں اس سے زیادہ توقع رکھنے کا حق بھی نہیں ہے -

برنی کی تاریخ | لیکن ضیاءالدین برنی جس کی تاریخ محفوظ ہے اور غلطیاں اور جو ان تمام واقعات کے وقت خود دہلی یا اس کی نواح میں موجود ہوگا ' افسوس ہے کہ اس نے بھی ان واقعات کو اچھی طرح اور پوری صحت و وضاحت کے ساتھ قلم بند نہیں کیا - اور اس کی تاریخ میں ان واقعات کا کوئی صحیح مہینہ یا سنہ تک درج نہیں ہے - ' خسرو ' کی بادشاہی کا زمانہ اس نے ایک جگہ " چار ماہ " اور دوسری جگہ " سہ چار ماہ " لکھ دیا ہے •

معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اسی بے احتیاطی سے بعد کے اکثر تاریخ نگاروں کو طرح طرح کے مغالطے ہوئے - اور قطب الدین کے قتل سے محمد تغلق کی تخت نشینی تک جملاء واقعات کی تاریخوں منہقل ہو گئیں پس تغلق نامہ کے مل جانے سے ہماری تاریخ کا اہم واقعات کی | یہی فائدہ کچھ کم نہیں کہ اس مثنوی کی صحیح تاریخیں بدولت سب تاریخوں کی تھکیج ہو جاتی ہے کیونکہ اور خسرو نے نہایت صراحت سے لکھا ہے کہ قطب الدین کا قتل جہادی الثانی سنہ ۷۲۰ھ کی عین چاند رات کو واقع ہوا + :-

• برنی مطبوعہ ایشیا تک سوسائٹی سنہ ۱۹۱۱ء ۴۱۲ + سیرالولیا (مطبوعہ چرنہوی لال سنہ ۱۵۱) اور حضرت (بقیہ حاشیہ بر سنہ آئندہ)

چو تاریخ عرب شد ہندو بہست ثبات قطب شد کم جانب زیست
جماد دوموں را شد پدیدار ہلال تیرہ و تاریک دیدار
شد آن مہ پرہمہ گہاں مبارک مگر ہر طالع سلطان مبارک
اور تھیک دو مہینے بعد غازی ملک تغلق غاصب خسرو خان
کو شکست دے کر پہلی شعبان سنہ ۷۲۰ھ کو تخت دہلی پر
متمکن ہو گیا :-

”چو صبح غرہ شعبان فرخ نہون از تخت گاہ آسماں رخ“
یہ ہفتے کا دن تھا اور خسرو خان سے آذری لڑائی اس سے
ایک دن پہلے یعنی جمعہ کو ہوئی تھی :-
ہمہ شب بود خسرو اشکر آراے سران و سر کشافش نیز برہائے
چو صبح جمعہ تیغ تیز برداشت زمانہ فلغل خونریز برداشت
دن کا ذکر ہدفی اور بعد کے مورخوں نے بھی کیا ہے کہ لڑائی
جمعہ کو ہوئی اور دوسرے دن تغلق تخت نشین ہوا مگر ان میں
سے کوئی صحیح تاریخ نہیں لکھتا —

اس عہد کے رسل و رسائل | اس اہم تاریخی اطلاع کے بہم پہنچ جانے
کے بعد ہمیں یہ اندازہ کرنے کا بھی موقع
ملتا ہے کہ اس زمانے میں رسل و رسائل کا کس قدر عمدہ انتظام تھا
کہ صرف دو مہینے کے اندر تغلق بعض اور ہم خیال امہروں کی فوج

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ)

سلطان المشایخ کے بعض دوسرے تذکروں میں بھی یہ بات صفاً
تکریر ہے کہ سلطان قطب الدین چاند رات کو مارا گیا لیکن ان
تذکروں میں صحیح مہولہ درج نہیں ہے —

دیپال پور

ساتھ لے کر دیپال پور سے لڑتا بھڑتا پائے تخت دہلی تک پہنچ گیا حتیٰ کہ شروع میں راقم الحروف کو اس دور سہانے کی موت تسلیم کرنے میں اسی لیئے نامل تھا کہ انے قلیل زمانے میں غازی ملک تغلق کو دور دور کے صوبہ داروں سے خط کتابت کرنے کی مہلت کیونکر ملی۔ امیر خسرو نے ان صوبہ داروں کے نام اور مقام اور ان کی مکاتبت کا حال خاصی تفصیل سے تحریر فرمایا ہے (۱۰۷۳ تا ۱۳۱۵)۔ پائے تخت دہلی سے خود تغلق کا مستقر دیپال پور ۶۰ سو میل سے زیادہ فاصلے پر تھا۔ اگرچہ اس صوبہ کی حدود سرستی ندی یعنی موجودہ شہر حصار کے قریب تک پھیلائی ہوئی تھیں جس کا فاصلہ دہلی سے ۶۰ میل سے بھی کم ہے۔ جن صوبہ داروں کو تغلق نے خط لکھا کہ خسرو خاں کی مخالفت پر ابھارا ان میں سب سے زیادہ دور سہوان (موجودہ ضلع لڑکانا) صوبہ سندھ اور جالور (ریاست جود پور) کے والی تھے۔ نقشے میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دیپال پور سے سہوان کا فاصلہ تقریباً (۴۲۵) میل اور جالور کا (۴۰۰) میل کے قریب ہے۔ ڈاک چوکی کے عمدہ انتظام کی بدولت اگلے دور کے مقامات تک سرکاری ڈاک کا ہفتہ عشرہ میں پہنچ جانا خلات قیاس نہیں اور ابن بطوطہ کے سفر نامے نیز ہرنی وغیرہ مورخوں کی تحریروں میں ایسی نظائریں بھی ملی ہیں کہ سرکاری ہرکاروں نے اس سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام تک اطلاعات پہنچا دیں۔ جیسا کہ مذکور یا اس کے خلاصے سے معلوم ہوا تغلق نے جن صوبہ داروں کو خط لکھے تھے ان میں سے صرف ایک شخص 'بہرام ابیہ' فوج کے

ساتھ تغلق سے آلا اور دھلی پر لشکر کھی میں نمایاں خدمات انجام دیں اسی بہرام کو بعد میں کشلے خان کا خطاب اور پورے سندھ و ملتان کی صوبہ داری عطا ہوئی تھی —

کتاب کے ادبی محاسن یا صنایع بدایع پر میں نے کچھ نہیں لکھا۔ تغلق نامہ میں ایسے صنایع بہت کم ہیں اور مصنف عیلة الرحمة کے ان کمالات پر زیادہ واقف اہل ذوق کلیات خسرو کے بعض دیباچوں میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ البتہ مختصر طور پر یہ لکھنا باقی ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب مرحوم کا نسخہ مجلس مخطوطات کے لیے خریدنے کے بعد اس کی اصل کتب خانہ حبیب گنج سے ملکا ٹی گئی اور مخدومی مولانا شروانی رئیس حبیب گنج کی عنایت سے تغلق نامہ کا یہ دنیا میں واحد نسخہ کئی ہفتے میرے پاس رہا۔ اس عنایت پر میں مجلس کی طرف سے جناب ممدوح کا شکریہ ادا کرتا ہوں —

حبیب گنج کے اس نسخہ میں بھی کاتب کا نام یا کتابت کا سن درج نہیں ہے۔ جیسا کہ

نسخہ حبیب گنج

اوپر بیان ہوا آخری اوراق مفقود ہیں، آخری صفحہ پر نوک موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آگے ضرور کم سے کم ایک یا زیادہ اوراق موجود تھے۔ اسی خاتمہ کعب سے چند ورق پہلے حاشیہ پر ایک علوان کا شعر تحریر ہے۔ یہ اسی دستور قافیہ میں ہے جس میں تغلق نامہ کی داستانوں کے دوسرے عنوانات لکھے گئے ہیں —

حدیث چتر و شور دامن شہزادگان وانکہ بشغل آراستن کارملوک و بلندہ و چاکر

دیباچہ

اس عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم ایک داستان اسیر خسرو کی لکھی ہوئی اور موجود تھی جس میں تغلق کی تخت نشینی کے بعد، ملوک و امرا کے جدید مراتب و مناصب کا حال تحریر تھا —

نسخے کے اوراق بھی بعض جگہ غہر مرتب ہو گئے ہیں مگر ان کا سلسلہ تھوڑے سے تجسس کے بعد مل جاتا ہے۔ کذا بت کی بے شمار غلطیاں پائی جاتی ہیں، جن میں بہت سی مولوی رشید احمد صاحب مرحوم نے اپنی نقل میں درست کردی تھیں اور ہم نے اس اصلاح سے کافی استفادہ کیا۔ کتاب کو بار بار محنت اور غور کے ساتھ پڑھنے سے بہت سی دوسری غلطیاں بھی صاف ہو گئیں۔ مگر سوائے بالکل صریحی اور یقینی افلاط کے ہم نے متن میں ہر جگہ نسخۂ حبیب گنج کی کتابت کی پچیسہ نقل کردی ہے اور مولوی رشید احمد صاحب یا اپنی قہاسی تصحیح کو حاشیہ میں لکھا ہے۔ کتاب کی آخری خواندگی اور تصحیح میں مولانا احتشام الدین صاحب حقی دہلوی سے نہایت مفید مشورے ملے جس کے لئے میں ان کا منت گزار ہوں۔ ہر بار کی خواندگی اور تصحیح میں شہداء محمد صاحب حیدر آبادی جو مجلس مخطوطات کے دفتر میں کام کرتے ہیں، برابر معین رہے اور بعض عمدہ مشوروں سے مجھے بہت فائدہ کیا۔

نسخۂ حبیب گنج کے ایک صفحہ کا عکس لے کر شامل کتاب کر دیا گیا ہے جس سے اس کی تقطیع اور خط کا اندازہ ہوگا۔ یہاں اتنا اور لکھ دیا چاہئے کہ اس نسخہ کے سرورق پر یہ

الفاظ تصحیر ہیں :

”جہانگیر نامہ عطاے حیات کی کاشی۔

الہ اکبر۔

دہلی۔ خانقاہ قطب صاحب۔

مرزا سکندر بخت“

پہلے جملے سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید یہ نسخہ خود حیات کی کاشی نے لکھوا کر اپنے کسی دوست کو ”عطا“ کیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اس کے بعد کی سرگزشت نا معلوم ہے اور خود مرزا سکندر بخت کے متعلق بجز اس صریحی قیاس کے کہ تیموری خاندان کے شہزادے ہوں گے * اور کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے۔ نسخہ معجلہ ہے۔ اگرچہ جلد کچھ بہت پرانی نہیں ہے۔ البتہ کاغذ یقیناً کم و بیش دوسو سال کا پرانا معلوم ہوتا ہے۔ جگہ جگہ سے کرم خوردہ اور کھوں کھوں پانی کی سیل کا نشان بھی موجود ہے۔ کل صفحات (۱۹۷) ہیں۔ نثر کا پہلا عنوان اور بعد کے

* مکرسی مولوی غلام یزدانی صاحب جنہوں نے ازراۃ کرم اس مقدمے کو ناقدانہ ملاحظہ کیا اور اپنی رائے سے مجھے مستفید فرمایا، لکھتے ہیں کہ :

”ایک میوڑا سکندر بخت دہلی میں قدر کے بعد

بھی موجود تھے اور تھوڑا عرصہ ہوا کہ ان کا انتقال

ہوا ہے۔“

خود جذاب شروانی صاحب کو یہ کتاب لکھنے کے کسی کتب

فروش سے ملی تھی۔

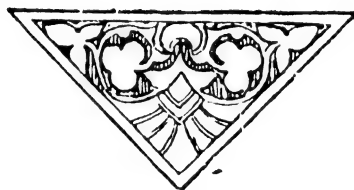
دیکھاچہ

منظوم عنوانات نہز کہیں کہیں بعض نام سرخی سے لکھ
ہوے ہیں —

آخر میں دولت آئینہ دام اقبالہا کا شکرہ ادا کرنا فرض ہے
جس کی امداد سے مجلس مخطوطات فارسیہ اس قابل ہوئی کہ
اس فادر و نایاب تاریخی مثنوی کو دنیاۓ علم کے سامنے چھاپ
کر پیش کرتی ہے۔ فقط —

خاکسار
سید ہاشمی

جہادی الاول سنہ ۱۳۵۱ھ
حیدر آباد دکن



خلاصہ مثنوی

(بقلم سید ہاشمی فرید آبادی)

حیاتی کو تمہید

حمد کے (۳۶) شعر ہوں اور اس کے بعد یہ کہہ کر کہ 'حیاتی' حمد کا پورا حق کون ادا کر سکتا ہے بخیر کسی نعت و منقبت وغیرہ کے مدح بادشاہ (جہانگیر ابن اکبر) کی طرف گریو کہا ہے —

(۳۸) شعر بادشاہ کی مدح میں لکھ کر مثنوی ہذا کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ سنہ ۱۰۱۹ھ کا ذکر ہے کہ وقت مساعد اور زمانہ سازگار تھا جب کہ ایک نہایت مبارک رات کو میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر آیا۔ بادشاہ نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ ”چہ سو کچھہ“ سنہ میں شاعر مشہور اسیر خسرو نے بہت سی دوسری تصانیف کے بعد غلط نامہ کی ترتیب کی اور حمد و مدح نہ تو بادشاہوں کے اوصاف اور اہل غفلت کی فحش پردازی اور بعض ماتحتوں کی غداہی و سوکھی کے متعلق بہت کچھہ تحریر کیا۔ اس کتاب کا ایک ”دفتر“ محفوظ ہے لیکن ابتدائی اور آخری اوراق اور سلسلہ نظم حتمی کہ خود کعب کا نام

غائب ہو گئے ہیں۔ اور جا بجا سے عنوان بھی پھٹ گئے ہیں۔
ایسی عہدہ کتاب کو حوادث روزگار نے ابتداء و پریشان کر دیا ہے۔
میرے خیال میں اسی وقت یہ بات آئی کہ کسی ایسے شاعر سے
جو اس کا اہل ہو فرمائش کی جائے کہ اس نظم میں سے جو
چھڑیں ضائع ہو گئی ہیں وہ ان کو پورا کر دے۔

یہ فرمانے کے بعد (حیاتی بیان کرتا ہے کہ) اس وقت
جب کہ زمانہ فتنے سے خالی تھا، میرے نصیب سے قاتل کھلا۔
اور بادشاہ کی نظر مجھ پر پڑی اور اشارہ ہوا کہ اے شخص
اس پرانے مجرم کو تو نیا کر تاکہ خسرو کی روح ہم سے خوش
ہو۔ تو اس کام کی بخوبی اہلیت رکھتا ہے۔ جب تک یہ
اتهام کو نہ پہنچے ہاتھ سے قلم نہ رکھیو (نمبر ۸۰ تا ۱۰۰)۔
حیاتی کہتا ہے کہ میں نے حکم بادشاہی کو بسر و چشم
قبول کیا اور اس نظم کے لکھنے میں دل و جان سے مصروف ہو گیا۔
پھر چند اشعار میں بادشاہ کے اس خیال کی تعریف لکھ کر
اسے دعائیں دی ہیں (تا نمبر ۱۲۵) اور یہ ہو شعر نقل
کھے ہیں:—

- ۱۔ چو بھند آسماں از دیدہ مهر شود خارا زر از زہبائی چہر
 - ۲۔ نگر ہدھد کہ مرفے کم ہلر شد سلیمہاں چوں گزیدہں تاجور شد
- پھر نیکوں کی تعریف اور ان کی محبت کے فوائد اور تمثیل
میں ایک حکایت لکھی ہے (نمبر ۱۲۷ تا نمبر ۱۵۱) اور اس
کے بعد صراحت کی ہے کہ میں نے یہ اشعار نصیحت آمیز اس
وجہ سے لکھے کہ قنلق نامہ خسرو میں ایک داستان پند و موعظت

کی تھی جو ضایع ہو گئی اور اب اس کے صرف یہی دو شعر (جو
اوپر نقل کیے گئے) باقی رہ گئے ہیں۔ چونکہ بادشاہ کا حکم تھا
کہ یہ کبھی پوری کی جائے لہذا میں نے چند ٹکڑے اسی مثنوی
کی طرز پر نظم کیے۔ اور ان دو شعروں پر اتنے نفیس اشعار کا اضافہ
کر دیا (نا نمبر ۱۶۷) —

مذکورہ بالا بیان کے بعد متن میں تو صریحاً اصل مثنوی یعنی
تغلی نامۂ امیر خسرو کی نظم شروع ہو جاتی ہے لیکن حاشیہ پر بارہ
شعر ' بظاہر بعد میں ' بڑھا دئے گئے ہیں۔ ان میں حیاتی لکھتا
ہے کہ اگر اب بھی میرے (یعنی حیاتی کے) صدہ کلام کی تشنگی
باقی ہے تو ناظرین کتاب کے خاتمے کو دیکھیں جہاں میں نے بڑے
تکلف سے بزم مسرت کا نقشہ کھینچا ہے * (نمبر ۱۶۸ نا نمبر ۱۸۰) —
یہر امیر خسرو کے وہی دونوں شعر (جن پر یہ تمہید
کے ایک سو چہتر شعر لکھ تھے) نقل کر دیے ہیں جو اس بات
کا مکرر اشارہ ہے کہ یہاں سے اصل مثنوی تغلی نامۂ خسرو
شروع ہوتی ہے —

اصل مثنوی تغلی نامہ

(۱)

ہر چاند تغلی نامہ کے ابتدائی اوراق ضایع ہو گئے اور بظاہر
جہد و نعت کی داستان یا پہلے باب میں صرف وہ دو شعر باقی

* لیکن جیسا کہ مقدمہ کتاب میں ہم بیان کر چکے ہیں ہمارا
نسخہ ناقص الآخر ہے اور اصل مثنوی کے آخری اوراق کے ساتھ
بظاہر حیاتی کے یہ مصلوٹ بالا اشعار بھی ناہود ہو گئے ہیں۔

وہ کہے جن کا ہیبتی نے اور ذکر کیا تاہم مثلوی کا اصل مفہوم نہیں ہے شروع ہوتا ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک کہنہ دلی حکایت سے کتاب کا آغاز کرتے ہیں کہ کسی بادشاہ نے جواہریوں کی ہر گز آزمائش کے لیے انکو تھی پر سبز بلور کا ٹکڑا جڑوا لیا اور فن کے ایک ماہر کو دے کر کہا کہ اس زمرد کی قیمت کیا ہوگی۔ وہ شخص جس طرح اپنے فن میں کمال تھا اسی طرح نہایت مائل و ادب شناس بھی تھا۔ کہنے لگا کہ ایسا جواہر دنیا بھر میں نہیں مل سکتا۔ اس پر بادشاہ نے بگڑ کر ارادہ کیا کہ اس جواہری کو اندھا کرادے لیکن اس نے دو کر جان کی اسان مانگی اور مرض کیا کہ اے بادشاہ میں نے پہلی ہی نظر میں اس نکیفے کی حقیقت پہچان لی تھی لیکن جب یہ بادشاہ کے ہاتھ میں آیا تو از خود بیش قیمت جواہر بن گیا۔ میں نے اسے زمرد اس لیے نہیں کہا کہ سوائے رنگ کے اس میں کچھ نہ تھا اور ادب شاہی کی وجہ سے اس کا اعزاز یہ کیا کہ اسے ایک نادر روزگار چیز بتایا۔

یہ حکایت لکھ کر، امیر خسرو اپنے مصروح بادشاہ (فیض الدین تغلق اول) سے خطاب کرتے ہیں کہ ہر چند میری کتاب کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی لیکن جب تجھے جھسا بادشاہ اس پر کرم کی نظر کرے گا تو اس کی قیمت خود بخود بڑھ جائے گی۔ پھر اپنی اور اپنے کام کی بے حقیقتی لکھ کر فرماتے ہیں ”میں نے اپنی لیاقت کے مطابق کوشش کی ہے۔ اے بادشاہ تو اپنی شان کے مطابق کام کو اور اسے قبولیت دے۔“ آخر میں چند شعر اپنی گفہ کاری اور اس کے مقابلے میں رحمت الہی کی بے کرلی

وسعت پر تحریر کئے ہیں اور حسب معمول بادشاہ کو دعا دے کر دوسری داستان شروع کی ہے - (تا بہت ۲۷۰)

(۲)

نہ سپہر و غہرہ بعض دوسری مثنویوں کی طرح مصنف رح نے اس مثنوی کی داستان کے عنوان بھی منظوم تحریر کئے ہیں۔ لیکن اصل مثنوی کی ہر ہزج مسدس مکسور ہے اور جملہ عنوانوں کی ہر ہزج سالم ہے چنانچہ اصل مثنوی کا پہلا عنوان یہ ہے :-
خطاب از حضرت شاہ و از خواہش یہ ہستاخ

کہ از چشم رضا و مرحمت بہاد دریں دفتر

پھر بادشاہ وقت فیات الدین تغلق کی مدح کرتے ہیں کہ وہ رزم و بزم دونوں میں یکانہ روزگار ہے - اس کی بزم ” فردوس زمانہ “ ہے اور اس میں بہت سے ” فردوسی “ یعنی شہدائے قہر الکلام موجود ہیں - ان میں سے ہر ایک نے اپنی جادو بیانی دکھائی اور شاہ ناسے لکھے - مجھ کو بھی بادشاہی اشارہ ہوا کہ اس کے نام پر تازہ نقش تیار کروں - ہر چند میری مثنوی میں کوئی موتی اس قابل نہ تھا کہ اسے مسند شاہی پر بچھا کر دیا کرتا لیکن جب اس شاہ فازی کے حالات اکھٹے کی ہمت کی تو اس کی برکت سے معانی کے موتی غیب سے برسے لگے - اسی اسدائے غیبی سے میں نے یہ موتیوں کی لڑی تیار کی کہ شاید حضور بادشاہ کے پسند آنے کہونکہ ادنی کلام بھی بادشاہ کی پسند سے اعلیٰ ہو جاتا ہے - اور جس خطا کو بادشاہ جایز رکھتے ہیں ، وہ تحریر کی زینت و صلت بن جاتی ہے (۲۲۵ تا ۲۳۸) - اس کے بعد دوبارہ تقریباً

(۴۰) شعر بادشاہ کے اوصاف جہاں داری ' سپہ گرو ' حسن انتظام اور عدل و تدبیر کی مدح میں لکھ رہے ہیں اور دعا دے کر ' "در شروع نظم می گوید" کے نثریہ عنوان سے اصل قصے کا آغاز کیا ہے۔ یعنی سلطان قطب الدین خلجی ' کی آئندہ تباہی کی قہقہہ میں لکھتے ہیں کہ شراب ' عشق ' جوانی ' حکومت اور اقبال ہندی وغیرہ ایسی ہوائیں ہیں کہ جس کے سر میں بھر جاتی ہیں ' اسے مستقبل کا کچھ ہوش باقی نہیں رہتا لیکن بادشاہ کو عشق و مستی کی وجہ سے مدھوش ہو جانا کسی طرح مناسب نہیں کیوں کہ اس کے ذمے صرف اپنی ہی سود و بہبود اور ذاتی حفاظت نہیں ہے بلکہ تمام رعایا کی حفاظت اور پاسبانی کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے بادشاہوں کو آدمی کے انتخاب میں بھی بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ خصوصاً اس لیے کہ ان کے سامنے جو لوگ آتے ہیں ان میں بہت سے دوست کے لباس میں چھپے ہوئے دشمن ہوتے ہیں۔ انہی نصائح میں یہ پہنچ شعر لکھا ہے :-

"چو درہر کس سپاس و ناسپاسی است فراست دختر مردم شناسی است"

پھر لکھتے ہیں کہ آخر کار یہ بات سب پر روشن ہوگئی کہ سلطنت پر عنقریب بلا آنے والی ہے اور سلطان قطب الدین مبارک (خلجی) کی زندگی کی خیر نہیں ہے۔ حسن خسرو خاں جس کو بادشاہ نے خاک سے پاک کیا اور بہت ادنیٰ درجے سے رتبہ اعلیٰ تک پہنچایا، اور جس کی نسبت کسی ہوائی کا گمان اس کے دل میں نہ گزرتا تھا، وہ سپہرے کے پالے ہوئے سانپ کی طرح بادشاہ کی جان لینے کے لیے ہو گیا۔ بعض لوگوں نے

اشارے کناپے مہں بادشاہ سے یہ بات عرض بھی کی لہکن قضاے آسمانی نے اس کے گڑھں تمیز کو بند کردیا۔ اور اس نے دوست دشمن میں امتیاز نہ کیا۔ یہاں ایک شعر (نمبر ۳۰۹) میں بادشاہ کی ہوسناکی کے قلم سے اسی جذبہ شہوت رانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کی صراحت مولف فہروز شاہی نے اس واقعے کے بیان میں جا بجا کی ہے —

حسن خسرو خاں کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ نسل و نژاد کے اعتبار سے ہندو تھا۔ بادشاہ نے اسے وزارت و نہایت کے عہدوں سے سرفراز کیا اور اس کے ساتھ ایک جان و دو تن ہو گیا لہکن حسن کا دل صاف نہ تھا۔ وہ ظاہری اطاعت کی قم مہں دشمنی کی تلوار تھڑ کر رہا تھا۔ خبرداروں نے کئی بار مخبری کی۔ لہکن بادشاہ کا ستارہ گڑھں مہں تھا۔ اور عشق و محبت پر کسی کی بادشاہی کا زور نہیں چلتا۔ وہ اسی طرح غفلت میں رہا۔ اور حسن نے فدااری کے ارادے سے برادر قوم کے بہت سے ہندوؤں کو اپنے پاس نوکر رکھ لیا۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ یہ قوم ہندوؤں میں سہا ہی پیشہ اور اڑنے والی ہوتی ہے۔ بدایونی نے بھی حسن خسرو خاں کے برادر ساتھوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن برنی اور اکثر بعد کے مورخ انہیں ”پروار“ بتاتے ہیں جو برادر یا برادر سے الگ، گجرات کی ایک نیچ ذات کا نام ہے —

الغرض، امیر خسرو تحریر فرماتے ہیں کہ جس شام کو جمادی الثانی سنہ ۷۲۰ھ کا نیا چاند نکلا، اسی رات خسرو خاں نے اپنے ساتھوں کو محل کے اندر بلا لیا۔ غافل بادشاہ سے محل کے

خلاصہ مشملی

دروازوں کی کڑھیاں وہ پہلے ہی حاصل کرچکا تھا۔ لیکن اندر کے حصے میں جب وہ بالا خانے کی طرف چلے جہاں بادشاہ اور خسرو خاں تھے تو راستے میں قاضی سے دو چار ہوئے اور اسے انہوں نے مار ڈالا۔ بڑنی نے اس کا پورا نام قاضی ضیاء الدین لکھا ہے اور صراحت کی ہے کہ وہ بادشاہ کا استاد تھا اور اس نے خسرو خاں کی سازش سے ایک مرتبہ بادشاہ کو خبردار بھی کیا تھا، لیکن بادشاہ نے اس کی بات نہیں سنی بلکہ خسرو خاں سے کہہ دیا کہ قاضی ضیاء الدین تیری نسبت ایسا کچھ کہتا ہے۔ بڑنی کا بیان ہے کہ اسی دن شملی کی بنا پر خسرو کے آدمیوں نے ضیاء الدین کو قتل کیا۔

بہر حال قاضی کے مرنے پر محفل میں ہلکا سا ہرجا ہو گیا۔ تغلق ناسے کے بیان کے مطابق کچھ اور بادشاہی آدمی بھی اسی ہنگامے میں مارے گئے اور بادشاہ کو بھی آخر کار خبر ہو گئی کہ اس کے ساتھ دغا کی جا رہی ہے۔ تب خسرو خاں کو جو بالا خانے پر اس کے پاس تھا پتخ کر دے اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا، لیکن کوئی ہتھیار ہاتھ نہ آیا جس سے خسرو خاں کو مار سکتا اور چونکہ نیچے کے شور اور آوازوں سے معلوم ہوتا تھا کہ حملہ آور بالاخانے پر چڑھ رہے ہیں لہذا خسرو خاں کو چھوڑ کر وہ زہلے کی طرف چلا۔ جیسا کہ بڑنی نے لکھا ہے یہ محفل سوا کا راجہ تھا مگر اس سے قبل کہ بچ کر نکل سکے، خسرو خاں نے دروازے کے ہتے پکڑ لئے اور اتنی دیر میں کہ بادشاہ اپنے بال اس کے ہاتھ سے چھڑے، اس کے ہندو ساتھی آ پہنچے۔ اور ان میں سے ایک شخص جاہریا نام (جہڑیا) نے ایک

ہی کاری وار میں بادشاہ کا کام تمام کر دیا اور سر کٹ کر نیچے صحن میں پھینک دیا۔ (قابلیت: نمبر ۳۷۴)۔ برنی نے صراحت کی ہے کہ یہ قصر ہزار ستون کا واقعہ ہے۔

پھر امیر خسرو لکھتے ہیں کہ حسن خسرو خاں کے ساتھیوں میں یہ گنگو ہوئی کہ اب تخت پر کس کو بٹھایا جائے۔ اس کے ہوا خواہوں نے اس موقع پر کسی شہزادے کو تخت پر بٹھانے کی سخت مخالفت کی۔ اور کہا کہ جب تو نے اپنے ولو نعمت کو قتل کر دیا تو اب خون بادشاہی اختیار کر ورنہ تجھے کوئی بادشاہ زندہ نہ چھوڑے گا۔ اس راے میں خسرو خاں کے بعض مسلمان رفیق بھی شریک تھے۔ یہی مشورہ آخر میں اختیار کر لیا گیا۔ اور دوسری صبح خسرو خاں نے مسند شاہی پر جاوس کیا۔ مصنف تغلق نامہ کے اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خسرو خاں کا ارشاد صرف سلطان قطب الدین کو ہلاک کر دینے کا تھا۔ تخت پر قبضہ کرنے کی راے بعد میں قرار پائی۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ برنی کے قول کے مطابق وہ سازش کی تیاریاں مدت سے کر رہا تھا۔ برنی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسی رات تمام بڑے بڑے امرا کو خسرو خاں نے قصر ہزار ستون میں بلا کر نظر بند کر دیا اور رات بھر محفل میں ایسی روشنی رکھی کہ دن معلوم ہوتا تھا۔ مگر امیر خسرو نے اس نظر بندی اور روشنی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

(۳)

”سخن در سن عمرو خواندین شہزادگان وانکہ
حدیث دو خلف کاں از خلف آمدہ خلصہ“

خلاصہ مثنوی

زمانے کے عبرت ناک انقلابات اور دنیا کے عیش و جاہ کی بے ثباتی پر چند نصیحتیں آمیز شعر لکھ کر مصنف رح تصویر فرماتے ہیں (از نمبر ۴۱۷) کہ پہلے کے جو عبرت ناک افسانے سنے تھے، ان سے بڑے، بڑے خود اپنے زمانے میں یہ حادثہ اپنی آنکھوں دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ علاء الدین جیسے صاحب سلطنت بادشاہ کی اولاد ایسی بے دردی سے بے گناہ قتل کر دی گئی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان قطب الدین کے مارے جانے کے بعد اس کے پانچ بھائی باقی تھے۔ ایک فرید خان (۱۵) سال کا جو قردآن ختم کرچکا تھا اور سہاوانہ فزون سہکڑہ رہا تھا۔ دوسرے ابوبکر خاں جس کی عمر (۱۴) سال کی تھی، قرآن پڑھ رہا تھا اور نظم و نثر اور خوش نویس سے خاص مناسبت اور دلچسپی رکھتا تھا۔ ان سے چھوٹے علی خاں اور بھا خاں دونوں آٹھ آٹھ سال کے تھے اور پانچواں بھائی عثمان صرف پانچ سال کا تھا۔ اس جگہ یہ تصریح مناسب ہوگی کہ سورج برفی نے صرف دو شہزادوں کے نام لکھے ہیں اور تغلق نامے میں ان کے نام عہد اور تعامل کی جو تفصیل درج ہے وہ اور کس تاریخ میں نہیں ہے۔ اسی سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ مثنوی امیر خسرو کی تصنیف ہے جو اس وقت پائے تخت دہلی میں موجود تھے —

القصد اس پر خسرو لکھتے ہیں کہ اوسے کم سن، ہونہار ناز پروردہ شہزادوں کی نسبت خسرو خاں نہک حرام نے قتل و ذابھلا کرنے کا حکم دیا۔ حکم کے ساتھ ہی اس کے وحشی سپاہی محلات شاہی میں، جہاں ہوا اور فرشتے کا گزر نہ تھا، بے معاہدہ گھس

ہوے۔ محل سرا میں ایک تھاست ہر پا ہو گئی۔ پردہ نہیں
 بھپیاں بد حواس ہو کر ہر طرف بھاگتی اور چھپتی پھرتی تھیں
 اور ان کے پیچھے یہ غولان بیابانی درز دھ قہ اور شہزادوں کو نام
 لے لے کے پکارتے تھے کہ اگر وہ باہر نکل آئیں تو ان کے ساتھ کوئی
 برائی نہ کی جائے گی۔ جب ان شہزادوں کو یقین ہو گیا کہ ان قضا
 کے فرشتوں سے جان بچانا غیر ممکن ہے تو انہوں نے اپنے آپ کو ان
 کے حوالے کر دیا۔ اور جس طرح قصائی بھیڑوں کو مسلح کی طرف
 ہانک کے لے چلتا ہے، ان ۱۰۰ مصوم ظالموں کو خسرو خان کے
 سپاہی لے چلے۔ ان کے پیچھے پیچھے ان کی ماٹھیں اور محل سرا
 کی بھپیاں اور نوکریں فریاد و فغاں کرتی چلیں۔ وہ ان بچوں کو
 اپنے سے جدا کرنا نہ چاہتی تھیں کہ ظالموں نے پہلے ان میں سے دو
 بڑے بھائیوں کو زبردستی جدا کیا۔ اس وقت فرہد خان نے سخت
 فریاد و فغاں کی مگر شہزادہ ابو بکر نے اسے روکا کہ یہ نالہ و فریاد
 مودانگی کے خلاف ہے۔ اگر تقدیر میں مارا جانا لکھا ہے تو ہمیں
 مردوں کی طرح صبر و شکر سے جان دینی چاہیے۔ پھر ان شہزادوں
 نے وضو کے لیے پانی مانگا۔ اور پانی نہ مل سکا تو تیمم کر کے دوگانہ
 ادا کیا اور ان بے رحم جلاوطن کے آگے گردن بھکا دی۔ یہ فعل و
 خون ناحق بظاہر محل سرا کے بالا خانے پر ہوا تھا اور یہیں سے
 ان کا خون پرنالے کے راستے بہہ کر نہچے گیا (بہت نمبر ۵۲۳)۔ شاہی
 محل سرا میں سخت کھرام ہر پا ہو گیا، خصوصاً ان معصوم مقتولوں
 کی ماؤں نے رو رو کے برا حال کیا اور اسے داگدار بہن کیسے
 کہ محلات شاہی میں کبھی نہ ملے گئے ہوں گے۔

ان دنوں شہزادوں کو قتل کرانے کے بعد خسرو خاں نے باقی تیلوں بچوں کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں بھرا کر اندھا کر دیا۔ یہ کیفیت امیر خسرو نے ایک جداگانہ عنوان کے تحت میں ایسی درد ناک تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے جسے پڑھ کر بے اختیار دل بھر آتا ہے اور جھسا کہ وہ خود تصریح کرتے ہیں (نمبر ۶۱۹) یہ تمام حالات انہوں نے ایک چشم دید راوی سے سن کر لکھے ہیں اور حقیقت میں یہ دونوں داستانیں تاریخی اہمیت کے علاوہ امیر خسرو کی قوت مشاہدہ اور قوت بیان کا حیرت انگیز اور یادگار نمونہ ہیں۔ مجھے اُمید نہیں کہ کوئی تاریخی نظم صحت واقعات اور بہان کی درد انگیزی میں ان داستانوں سے بڑھ کر کبھی لکھی گئی ہو حتمی کہ میرے ایک ذی علم دوست یہ قیاس ظاہر کرتے تھے کہ امیر خسرو نے جس تفصیل کے ساتھ محفل سرائے شاہی کے ان واقعات کو تحریر کیا ہے انہیں پڑھنے کی باجمہت مسلمان غالباً تاب نہ لاسکتے تھے۔ اور شاید اسی لئے امیر خسرو کی تاریخی مثنویوں میں صرف تغلق نامہ ایسی کتاب ہے جو زیادہ مقبول و مروج نہ ہو سکا۔

(۴)

اس کے بعد ایک مستقل عنوان کے تحت میں امیر خسرو نے بہان کہا ہے کہ حسن خسرو خاں کی ایسی فداوری اور تخت سلطنت پر فاضلانہ تہفہ کرلیلیے کے باوجود سرائے سلطنت میں سے کسی نے دم نہ مارا۔ اور اچھے بادشاہ کے قتل کہے جانے پر کسی کی ہمت یا حمیت نہ ہوئی کہ کافر نعمت حسن سے ان سفاکیوں کا بداء

لیتا۔ بخلاف اس کے سب کے سب طوعاً یا کرہاً اس کی اطاعت پر آمادہ ہو گئے بجز غازی ملک تغلق کے جو اپنے اولیائے ندمہ کی یہ خانہ بربادی سن کر سخت پیچ و تاب کھاتا تھا اور انتقام لہنے کے لیے بے چین تھا لیکن چونکہ اس کا بیٹا ملک فخرالدین جو نا خاں جو آگے چل کر محمد تغلق کے نام سے وارث تخت ہو اور جسے امیر خسرو ملک فخرالدول اور فخرالحق کے نام سے یاد کرتے ہیں پائے تخت دہلی میں موجود تھا اور اس اندیشہ سے کہ حسن اسے کوئی کوند نہ پہنچائے غازی ملک تغلق اپنے ارادۂ انتقام کا اظہار نہ کر سکا (نمبر ۶۸۰ تا نمبر ۷۱۰) —

خود ملک فخرالدین کو ان افسوسناک واقعات کا دلی صدمہ تھا اور بالآخر جب اس سے صبر نہ ہو سکا تو اس نے ایک مختصر راز علی ہندی کو اپنے باپ کے پاس بھیجا اور جملہ حالات سے اطلاع دی۔ ”علی ہندی“ کے نام سے ایک امیر کا ذکر ضیاء الدین ہرنی نے کیا ہے جو تغلق اول کے اعیانِ دولت میں شامل تھا اور اصحابِ خسروی کے بعض خطوط میں بھی یہ نام بسبیل تمثیل آتا ہے۔ القصہ جب علی غازی ملک تغلق کے پاس پہنچا تو اس نے جواب میں بیٹے کو کہلا بھیجا کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو پائے تخت دہلی سے نکل کر آجائے۔ چنانچہ فخرالدین جو نا نے ملک بہرام کے بیٹے کو ہم راز بلایا اور چند چھوٹے سواروں کے ساتھ باپ کے صوبے کی طرف روانہ ہو گیا اور دہلی کے لشکرِ کثیر میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ اس کو جا پکرتا۔ بونی نے لکھا ہے (اور غالباً یہ اس کی بھول ہے) کہ خسرو ناں نے اس کے تعاقب میں لوگ بھیجے

تھے مگر وہ اس کو نہ پاسکے اور ناکام واپس آ گئے۔ ابن بطوطہ کی روایت یہ ہے کہ خسرو خاں نے فخرالدین کو حکم دیا کہ گھوڑے شہر کے باہر پھرا لے۔ وہ بھاگنے کی فکر میں تھا۔ اسی ہیلے شہر کے باہر نکلا اور دیپالپور کی طرف فرار ہو گیا۔

بہو حال فخرالدین اور اس کے ساتھی بخیر و عافیت غازی ملک کے پاس پہنچ گئے اور بیٹے نے باپ کو آدابہ کیا کہ وہ غاصب خسرو خاں پر فوج کشی کرے۔ اور اس نے بیٹے کو اطمینان دلایا کہ میں صرف تیرے آلے کا منتظر تھا اور اب اپنے اریائے نعمت کے انتقام لینے میں کوشش کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کروں گا۔

اس داستان میں کتابت کی اغلاط اور کاغذ کے کرم خوردہ ہونے سے اصل نسخے کے بعض اشعار صاف اور صحیح نہ پڑھ جاسکے۔ تاہم "صفت خلیجبر ملک غازی" کے ذیلی عنوان کے تحت میں شاعر نے اس امیر کے سپاہیانہ جذبات کا نقشہ کھینچا ہے (نمبر ۷۷۲ تا ۷۸۶) اور بیٹے کی ملاقات اور گفتگو (نمبر ۸۱۳ تا ۸۲۳) اس خوبی سے لکھی ہے کہ بے اختیار آفرین کہنے کو جی چاہتا ہے۔

(۵)

مصنف (ح) لکھتے ہیں کہ ملک فخرالدین کے دہلی سے نکل جانے سے یہ معلوم ہوا گویا مکان کے چار ارکان میں سے ایک رکن، یا تخت کے پائے میں سے ایک پایہ کم ہو گیا۔ اس نے گھوڑا باہر کہا ہانکا کہ حسن کا گھوڑا یک بیک بھٹہ گیا۔ اور کہاں کے سرے تھیلے ہو گئے۔

رفیقوں سے مشورہ کیا کہ اب کہا کہا جائے۔ اور دوسرے امیروں

کو کس طرح قابو میں رکھا جائے۔ ہوا خواہیں نے رائے دی کہ اول تو جتنے شاہزادے تخت کے وارث ابھی تک زندہ ہیں سب کو قتل کرا دیا جائے کہ سوائے تیرے کوئی سلطنت کا دعویدار نہ رہے۔ دوسرے جنگ جویوں کو قابو میں رکھنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ انہیں بے دریغ روپیہ دیا جائے۔ اگر تو بادشاہ رہا تو یہ روپیہ سب وصول ہو جائے گا ورنہ ظاہر ہے کہ تیرے کس کام آئے گا۔ حسن کو یہ مشورہ پسند آیا اور کمال بے رحمی سے جو شہزادے زندہ باقی تھے انہیں قتل کرا دیا۔ ملک غازی کو یہ اطلاع ملی تو اور زیادہ غصہ ناک ہوا اور دل میں کہا کہ اگر خدا چاہے تو ان شیروں کا انتقام ان کتوں سے لیے بغیر نہ رہوں گا۔

(تا نمبر ۸۹۹) —

اس کے بعد امیر خسرو نے نئے ملوان کے تخت میں دوبارہ حسن کے مجلس مشاورت کرنے کا حال لکھا ہے۔ در حقیقت حسن خسرو خان فتح الدین جوٹا کے نکل جانے سے ہی ایسا اُرز گیا تھا (چو شمشیر تلک از جنبش سخت) کہ اسے غازی ملک تغلق کی فوج کشی اور اپنا برا انجام آنکھوں کے سامنے نظر آتا تھا اور وہ اپنے اس خوف و ہراس کو چھپا نہ سکتا تھا۔ لیکن ان دو تھن مسلمان امیروں میں جو سلطان قطب الدین کے قتل کی سازش میں حسن کے شریک ہو گئے، ایک شخص یوسف صوفی بہت تہذیب و تمدن تھا۔ برنی نے بھی اس کا ذکر بہت کچھ نفیرین و ملامت کے ساتھ کیا ہے۔ مذکورہ بالا مجلس مشاورت میں اس نے حسن کی حمایت اور وفاداری میں ایک ہرچوہی تقریر کی

اور کہا کہ ہمیں ہرگز غازی ملک سے خوف نہ کرنا چاہیے اور اگر وہ سرکشی کرے تو اپنے نئے بادشاہ کے سامنے سہنہ سپر ہو کر باقی کی سرکوبی کرنی چاہیے۔ پھر اسی جوش و خروش میں ایک تھوڑا قاصد غازی ملک تغلق کے پاس دیہا پور پہنچا اور یہ پیام دیا کہ اے سردار اگرچہ تو جنگ آزمودہ اور بہادر ہے لیکن حق کے سامنے سر جھکانا تیرا فرض ہے۔ ورنہ تیرا وہی انجام ہو گا جو بادشاہوں سے بغاوت کرنے والوں کا ہونا چاہیے۔ غازی ملک تغلق یہ پیام سن کر یوسف صوفی کی گستاخی پر بہت بگڑا اور اس کو سخت سست کہتے کہتے یہاں تک بے قابو ہوا کہ تلوار کو پیچ کے قاصد ہی کا سر آڑا دیا (نمبر ۹۸۹)۔ دہلی میں جب یہ خبر پہنچی تو صوفی خاں اور حسن کے ساتھیوں کو اور زیادہ پریشانی ہوئی اور وہ سمجھ گئے کہ غازی ملک اس قسم کی پہچکیوں سے قابو میں آنے والا نہیں ہے۔ (تمثیل میں ایک اور نکتہ کی دلچسپ حکایت جسے اندھے کاشتکار نے دھولک بجا کے دہانا چاہا تھا۔ تا نمبر ۱۰۱۹)۔

(۶)

تقریباً (۳۰) اشعار قلم اور خط نویسی کی تعریف میں لکھائے گئے بعد امیر خسرو بیان کرتے ہیں کہ فخر الدین جونہی سے سلطان قطب الدین کے حالات قتل سن سن کر غازی ملک تغلق کو اور زیادہ قصہ آیا کہ ملک میں اتنے نہک خوار امیر و وزیر موجود ہیں مگر حیف ہے کہ کسی کو اپنے ولی نعمت کے

بچانے یا اس کا انتقام لہنے کی توفیق یا ہمت نہ ہوئی۔ اس نے کہا کہ اب میں پختہ ارادہ کرتا ہوں کہ اگر اور کوئی میرا ساتھ نہ دے گا تو بھی خدا کے بھروسے پر تنہا ان کافر غاصبوں سے ہدائے لیئسے بغیر نہ رہوں گا۔ پھر دبیر خاص کو طلب کیا اور ذیل کے بڑے بڑے امیروں اور صوبے داروں کے نام خط لکھوائے۔ خط لکھوانے کا ذکر دوسری تاریخوں میں بھی آتا ہے۔ لیکھی ناموں کی یہ تفصیل و تصریح کہیں موجود نہیں ہے۔ اور بجائے خود اس بات کی مزید شہادت ہے کہ مثنوی تغلق نامہ کسی باخبر ہم عصر مورخ ہی کی تحریر ہو سکتی ہے۔

۱۔ ایک خط غلطی حاکم ملتان کے نام۔ برفی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور جیسا کہ آگے آئے گا یہ شخص غازی ملک تغلق کا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے اپنے ہی ایک ماتحت سردار بہرام سراج کے ہاتھ سے مارا گیا۔ فرشتہ وقیرہ بعد کے بعض مورخوں نے اس بہرام سراج کو غلطی سے بہرام ابیہ لکھ دیا ہے۔

۲۔ دوسرا خط معتمد شاہ حاکم سیوستان کے نام۔ سیوستان سے سمدہ کا شمالی مغربی علاقہ سہوان مراد ہے جو اب ضلع لوکانا میں معمولی قصبہ رہ گیا ہے اور اُس وقت ایک صوبے کا صدر مقام تھا۔

۳۔ تیسرا خط بہرام ابیہ (حاکم اچھہ) کے نام جس کا خطاب کشلو خاں ہوا۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ غازی ملک تغلق نے ملک چونو سے دہلی بھاگ کر آنے سے بھی پیشتر ملک بہرام

کو جو اس کا بڑا دوست تھا، خدیہ خط بھیجا اور مشورہ کیا تھا کہ قطب الدین خلجی کا انتقام کس طرح لیا جائے۔ بہرام نے اس کو یہ صلاح دی کہ پہلے اپنے اور خود بہرام کے بیٹے کو دہلی سے کسی طرح نکال لیا جائے۔ چنانچہ ابن بطوطہ کے بیان کے موافق مالک جونا اور ملک بہرام کا بیٹا خود غازی ملک تغلق کی تحریک سے فرار ہوئے، اگرچہ تغلق نامہ میں جیسا کہ ہم ابھی پتہ چکے ہیں، یہ بیان کیا گیا ہے کہ خود ملک فخر الدین جونا نے اپنے باپ کو دہلی کے انقلاب کی اطلاع دی۔ اس وقت تک غازی ملک کے بہرام کو خط وغیرہ لکھنے کا ذکر تغلق نامے میں نہیں آیا ہے۔ بہرحال یہ ملک بہرام ابیدہ فہامیت ناسی گراسی امہر تھا اور اسی کی معاونت سے غازی ملک کو خسرو خاں سے لڑنے کی جرأت ہوئی۔ فتح کے بعد بھی غازی ملک تغلق نے بقول ابن بطوطہ ملک بہرام ابیدہ سے درخواست کی تھی کہ وہ تخت بادشاہی کو قبول کرے اور بہرام نے اصرار کیا کہ غازی ملک تغلق بادشاہ ہو۔ یہاں اتنا اور بڑھا دینا چاہیے کہ ملک بہرام نے محمد تغلق کے عہد بادشاہی میں بغاوت کی اور شکست کھا کے مارا گیا۔

۴۔ چوتھا خط یک لکھی اسیر سامانہ کے نام جس کے غازی ملک سے جھگڑا کرنے کا ذکر آئے آتا ہے۔

۵۔ پانچواں خط حاکم جالور (مغربی راجپوتانہ) امہر ہوشنگ کے

نام۔ جیسا کہ اسیر خسرو نے اشارہ کیا ہے :

”دگر بر سقطح جالور ہوشنگ کہ مانند پدر گر گیسست در جنگ“

یہ امیر کمال الدین گرگ کا بیٹا تھا اور محمد تغلق کے عہد بادشاہی تک ہم اس کے کارنامے پڑھتے ہیں۔

۶۔ چھٹا خط عالم ملک الملک بہ عین الملک ملتانی کے نام، جو اس زمانے کا مشہور امیر ہے اور خسرو خاں نے بھی اس کو وزارت پر بحال رکھا تھا (قا نمبر ۱۰۸۰)۔

اس کے بعد امیر خسرو نے (۳۰) اشعار میں ملک تغلق کے خط کا مضمون نقل کیا ہے جس میں وہ قطب الدین کے قتل اور خسرو خاں کے بادشاہ ہوجانے پر امیدوں کو فحش دلانا اور خسرو سے لڑنے پر آمادہ کرنا ہے۔ مگر امیر خسرو لکھتے ہیں کہ غازی ملک تغلق کو سب سے زیادہ نکر یہ تھی کہ کسی طرح ملک بہرام ابیہ اس کا رفیق و شریک ہو جائے اور اسی لئے اس کے پاس خط کے ساتھ ایک خاص مصاحب علی حیدر کو روانہ کیا تھا کہ زبانی ہوئی ملک بہرام کو اپنے ولی نعمت کے انتقام پر آمادہ کرے۔ جب یہ نامہ اور پیام بہرام کے پاس پہنچا تو اس نے پورے جوش و خروش سے تغلق کی تائید کی اور کہا کہ میں خود قطب الدین اور شہزادوں کے قتل کی حد سن کر بے قاب تھا اور اگر تم نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے تو میں دل و جان سے تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔

دوخلت بہرام کے جب غازی ملک تغلق کا پیام مغلطی امیر ملتان کے پاس پہنچا تو وہ بہت بگڑا اور کہا کہ اگر دہلی کی مرکزی حکومت سے سرتابی کرنا تو میں کرتا۔ تغلق جو بعض ملتان کے ایک تابع دیپالپور کا حاکم ہے، اس کو یہ حق کیوں کر

حاصل ہوا کہ وہ تخت نشین دہلی سے اُلجھنے کا ارادہ کرتا ہے۔ جب مغلطی کے ان خیالات کی غازی ملک کو اطلاع ہوئی تو اس نے ملتان کے دوسرے سرداروں کو خفیہ طور پر اشارہ کیا کہ وہ امیر ملتان پر حملہ کر دیں۔ اس ہنگامے کا سرغلہ بہرام سراج تھا جس کو فرشتہ نے غلطی سے بہرام ابیمہ لکھ دیا ہے۔ غرض مغلطی کے ماتحت سرداروں نے اس پر یورش کی، وہ جان بچا کر بھاگا لیکن ایک نہر میں گر پڑا جسے امیر خسرو تصویح کرتے ہیں کہ خود غازی ملک تغلق نے اپنی ملتان کی صوبہ داری کے زمانے میں 'من جملہ اور بہت سے رفاہی کاموں کے' راوی سے جہلم تک تیار کرایا تھا *۔ مغلطی اسی نہر میں غوطہ کھا رہا تھا کہ بہرام سراج کا بیٹا آپہنچا اور اس کا سر اُڑا دیا —

مسجد شاہ لڑو حاکم سیوستان کے پاس غازی ملک تغلق کا قاصد پہنچا تو اس وقت وہاں کے مقامی سرداروں نے مسجد شاہ کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی اور یہ امہر قلعے میں محصور تھا۔ غازی ملک کے خط کی وجہ سے اس کے ہائی سرداروں نے اس کے ساتھ صاحب کرلی۔ اور خود اس نے جوش و خروش کے ساتھ تغلق کی رفاقت پر آمادگی ظاہر کی لیکن مدد کے لیے روانگی میں اتنی دیر لگائی کہ یہاں لڑائی وفورہ ختم ہو چکی تھی۔ تاہم تغلق نے اس سے کچھ باز پرس

* انہیں عمارات میں سے تغلق نامہ میں ایک بڑی عید گاہ

کا ذکر آتا ہے اور غالباً یہ وہی مسجد ہے جس کو ابن بطوطہ نے بھی

دیکھا تھا۔ (دیکھو سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم، باب چہارم)

نہیں کی اور اسے اپنے عہد میں بحال رکھا —

غازی ملک نے عہن الملک ملتانوی کو جو وزیر سلطنت ہونے کے علاوہ اجمین اور دھار کا صوبہ دار بھی تھا، خاص طور پر خفہہ مرادہ لکھا اور اپنے ساتھ شریک ہو جانے کی دعوت دی لیکن عہن الملک نے از رو مصلحت اندیشی یہ خط خسرو خاں کو دکھا دیا تاکہ اس پر اپنی خفو خواہی ثابت کرے۔ غازی ملک نے دوبارہ ایک خفہہ قاصد اس کے پاس بھیجا تو عہن الملک نے اسے عہدہ لے جا کر یہ پیام دیا کہ ہر چند اس وقت مجھری سے میں بظاہر خسرو خاں کے ساتھ ہو گیا ہوں لیکن مجھے اس سے دلی نفرت ہے اور اس جنگ کے ختم ہوتے ہی خود غازی ملک تغلق کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا پھر خواہ میری جان بخشی کرے یا سو دے —

سامانہ کے حاکم ملک یک لکھی نے (جسے امیر خسرو نے لکھا ہے کہ ایک کم اصل نو مسلم غلام تھا اور سلطان قطب الدین ہوی کی عزایت سے اس درجے کو پہنچا تھا) غازی ملک کا خط پڑھ کر ناؤد و رفاقت کی بجائے عداوت پر کمر باندھی اور تغلق کا خط خسرو خاں کے پاس بھیج کر خود غازی ملک پر فوج کشی کی۔ مگر اس کی بددبائی اور سخت گیری سے لوگ پہلے ہی سخت ناراض تھے۔ لڑائی میں اس کو شکست ہوئی اور وہ واپس اپنے مستقر سامانہ میں آ کر خسرو خاں کے پاس جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ یک بیک اہل شہر نے اس پر حملہ کیا اور قتل کر دالا۔ (تا نمبر ۱۳۱۶) —

اس دلچسپ تاریخی نامہ و پیام کی تفصیل کے بعد امیر خسرو ایک نئے عنوان کے تحت میں آٹھویں فرماتے ہیں کہ

ہاوجود ان تیاریوں کے غازی ملک تغلق کو سخت تشویش تھی کہ دیکھئے اس کوشش کا انجام کیا ہوتا ہے - اور وہ اپنے دوستوں اور رفیقوں سے بھی اس دلی تردد کو نہروں چھپاتا تھا - لیکن یہ لوگ اس کی شجاعت اور حق کوشی کو یاد دلا کر اس کی ہمت مضبوط کرتے تھے - اور اپنی جان نثاری کا اسے یقین دلاتے تھے - اس احوال کو امیر خسرو نے تھس چالہس ابھات میں نہایت خوبی کے ساتھ تحریر کیا ہے (تا نمبر ۱۳۶۶)۔ پھر بھان کیا ہے کہ اسی زمانے میں غازی ملک تغلق نے تھن خواب دیکھے - ایک میں تو کسی بزرگ نے آئندہ بادشاہی کی بشارت دی - دوسرے خواب میں تھن چاند نظر آئے - اور اس کی تعبیر یہ لی کہ تھن چتر شاہی ہوں - تھسے خواب میں ایک بہت اچھا باغ دیکھا اور اس سے بھی یہی تعبیر لی کہ یہ بادشاہی کا باغ ہے جو آئندہ اسے نصیب ہوگا - (تا نمبر ۱۳۳۳) —

مگر ان خوابوں سے بڑے کے ایک فال نیک یہ پیدا ہوئی کہ اسی زمانے میں ایک قافلہ ملتان سے دہلی جاتا تھا جس میں بادشاہ دہلی کے لیے بہت سے گھوڑے اور سندھ کی مالگزاری کا روپیہ بھیجا گیا تھا - غازی ملک کو اس کی اطلاع ہوگئی اور اس نے ایک دستہ بھیج کر یہ سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور تمام روپیہ اپنے سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جس سے وہ مالا مال اور مسرور ہوگئے بلکہ ساری بستی میں وہ رونق پیدا ہوئی کہ بقول امیر خسرو کے دیکھا پور، قدیم دارالملک سدیر یا خورنق کا نمونہ بن گیا - اس موقع پر شاعر نے سخاوت اور داد و دھس کی تعریف میں کئی شعر نہایت بڑے محفل تحریر کئے ہیں - اور لکھا ہے کہ اسیری اور آقا ئی کی اصلی دلیل اور

وجہ امتیاز ہی احسان و کرم کے اوصاف ہیں۔ ورنہ ایک آدمی کو دوسرے آدمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ پھر ایک بلیغ تمثیل اور ملک تغلق کی دعائے دولت و اقبال کے بعد، ذیل کے عنوان سے اشکر دہلی کی جانب پھش قدسی کی کیفیت لکھی ہے۔

”ہفت ہائے دل غازی ملک وز ہر طرف مژدہ

چو از دہلی بسویش داند لشکر ہائے بھر و ہر“

(۷)

داستان کے شروع میں ملک تغلق کی شجاعت، آزمودہ کاری اور اس کی فوج کے جنگی جوش کا ذکر ہے۔ مگر لکھتے ہیں کہ غازی ملک نے خود پیش قدمی کرنے کی بجائے شروع میں خسرو خاں کے اپنی طرف بڑھنے کا انتظار کیا۔ اور یہ غاصب اگرچہ غازی ملک تغلق کی تیاریاں سن سن کر نہایت متروتن ہو گیا تھا تاہم خیر خواہوں کی نصیحت کے مطابق اس نے ایک بڑا بھاری لشکر آراستہ کیا اور اپنے بھائی کی سہ سالاری میں جسے ”خافغاناں“ کا لقب دیا تھا غازی ملک کی طرف روانہ کیا۔ یہ فوج سرستی تک بڑھی جس کے آگے غازی ملک کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔ اسی سرحد کے ایک قلعے کو تغلق نامے میں سر قپہ لکھا ہے۔ اور بدایونی کے بیان سے اس کا نام سرستی یاہا جاتا ہے۔ یہاں غازی ملک کی فوج موجود تھی اور اس کے سردار معہوں نے قلعہ بند ہو کر لشکر دہلی کا مقابلہ کیا لیکن قلعے کے باہر دیہات کو خسرو خاں کی فوج نے دل بھر کے لوٹا۔ ابھر خسرو لکھتے ہیں کہ ایک ایسے آدمی نے جو نہایت باخبر تھا بیان کیا

کہ جس وقت غازی ملک کو یہ خبر پہنچی کہ دہلی کا لشکر کٹھن سرستی تک بڑھا آیا ہے تو وہ کثرت فوج کی خبر سے پریشان ہونے کی بجائے اور خوش ہوا۔

”طرب کرد از نشاط روزی پیش چو کرد غالب از بسپاری سہش“
اور اپنی فوج آراستہ کی جو تعداد میں کم تھی لیکن کار دانی میں بہتر تھی اور اس میں ’غو‘، ’در‘، ’مغل‘، ’دوسی‘، ’دوسی‘، ’قاجک‘، ’خراسانی‘ وغیرہ جنگ جو اقوام کے سپاہی شامل تھے۔ یہ فنون سپہ گری میں مشق و مہارت رکھتے تھے اور اسی کے ساتھ غازی ملک کے جان نثار تھے۔ ملک غازی نے روانگی سے پہلے ان لوگوں کو سامنے بلایا اور تقدر کی کہ یہ میری زندگی میں ایک نازک وقت آگیا ہے۔ اور آج ہی تم لوگوں کی شجاعت و وفات کا امتحان ہے۔ اگر تم میرا ساتھ نہ دو گے تو بھی میں خدا اور اپنی قوت بازو کے بہرے پر تنہا جنگ کروں گا۔ جو لوگ میرا ساتھ دیں چاہیں اور اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر میرے ساتھ قسمت آزمائی پر آمادہ ہوں وہ قسم کھا کر عہد و پیمان کریں۔ بہادر سرداروں نے یہ سن کر از سر نو جہاں بازی کا اقرار کیا۔ اور اس معکم عہد و پیمان سے غازی ملک نے مطمئن ہو کر جنگ کی تہاوی کی (تا نمبر ۱۶۳۹)۔

(۸)

”مصاف اول غازی ملک بالہکر دہلی

بہاد چہل زہر و زہر کردن چنان لشکر“

لڑائی کا ذکر شروع کرنے سے پہلے شاعر ایک مناسب مصل

تمہید لکھتا ہے کہ میدان کارزار کے خوف اور احوال سے وہی شخص آگاہ ہو سکتا ہے جو جنگ میں زندگی گزار چکا ہو۔ سپاہی کا فاخرہ لباس اور اسلحہ پہن کر شہر میں اکڑتے پھرنا دوسری بات ہے۔ لہکن تلوار کی چھک کے آگے ہوش بجا رکھنا کچھ اور چیز ہے۔ مزید براں دلدی شجاعت دل سے ہوتی ہے۔ ظاہری ساز و سامان کچھ کام نہیں آتا :

”نبرد شہر ہر جاہست روشن کہ نے برگستوان دارد نہ جوشن
بروں آہن چہ پوشی گاہ پر خاش دروں سو گاہ پر خاش آہنی ہاش“

یہ لکھتے ہیں کہ جنگ میں عقلمندی بھی کچھ کام نہیں آتی۔ اور حق یہ ہے کہ غازی ملک نے سوائے ایسا شخص دیکھنے میں نہیں آیا جو شجاعت اور خرد مندی دونوں سے متصف ہو۔ الغرض جب غازی ملک نے خسرو خاں کے لشکر کی آمد آمد دیکھی تو سواروں کی صف بندی کا حکم دیا اور انہوں نے اپنے اپنے اسلحہ درست کر کے بدن پر سجائے جس سے ان میں تازہ جوش بھدا ہو گیا۔ غازی ملک نے خدا سے عاجزانہ دعا مانگی اور اپنے شہر سے نکل کر ”ہندوستان“ یعنی دہلی کا رخ کیا۔ یہ فوج تھی تو تھوڑی لہکن نہایت دلدی تھی۔ اور اس کی مرقب و مستحکم صوبوں کو بڑھتے دیکھ کر فرشتے اور چاند تارے تک اس کے نظار کی ہو گئے تھے۔ فوج کے اگلے حصے کا سردار ملک فتحوالدین جو نا تھا اور خود ملک غازی عقب میں تھا۔ یہ فوج علا پور سے گزرتی ہوئی حوض بہت تک پہنچ گئی اور غالباً اسی کو بدایونی کی تاریخ میں حوض تھا فہسر لکھا ہے۔ صاف طور پر پتہ نہیں چلتا کہ یہ کونسا مقام تھا۔ لیکن اسی جگہ تغلق کی فوج سپاہ دہلی کے

مقابل آئی - اور یہیں لڑائی واقع ہوئی - فرشتہ نے لڑائی کے مقام کے متعلق صرف ”حدود سرستی“ لکھا ہے اور برفی کا قول اس سے بھی زیادہ مبہم ہے - مگر تغلق ناسے کے پہلے بیان اور دوسرے اقوال کو ملانے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ غازی ملک سرستی ندی کو عبور کر آیا تھا —

اُس کے اِس طرح چڑھ کے آنے پر دہلی کی فوج میں چہ می گوئیاں ہونے لگیں اور اسیر خسرو کے قول کے موافق اکثر سردار بلکہ سر لشکر خانہانان بھی خوف زدہ ہو گئے - اب غازی ملک کے لشکر سے ان کے لشکر کا فاصلہ دس کوس کے قریب تھا (نمبر ۱۷۵۶) اور درمیان میں ایک بے آب جنگل تھا - آخر ایک رات دہلی کی سپاہ نے شباً شب یہ میدان طے کیا - اور صبح ہوتے لشکر تغلق کے سر پر جا پہنچی - اسیر خسرو کے بیان سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ رات کے سفر اور گود و غبار سے سپاہیوں کے حلق خشک ہو گئے تھے اور ممکن ہے کہ وہ بہت تھک گئے ہوں - ان کے سواروں نے صفیں جمائیں ، چاؤشوں نے جنگ کی قرنہ پہونکی ، ہاتھیوں کی صف برسات کی کالی گھٹا کی طرح بڑھی جس کا ہر ہاتھی حملہ کرنے میں بجلی اور چمکے میں آندھی تھا - ان پہاڑ جیسے ہاتھیوں پر اونچی اونچی عمارتوں سے یہ معلوم ہوتا تھا جیسے پہاڑ پر ابر چھایا ہوا ہے - ان پر تھر انداز چٹکی میں تیر دبائے تھار بیٹھے تھے - ہاتھیوں کے پیچھے سواروں کی صفوں کی صفیں چلی آتی تھیں - قلب سپاہ میں خانہانان سر ہر چتر لکائے اس طرح بیٹھا تھا جیسے ”کلاہ باراں“ کے

نیچے بھیکی گھانسی ہوتی ہے - (نمبر ۱۷۷۰) دائیں بائیں سرداران لشکر اشارے کے منتظر تھے - ہر ایک نے شاہانہ اسلحہ سچے تھے، اور اوہ میں فرق تھا - نقارے کی آواز سے آسمان ہلا جاتا تھا - پہلوانوں کے ہاتھ میں نیزے دبے ہوئے تھے - مسلمانوں کی صفوں سے ہندو سپاہیوں کی صفیں علیحدہ تھیں - اور تکبیر کی بجائے اپنے ہندی اشوک اور دیوی دیوتاؤں کے نام جپ رہے تھے - غرض یہ لشکر آگ کے طوفان کی طرح بڑھ رہا تھا - اس کا ایک سرا زیادہ پھیلا ہوا اور دوسرا سہتا ہوا تھا - (نمبر ۱۷۹۲) —

ادھر غازی ملک تغلق کی سپاہ چلند حصوں میں منقسم تھی اور اس کے ایک حصے کو درہٹا ہوا دیکھ کر لشکر دہلی نے خیال کیا کہ یہ لوگ خوف زدہ ہو کر میدان سے نکل جانا چاہتے ہیں لہذا اور بھی تیزی سے ان پر جھپٹے - انہی میں فوج کا دوسرا حصہ سامنے آیا اور چونکہ یہ بھی تعداد میں کم تھا لہذا سپاہ دہلی نے بڑے جوش و خروش سے حملہ کر دیا - لیکن ابھی تلوار سے تلوار لڑنے نہ پائی تھی کہ تغلق کی دوسری صفیں قطار در قطار اس طرح نمودار ہوئیں کہ آگے آگے ملک فخر الدین جوٹا تھا - ایک طرف بہرام ابیہ آگ کے پہاڑ کی طرح چلا آتا تھا - بہاء الدین، اسد الدین، علی حیدر، شہاب الدین (ہریک) اپنے اپنے دستوں کو نہایت جاں بازی سے لڑانے لائے تھے اور ملک غازی کے اشارے کے منتظر تھے - معلوم ہوتا ہے کہ سپاہ دہلی اپنے پہلے ہی دیلے میں اس قدر آگے بڑھ آئی کہ غازی ملک

کے قلب کی فوج اس کے دونوں طرف پھیل گئی اور گھیر کر اتنے قہر مارے کہ صدمہ آدمی نشانہ اجل ہو گئے۔ (قہر کی تعریف نمبر ۱۸۱۵ تا نمبر ۱۸۲۶) اس کے بعد نیمے قول کے قلواریں کھینچ کر دشمن پر جا پڑے۔ خسرو خاں کی طرف سے ایک بازو کے سردار قتلا (خاں) نے جو شاہی میسر شکار کا عہدہ رکھتا تھا، غالباً ایک جناحی حملہ کیا تھا کہ ایک تغلقی سوار کے ہاتھ سے زخم کاری کھایا۔ وہ چلایا کہ مجھے اپنے سردار کے پاس لے چلو۔ وہ میرا مرتبہ پہچانتا ہے لیکن ایک جوق نے اس پر حملہ کر دیا اور سر کات کر غازی ملک کے پاس لے۔ اس نے ایسے اسیر کبیڑ کے مارے جانے پر بہت افسوس کیا۔ الغرض اب غازی ملک نے موقع دیکھ کر ایک عام حمہ کیا جس سے دشمن کے پانو اُکھڑ گئے اور خود خانخاناں بھاگ کھڑا ہوا۔ اسی کے ساتھ یوسف خاں جو بڑے لف و گزاف کرتا تھا، اور شاہستہ خاں اور خضر خاں جو لشکر کے بڑے سردار تھے فرار ہو گئے۔ ملک فخر الدین کی فوج سے لڑائی جاری تھی لیکن خانخاناں کے بھاگنے سے سپاہ دہلی کا دل توت گیا اور جس کا جدھر منہ اٹھا ادھر بھاگا۔ ملک فخر الدین چاہتا تھا کہ بھاگنے والوں کا تعاقب کرے لیکن اس قدر مال غلیہت پیچھے رہ گیا تھا کہ اس کو سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ بارہ ہاتھی اور خانخاناں کا سرخ چتر فخر الدین جوڈا کے ہاتھ آئے —

— * —

پھر ایک نیا عنوان لے کر امیر خسرو لکھتے ہیں کہ میں نے

فہرزیء بخت سے سوال کیا کہ فتح کے بعد ملک غازی نے کیا کیا اور اس نے جواب دیا کہ غازی ملک خدا کا شکر بجا لایا۔ اور دہلی کی طرف بڑھنے اور خسرو خاں سے جنگ کرنے کی تیاری میں مصروف تھا کہ دہلی کے بہت سے سپاہی اور سردار جو لڑائی میں قتل ہونے سے بچ گئے تھے، نہایت شومندہ اور دسمہ بستہ اس کے سامنے پیش کیے گئے۔ غازی ملک کے سپاہی ان کو طرح طرح کے طعنے دیتے اور آوازے کستے تھے۔ اسی کے ساتھ بے حساب مال و خزائن اور ساز و سامان جو غنیمت میں ہاتھ آیا تھا سامنے لایا گیا۔ یہ سب چیزیں خدا کی مہربانی سے غازی ملک کے ہاتھ آئیں لیکن جر لوگ گرفتار ہو کر آئے تھے ان پر اس نے بڑی عنایت و مہربانی کی۔ مقتولوں کے حال پر بہت افسوس کیا۔ زخمیوں کی مزاج دہی سے دھم بڑھائی۔ علاج معالجہ کا انتظام کیا اور بعض سرداروں کی خود تیار داری کی۔ انہی میں ایک سردار تھر تھا جسے غازی ملک نے سپاہی قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس کی درخواست پر تغلق کے پاس لے گئے۔ اس نے اسے قتل سے بچایا اور کمال عزت و مہمان نوازی سے پھس آیا بلکہ اپنے ہاتھ سے زخموں میں تانکے دئیے اور دوا ٹپکائی۔ اور برابر اس کی خبر گیری کرتا رہا۔ (تا نمبر ۱۹۵۵) -

(۹)

”پس از فتح نخستین جنڈش غازی ملک از جا

ز بہر قلعة گہران برآے مسند و افسر“

اس فتح کے بعد غازی ملک نے دہلی کی طرف پیش قدمی

خلاصہ مثنوی

کی - ایک ایسی تمہید کے بعد جس میں جملہ ثوابت و سیارات کی طرف سے فوید فتح و بادشاہی کے اشارات تحریر ہیں ، امیر خسرو لکھتے ہیں کہ تغلق کے انتظام سے پالم سے ہانسی اور مدینہ تک ہر جگہ امن و امان ہو گیا تھا - اور اسی موقع پر جب ایک قافلہ (غالباً بنجاروں کا) فوج والوں نے پکڑا اور ان سے چھ لاکھ قذخہ وصول کر کے تغلق کے سامنے پیش کیا تو اس نے یہ ناجائز رقم لینے سے قطعی انکار کر دیا - موضع مدینہ (نومبر ۱۹۹۲) دھتک سے چند میل شمال میں اب تک موجود ہے اور پالم شہر دہلی کے شمال میں مشہور گاؤں ہے جہاں سے خود شہر کی سرحد شروع ہو جاتی ہے —

ادھر خانخاناں اور شکست خوردہ سردار دہلی کی طرف بھاگے تو اس تمام علاقے میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور جگہ جگہ تآکو اور چور لوٹ مار کرنے لگے اور خسرو خاں کا انتظام بگڑ گیا - خود شہر میں ان خبروں نے سخت پریشانی پیدا کی - خانخاناں کی فوج میں زیادہ تو دہلی کے سپاہی تھے اور ان میں سے جو لوگ مقتول اور اسیر ہوئے اور گھروں کو واپس نہ آئے ، اُن کے عزیز و اقربا میں شہر کے اندر ماتم و فریاد کا شور برپا ہوا - خسرو خاں نے شکست خوردہ سرداروں کو سامنے بلا کر حیرت سے کہا کہ تم جو اس قدر کٹھن فوج اور جنگی ساز و سامان لے کر گئے تھے ، یہ تم کو کہا ہوا کہ اس قدر آسانی سے شکست کھا کے بھاگے اور اقلے نامی گرامی سرداروں کو کتوا دیا کہ ان میں سے ہر ایک تغلق کے ہم رتبہ تھا - پھر کہنے لگا کہ اس

میں تمہارا کیا قصور ہے۔ یہ مہروی تقدیر کی خوابی ہے۔ اگر بادشاہی مجھے سزاوار ہوتی تو فتح بھی میرا ساتھ دیتی۔ پھر تغلق کی شجاعت و ہمت اور اقبالمدی کا اعتراف کیا اور کہا کہ حقیقت میں وہی شخص بادشاہی کا سزاوار ہے۔ (تا نمبر ۲۰۶۳)

اس کے بعد امیر خسرو ایک نئے عنوان کے تحت میں لکھتے ہیں کہ خسرو خاں کچھ دیر تو اپنی تقدیر کو روتا رہا اور اس نے رفیقوں سے بات کرنی چھوڑ دی۔ لیکن پھر اپنے عاقل دوستوں کو بلايا اور ان سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ بعض نے مصلحت کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ ملک غازی کو کچھ اور علاقہ دے کر رضا مند کر لینا چاہیے۔ کسی نے کہا کہ یہ خیال خام ہے۔ وہ شخص جو تلوار لیے چلا آتا ہے اور فتح نے اس کے دماغ میں بادشاہی کا خیال پیدا کر دیا ہے وہ اس قسم کی باتوں سے صلح پر ہرگز آمادہ نہ ہوگا۔ جب دشمن ایک بار چیردہ دست ہو جائے تو پھر اس سے مصلحت کی بات کرنا اپنے آپ کو اور ذلیل کرنا ہے۔ اب تو مصلحت اسی میں نظر آتی ہے کہ جواروں کی طرح جان مال کی بازی لگادی جائے۔ جب تو نے مسند شاہی پر قدم رکھا ہے تو بادشاہوں کی طرح کمزہمت باندہ اور خواب گاہ سے نکل کر خون کے میدان میں آ۔ خزانے کے منہ کھول دے کہ بادشاہوں کا رویہ اسی دن کے واسطے ہوتا ہے۔ خصوصاً یہ رویہ تو تیرا جمع کیا ہوا بھی نہیں ہے۔ دوسروں نے اسے جمع کیا تھا تو اسے بے دریغ خرچ کر۔ جنگ میں اگر خدا نے تجھے کو فتح دی تو اسے خزانے بہت جمع ہو جائیں گے۔ اور اگر معاملہ برعکس

ہوا تو دشمن کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور اس فیاضی اور داد و بخش کی بدولت تیرا نام باقی رہ جائے گا۔ حسن اگرچہ یہ باتیں سن سن کر دل میں اور ہواساں ہوا جاتا تھا لیکن چونکہ اپنی بہتری کی سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہ تھی لہذا حکم دیا کہ شہر کے باہر لشکر جمع ہو۔ امیر خسرو لکھتے ہیں کہ اس کی حالت ایسی تھی جیسے پارے کی قُطی کہ باہر سے مستعمل نظر آتی ہے اور اندر لرزا پڑا ہوتا ہے۔ بہر حال دلی خرف کو جس طرح ہلکا چھپایا اور شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ محفل سوا سے باہر آیا۔ امرا اور سرداران لشکر اپنی اپنی فوجوں اور جنگی ہاتھیوں کے ساتھ گرد جمع ہونے لگے۔ ہندوؤں کے ساتھ ساتھ خسرو خاں کے مسلمان رفقا بھی تھے۔

”چنانچہ آمہختہ با آں سپاہاں کہ خیروات مسلمان با گلاہاں“
 لشکر کا اجتماع حوض خاص کے میدان میں ہوا جس کے مشرقی سرے پر آج کل فیروز تغلق کا مقبرہ اور مدرسہ بنا ہوا ہے۔ چونکہ سپاہ کی کثرت تھی اور ادھر غازی ملک کا رعب داؤں پر چھایا ہوا تھا لہذا بہت ہی قریب قریب تیرے جھائے گئے۔ لشکر گاہ کے سامنے ایک بے قاعدہ سی خندق اور پشمت کی طرف کچی دیوار بنائی گئی۔ اسی دیوار کے اندر روشن حوض تھا جس سے مختصر ہونے کے باوجود تمام اہل لشکر پانی پیتے تھے۔ اس مورچہ بندی اور کثرت تعداد و سامان کے باوجود امیر خسرو لکھتے ہیں کہ غازی ملک تغلق کی آمد آمد کی خبر ہندوؤں پر دنیا تاریک کیے دیتی تھی۔

”چو خورشیدے کہ بارں بر جہاں نور
 ہون بر شب پرک تاریک و دیدور“

پھر امیر خسرو ایک نئے عنوان کے تحت مہوں لکھتے ہیں کہ زر و گوہر نچھاور کرنا بھی اسی کے لیے مفید ہو سکتا ہے جو یہ کام اہمزی مرضی اور آزادی سے کرے ورنہ دشمنوں کے خوف سے اور عاجز ہو کر روپیہ لٹانا نہ دینے والے کی ناسوری کا باعث ہے نہ لینے والے کی احسان مندی کا۔ چنانچہ خسرو خاں نے بھی محل سے باہر آ کر جو روپیہ پانی کی طرح لٹایا اور اس میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہندوؤں نے اپنے گھر بھرے، اس سے بھی لوگوں کے دلوں میں تغلق کی قلمدار کا جو خوف جاگزیں تھا وہ کم نہ ہو سکا۔ خزانے کے اس طرح لٹا دینے کا ذکر برنی اور بعد کی تاریخوں میں بھی آتا ہے۔ لیکن تغلق کے منزل بہ منزل بڑھنے کی یہ تفصیل کسی تاریخ میں نہیں پائی جاتی جیسی تغلق نامے میں درج ہے کہ وہ ہانسی سے گزر کر مدینہ میں آیا اور وہاں سے دھتک پہنچا۔ پھر موضع سندوتی اور پالم سے بڑے کر اردلی پر پست کی کسٹبر ناسی پہاڑی کو عبور کر کے لہدوات کے میدان تک آگیا جس کے مشرق میں جمنا اور جنوب کی طرف چند میل پر قدیم دہلی (یعنی سیرس) واقع تھی۔ برنی وغیرہ نے بھی لکھا ہے کہ اس کا پڑاؤ اندرپست یعنی پڑانے قلعے کے قریب تھا اور غالباً اُس تمام علاقے میں پھیلا ہوا تھا جہاں آج کل ندی دہلی کی عمارتیں بنائی جا رہی ہیں —

اب فریقین ایک دوسرے سے چند میل کے فاصلہ پر آمادۂ جنگ تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ تغلق کے پڑاؤ پر پیش قدمی حسن کی طرف سے ہوئی۔ یہ شعبان سنہ ۷۲۰ ہجری کی چاند رات کا ذکر ہے۔ فرشتہ نے اور اسی کی دیکھا دیکھی حال کے انگریز مورخوں

نے سن کو غلطی سے سنہ ۷۲۱ ہجری لکھ دیا ہے اور راقم الحروف نے بھی اپنی تاریخ ہند میں یہی غلطی کھا لی ہے۔ لیکن تغلق نامے کے بیان کی تائید بدایونی کے علاوہ خود فرشتہ کے بیان سے بالواسطہ طور پر اس طرح ہو جاتی ہے کہ اس نے فیات الدین تغلق کی مدت سلطنت چار سال اور چار ماہ اور وفات ربیع الاول سنہ ۷۲۵ھ میں تعریض کی ہے جو اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ تخت نشینی کی تاریخ سنہ ۷۲۱ھ کی بجائے سنہ ۷۲۰ھ میں قرار دی جائے۔

بہر حال اسی شب کو عین الملک ماتانی اپنے خفیہ وعدے کے بموجب خسرو خاں کا لشکر چھوڑ کر صوبہ اُچین کی طرف چل دیا اور بظاہر اس ہنگامے میں خسرو خاں کو صبح تک اس بات کی خبر نہ ہوئی۔ وہ رات پور لشکر کی توثیق اور سرداروں سے مشاورت وغیرہ میں مصروف رہا اور صبح ہوتے ہی تیز تیز غازی ملک تغلق کے لشکر کی طرف بڑھا۔ اس کے زبونت لشکر اور سرداروں کی امیر خسرو نے خاصی تفصیل سے کیفیت لکھی ہے کہ ان میں یوسف خاں صوفی، کمال الدین صوفی، شایستہ خاں قر تمار، امیر حاجب کافور ”سہرور“ نائب امیر حاجب شہاب اودہ کا صوبہ دار اور اسی طرح کئی اور مسلمان سردار شامل تھے۔ خسرو خاں کا بھائی خانکھاناں اور ساموں (یا نانا) دندھول جسے رائے راباں کا خطاب دیا تھا، اور بہت سے نئے نئے امیر جو غلامی کے درجے سے یک یک اسارت و سرداری کے مرتبے تک پہنچے تھے، اپنی اپنی فرجیں لیے ساتھ تھے۔

لشکر کے آگے آگے جنگی ہاتھیوں کی صف تھی اور انہیں کے گرد دس ہزار جرار سوار برادو قوم کے، مرنے کی تھا نے ہوئے دیشمی رومال باندھ کر آئے تھے ان کے نام اھر دیو، امر دیو، نرسیا، پرسھا، ہرمار، پرسار، اور کالی کالی صورتیں تھیں۔ بعض پرچموں کے آگے جنگلی سور کے دانت لٹکتے تھے۔ غرض آدھی ہفتک و اور آدھی مسلمان سپاہ کثیر اور بڑے بھاری جنگی ساز و سامان کے ساتھ خسرو خاں میدان میں پہنچا اور ملک غازی تغلق کو جو اس دن اترنے کا ارادہ نہ رکھتا تھا، مجبوراً صف جنگ آراستہ کرنی پڑی۔ اس موقع پر بھی اس نے اپنے خاص رفیقوں کو بلاکر جنگ کا جوش دلایا اور ان سے جان نثاری اور جاں بازی کا از سر نو عہد لیا۔ ان سب نے اپنے آقا کے سر پر تصدق ہونے کے والوہ انگیز قول و قرار کیے اور کہا کہ اے سردار، تو ہمارا ولی نعمت ہے اور جہاں کہے گا ہم وہاں اپنی جان لڑا دیں گے اور تو دیکھے گا کہ ابھی ہم اپنے حملے سے اس لشکر کثیر کو کس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ اب غازی ملک نے مطہرین ہو کر اپنی صفیں آراستہ کیں۔ میٹھے پر بھانچے بھاء الدولہ کو اور دوسری فوج پر ملک بہرام ابیہ کو سردار بنایا۔ اس کے پہلو میں علی حیدر کا دستہ استدادہ کیا۔ میسرے پر ملک فخر الدین جونا اور اپنے بہتیچے اسک وغیرہ چار سردار مقرر کیے۔ قلب لشکر کی قیادت خود اپنے ذمے لی۔ یہ بھی حکم دیا کہ ہر سردار اپنے جھنڈے پر مور کے پر باندھ لے تاکہ غنیم کے جھنڈوں اور اپنے علم میں امتحاز دے۔ دوسرے بقول امیر خسرو کے یہ مور کے پر کفار مغول کی

لڑائوں میں بھی تغلق کے پرچم پر بلندھے رہا کرتے تھے اور اس کی فتوحات نے انہیں مبارک و مسعود مشہور کر دیا تھا۔ اسیر خسرو نے یہ دلچسپ تفصیل بھی تغلق نامے میں کی ہے کہ اس موقع پر غازی ملک کے لشکر کی پلول لفظ ”قلا“ تھی (نمبر ۲۳۶۴) اور اس نعرے کو سن سن کر خسرو خاں کی آنکھوں میں اندھیرا چھایا جاتا تھا۔ (نمبر ۲۳۷۸) —

پھر ایک نئے عنوان کے تحت میں اسیر خسرو جنگ کا حال لکھتے ہیں کہ دونوں لشکروں کے آمنے سامنے آتے ہی خسرو خاں کی ایک فوج نے اس شدت سے تغلق کے لشکر پر حملہ کیا کہ اپنے سامنے سے سب کو دھکیلتے ہوئے لشکر کے پڑاؤ تک پہنچ گئے اور ملک غازی تغلق کے پاس ایک دستہ فوج کے سوا جس میں تین سو سوار تھے کوئی نہ بچا تھا *۔ لیکن ٹھوڑی دیر میں اس کے خاص خاص سردار گرد و پیش جمع ہو گئے اور انہوں کو ساتھ لے کر ملک غازی نے دشمن کے بے حساب لشکر پر حملہ کیا۔ حملہ آوروں کی تعداد پوری پانسو بھی نہ تھی (نمبر ۲۳۹۰) لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ چٹاخی حملہ کچھ ایسا ہی موقع ہوا تھا کہ غلام کے لشکر میں پریشانی پیدا ہو گئی۔ تغلق کا گھوڑا معرکے میں ہر طرف پھیں پیش نظر آتا تھا۔ اور اسیر خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہے (نمبر ۲۳۱۲) کہ حسن خاں کے چھتر پر بھی اسی کا وار ایسا کارگر پڑا کہ چھتر خسرو خاں کے سر پر اُلٹ

* اسی واقعہ کو ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں تحریر کیا ہے۔

کے گرا اور اسی کے ساتھ اس کے لشکر کی ترتیب بگڑ گئی۔ خسرو خاں بدحواس ہرگز بھاگا۔ اس بدحواسی سے اقلے بڑے لشکر میں فضا بکری ہلچل مچ گئی کہ ہر شخص جدھر مدد اُتے بھاگتا تھا اور خود اپنی صدیوں ایک دوسرے پڑیلی پڑتی تھیں۔ بھاگنے والوں کو حملہ آوروں کے وار روکنے کا بھی ہوش نہ تھا اور بھاگتے میں زخم کھاتے اور مرتے چلے جاتے تھے۔ بعض لوگ بغیر لڑے ہتھیار ڈال دے تھے اور بعض چھوٹنے کے لیے گڑھے اور کھائی ڈھونڈتے تھے۔ اس ہلکامی قیامت میں بھی تغلق کی فوجوں نے جو معلوم ہوتا ہے کہ اب پوری قوت سے پامت پڑی اور تعاقب کر رہی تھیں، مسلمان سپاہیوں کی کچھ نہ کچھ رعایت کی مگر تغلق کے لشکر میں ایک معقول تعداد پنجاب کے ہندو کھوکھڑ (گکھڑ) سپاہیوں کی تھی۔ انہوں نے غنیم کے مسلمان سپاہیوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ غرض ہر طرف مار دھماکے اور چیخ پکار کا شور تھا اور خسرو خاں کو بھٹکا دینے کے بعد تغلق کی فوجیں لڑتے مار کرنے لگی تھیں کہ یکا یک ایک طرف سے ہندوؤں کے ایک لشکر نے حملہ کیا۔ ملک غازی کی نظر نے فوراً اس خطرے کو پہنچ لیا۔ حملہ آوروں کی صدائے ”نارائن“ کے ساتھ اس نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ باوجود اس کے یہ حملہ اتنا تیز اور تند ہوا تھا کہ غازی ملک کے سنبھلتے سنبھلتے حملہ آوروں نے اس کی فوج کے بہت سے جھنڈوں کو کات کات کے گرا دیا مگر غازی نے اسی وقت ایک سپاہی کو اشارہ کیا کہ اس کا خاص علم جس پر مہچلی بنی ہوئی تھی قائم کرے اور نقارچی کو حکم دیا کہ تو گھوڑے پر جم کے بیٹھ جا

اور برابر نقارے پڑ چوب لگائے جا۔ اگر تو نے آج میرے سامنے
نوبت بچانے میں کمی نہ کی اور خدا نے مجھ کو فیروز مند کیا
تو تیرا نقارہ اشرفیوں سے بھریوں گا۔ اور جس شخص نے علم
گڑا تھا اس سے کہا کہ اگر تو بھی اسی طرح علم کو ایسے قائم
رہا تو تیرے قد سے اونچا روپیے کا تھیر لگا کر تجھے مچھلی کی
طرح اس میں ترا دوں گا۔ کیونکہ اگر یہ میرے جھنڈے کی مچھلی
قائم اور نقارہ بچ رہا ہے تو پھر مجھے کو دشمن کی سو صفوں
کا بھی خوف نہیں ہے (نمبر ۲۴۸۴ تا نمبر ۲۴۹۸)۔ امیر خسرو
لکھتے ہیں کہ غازی کی اس حکمت اور ہمت کی بدولت کہ
تین تین میدان میں جتا رہا اور اپنا علم قائم رکھا، اس کے سوار جو
منتشر ہو گئے تھے جھنڈے کو دیکھ کر اس طرف جمع ہونے لگے۔
اب اس نے فور سے دیکھا تو دشمن کا ایک زبردست لشکر بہت فاصلے
پر نظر آیا جس کے ساتھ تھوڑے سے ہاتھی بھی تھے۔ اور نہیب
میں ہونے کی وجہ سے یہ فوج پوری طرح نظر نہ آتی تھی اور
اب تک ملک غازی کے حملوں سے محفوظ رہی تھی۔ دریافت کرنے
سے معلوم ہوا کہ یہ خسرو خاں کے چند مسلمان سواروں کی فوج
تھی۔ ہندو فوج کا ایک دستہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ اور
خسرو خاں کا خاص رفیق یوسف ہوفی خاں ان میں موجود
تھا۔ پس تغلق نے اس طرف رخ کیا اور ایک ہی حملے میں
اس فوج کو بھٹا دیا۔ اب دشمن سے میدان خالی اور فتح کے کامل ہونے
میں کچھ کسر نہ رہی تھی۔ غازی ملک اپنے پڑاؤ کی طرف پلٹا۔ اس
کے سپاہیوں نے سوائے کھوکھڑ اور وحشی افغانوں کے زیادہ غارتگری

نہیں کی۔ اور مسلمان عموماً موت مار سے محفوظ رہے، البتہ بھاگلے والے ہندو سپاہی اور سردار جن کو خسرو خاں کی داد و دھس نے حال میں مالا مال کیا تھا ان کے زر و جواہر خوب لقمے:-
 ”گروہے گوہر جاں داد برباد گروہے را قضا گلج گہر داد
 جہاں را دیو شد کانیں چنبن است کہ ہرچہ اودا جکرایں رانگین است
 کسے کو پشت داد و پس نہ بھند بغارت رڑے او را کسی نہ بیند
 غرے با پڑ مثل شد در شہانی کہ در غارت نہا شد مہربانی“

(۱۰)

”بشارت دادیں اسباب شاہی و جہاں داری

دل غازی ملک را بہر مسند ز انجم و اختر“

فتح کے بعد جس کا تعلق نے سب سے پہلے سجدۂ شکر ادا کیا، امیر خسرو نئی داستان مذکورۃ بالا عنوان سے شروع کرتے ہیں۔ تمہید میں لکھتے ہیں کہ آدمی کا بلند و پست ہونا تقدیری امور ہیں۔ اس میں نہ اپنی کوشش کا دخل ہے نہ کسی دشمن کی مخالفت چل سکتی ہے۔

ز تقدیر است چوں بھنی بہ تمیز خواص قابلیت در ہمہ چہز
 یکے را کز بلندی بہرہ مند است نیار پست ماندن چوں بلند است
 دگر کز آسمانہں بہرہ پستی است رہس با چار سوئے زیو دستی است
 اب غازی ملک کے تخت شاہی پر پہنچنے کا حال سنو کہ
 وہ اس روز اپنے پڑاؤ پر ہی رہا۔ فتح کے ساتھ ہی ہر طرف سے گویا
 زمین و آسمان اسے زبان حال سے بادشاہی کی بشارت دیتے تھے لیکن
 ملک غازی اس جذبۂ ہوس کو دل ہی دل میں دبانا اور کہتا تھا

خلاصہ مثنوی

کہ میں ایک سپاہی آدمی ہوں۔ مجھے مسلک شاہی کے پاس نہ پھٹکنا چاہیے کیونکہ بادشاہی بڑی ذمہ داری اور درد سر کا کام ہے۔ لیکن امیر خسرو لکھتے ہیں کہ جس کو آسمان نے اس کام کے لئے بنایا ہو اسے تقدیر منصب شاہی پر لائے بغیر نہیں چھوڑتی۔ اس کی مثال میں ایک حکایت لکھ کر، بیان کرتے ہیں کہ صبح کو جو شعبان مبارک کی پہلی تاریخ تھی، ہزاری ملک آہستہ آہستہ پائے تخت دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ جلوس کے آگے آگے ہاتھیوں کی صف تھی جو اسی لڑائی میں ہاتھ آئے تھے۔ نوبت والے طبل و دسامہ بجاتے ”نقیب درد پاش“ کی آوازیں نکاتے، چل رہے تھے۔ پیادہ و سوار ننگی تلواریں لیے، نیزے چمکاتے آگے تھے۔ یہاں تک کہ جلوس قصر شاہی تک پہنچا اور تغلق نے گھوڑے سے اتر کر وہیں فرش زمیں پر دوبارہ سجدہ شکر ادا کیا۔ پور عہد و امرا سب کو بلا کر جان بخشی اور عام معافی کا مژدہ سنایا۔ سب کو اپنے برابر عزت سے بٹھایا اور یہ تقریر کی کہ میں ایک معمولی آدمی تھا۔ سلطان جلال الدین مغرور نے اپنی عنایت سے مجھے مقرب بنایا۔ اس کے انتقال کے بعد مجھے تردد رہا کہ اتنے میں اقبال علانی کا انتخاب طلوع ہوا اور میں نے بھی بادشاہ کی خدمت اختیار کی۔ میں پہلے بادشاہ کے بھائی الغ خاں کی ملازمت میں رہا اور اس کی نوازشوں سے بہرہ مند ہوا اور جب وہ گذر گیا تو بادشاہ کی خدمت گزار کی۔ اور اسی بادشاہ کی عنایت سے اس درجہ امارت و سرداری تک پہنچا۔

لوگوں نے تغلق کی یہ تقریر سن کر کہا کہ اے امیر! تو اپنی

خوبہاں دوسروں سے کیوں منسوب کرتا ہے جب کہ ہم تیرے حال سے بخوبی واقف ہوں۔ جس وقت بادشاہ نے رنٹلبھور کا محاصرہ کیا اور اپنے لشکر گاہ کے گرد ایک حلقہ بنایا اس وقت رائے رنٹلبھور نے ایک چھوٹے لشکر سے اس حلقے پر شدید حملہ کیا جس سے بادشاہ کی فوج میں ہلکا سا ہرجا ہو گیا۔ اس وقت بادشاہ نے تجھے ہی کو حکم دیا اور تو ہی نے اپنی شجاعت اور کوشش سے حملہ آوروں کو شکست دی تھی۔ اسی فتح کی جلدی میں بادشاہ نے تھرا اہواز و اکرام کیا۔ پھر جب اس بادشاہ (یعنی سلطان جلال الدین) نے وفات پائی اور علاء الدین اس کا جانشین ہوا تو اپنی وفاداری کی وجہ سے تو اپنے عہدے پر بحال رہا۔ بعد ازاں جب مغلوں نے دکن (موجودہ ضلع بلنہ شہر) کی طرف یورش کی اور بہت سے مسلمانوں کو غلام بنا لیا، اس وقت بادشاہ نے تجھے کو مقابلے میں بھیجا۔ وہ چار تین یعنی چالیس ہزار کا لشکر تھا۔ اور اس کے چاروں سردار مغل شہزادے تھے مگر تو نے تھوڑے ہی عرصے میں اس لشکر کو شکست دی۔ اسی طرح کئی مغل سرداروں کو پے درپے شکستیں دیں اور ہر معرکے میں سرخ رو ہوا۔ پھر سمندر کے قریب ہونبل (؟) کے مقام پر کفار مغل سے جو دس ہزار چیدہ جنگ آرساں کے ساتھ آئی تھی اور ان کے سردار کا نام بھی تغلق تھا، شدید جنگ ہوئی۔ مگر وہ تغلق کفر کی حمایت میں، اور تو دین کے لیے لڑا تھا اس لیے خدا نے تجھے کو فتح کامل عنایت کی۔ ہونبل کے راجہ سے بھی تو نے خراج اور سمندر کا محصول واداری وصول

کہا - پھر حیدر و زہرک کے لشکروں کو شکستیں دیں - غرض کہاں تک تفصیل کی جائے کہ تجھے اتھارہ ہڑے ہڑے معرکوں میں فتح حاصل ہوئی ہے - ان کے بعد یہ تازہ فتوحات تھیں جو تجھے لشکر دہلی پر میسر آئیں - شہر خدا حضرت علی کے بعد اٹلی فتوحات ابو مسلم کے سوا کس کو حاصل ہوئیں - خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے تجھے اس کامیابی کے لیے زندہ رکھا ورنہ کتلے ہی امرا ہلاک ہو گئے - اب جب کہ تو اٹلی ہلاؤں سے محفوظ رہا ہے ، تخت شاہی پر جلوس فرما اور سلطنت کو از سر نو رونق دے (تا نمبر ۲۶۸۱) -

ملک غازی نے کہا کہ میرا جواب وہی ہے کہ میرا قاج و تخت میری قید و کمان ہے - جس طرح بادشاہوں سے قبیح آزمائشیں نہیں ہوتی ، اسی طرح جنگ آزمائشوں سے نچلا نہیں بیٹھا جاسکتا - مجھے سلطان علاء الدین کی مہربانی سے یہ مرتبہ ملا - اس لیے مجھے پر اس بادشاہ کا بہت بڑا حق واجب تھا - جب میں نے سنا کہ کافر نعمت خسرو خاں نے اس کی نسل کو مٹا دیا ، اپنے ولی نعمت خلیفہ وقت ، قطب الدین کو قتل کر دیا ، اس کی بیویوں اور بچوں کو بھی مروا دیا - اور طرح طرح کی شرمناک بدعتیں کیں ، تو دنیا میری آنکھوں میں تاریک ہو گئی - میں نے بھی نوحہ و ماتم کیا اور اپنے دل سے کہا کہ ایسی زندگی پر حیف ہے کہ میرے اولیائے نعمت اس طرح مارے جائیں اور میں ان کا انتقام نہ لوں - حقیقت میں میں نے تین نعمتیں کیں تھیں - ایک تو یہ کہ میں یہی اسلام کی راہ میں جہاد کروں گا - دوسرے یہ

کہ اس مبارک موزمن کو ایسے کہنے ہندو زادے کے ہاتھ سے چھین لوں اور ان شہزادوں یا عالی نژادوں کو مراتب سلطنت پر ممکن کروں جو اس کے اہل ہیں۔ تیسری نیت یہ تھی کہ جن کافر نعمتوں نے نسل شاہی کو اس بے رحمی سے برباد کیا ہے انہیں کھنڈ کر مار کو پھینچاؤں۔ یہ نیتیں محض خدا کی رضا جوئی کے واسطے تھیں اور خدا کے فضل سے میری مضبوط ہمت نے ان تینوں ارادوں کو اتمام کو پہنچایا۔ اور جب مہدی مراد برآئی تو اب میں تمام عمر اس دن کی کامیابی کا شکر ادا کروں گا۔ میں تخت بادشاہی کا جوہا نہیں ہوں اور سوائے دینی جہاد کے تلوار نہ کھینچوں گا۔ اب اگر نسل شاہی میں سے کوئی شخص بھی زندہ ہے تو یہ تخت سلطنت اسی کے نام لکھا جائے۔ اور اگر ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے تو یہاں اور بہت سے بڑے بڑے اسیر موجد ہیں۔ مجھے اپنا گھوڑا اور دیو پالپور کا ویرانہ سب سے زیادہ پسند ہے (قا نمبر ۲۷۲۳) —

اکابر ملک نے پھر اس کے پاؤں چوسے اور اصرار کیا کہ کلاہ بادشاہی تیرے ہی لئے موزوں ہے۔ اگر تاج کے لائق کوئی اور سر ہوتا تو تقدیر الہی یہ عزت و مرتبہ اسی کو بخشتی۔ ہم جو آج تیرے سامنے زیر و سرنگوں کھڑے ہیں کیوں کو تیرے مقابل میں تحفہ سلطنت کے سزاوار ہو سکتے ہیں۔ تغلق نے پھر وہی عذر کیا اور اسیروں نے پھر اصرار کیا۔ تغلق نے کہا کہ میں کوئی بچہ نہیں ہوں کہ آپ لوگوں کی ان تقریروں سے بادشاہی کے شوق میں اس کی دشوار ذمہ داریوں کو بے قائل اٹھا لوں۔ دوسرے اگر میں

نے بادشاہی قبول کی تو لوگ بھی کہیں گے کہ میں نے اسی غرض سے تلوار کھینچی تھی۔ لوگوں نے آخر میں یہ دلیل بھی پیش کی کہ اگر تیرے سواے کوئی دوسرا تخت پر بیٹھا تو وہ تجھ سے خائف اور اس لیے تیری مخالفت پر آمادہ ہوے بغیر نہ رہے گا جیسا کہ ابو مسلم کے معاملے میں ہوا کہ اس نے جعفر کو تخت خلافت پر بٹھایا اور جعفر نے اپنی حفاظت کے لیے خود اسی کو قتل کرایا۔ اس پر خسرو لکھتے ہیں کہ یہ بات سن کر تغلق بھی سوچ میں پڑ گیا اور وہ ابھی اسی تردد میں تھا کہ در سے اس کے سامنے تین چتر نمودار ہوئے۔ اس وقت اسے اپنا وہ خواب یاد آیا جس میں اس نے اپنے سر پر تین چاند چمکتے دیکھے تھے۔ اور بالآخر لوگوں کی درخواست اور تخت شاہی کو بخشش الہی سمجھ کر قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی —

تخت شاہی کے لیے اس رد و کد کا حال بڑی اور بعد کی قاریخوں میں بھی موجود ہے۔ - ہرنی نے تصریح کی ہے کہ یہ مجلس قصر ہوارستون میں منعقد ہوئی تھی۔ ابن بطوطہ نے یہ دلچسپ روایت بھی لکھی ہے کہ ملک تغلق اپنے دوست بہرام ابیہ کو بادشاہی کی دعوت دیتا تھا۔ بہرام نے انکار کیا اور کہا کہ اگر تم تخت شاہی قبول نہیں کرتے تو ہم تمہارے بیٹے فخرالدین کو بادشاہ بنا لیں گے۔ یہ سن کر تغلق نے بہتر بھی سمجھا کہ خود بادشاہی قبول کر لے —

(۱۱)

جلوس شہ غیاث الدین و دنیا تغلق غازی
فراز تخت سلطانی چو افریدون واسکند

دوسرے روز یعنی ہفتے کی صبح تغلق نے تخت سلطنت پر جلوس رکھا اور سلطان غیاث الدین اس کا شاہی خطاب قرار دیا۔ پھر دو منظوم عنوانوں کے تحت میں امیر خسرو نے خسرو خان اور اس کے بھائی کی گرفتاری اور قتل کا حال تحریر کیا ہے کہ دونوں بھائی قواری میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے۔ خانخانان کسی بڑھیا کے گھر میں جا چھپا تھا لیکن بالآخر اسی روز تغلق کے سواروں کو اس کا پتہ مل گیا۔ انہوں نے فخر الدین جونا کو، جسے اس موقع پر پہلی مرتبہ تغلق ناسے مہن الغ خاں کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے (نمبر ۲۸۱۵) خبر کردی اور اس مکان تک لے آئے۔ الغ خاں نے وعدہ کیا کہ بادشاہ تیری جاں بخشی کر دے گا لیکن جب وہ گرفتار ہو کر تغلق کے سامنے لایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اسے شہر میں پھرایا جائے اور جس طرح اس نے مستورات کی پردہ دری کی تھی اس کی بھی تشہیر کی جائے۔ چنانچہ بڑے بڑے بازاروں میں اس کو پھرایا گیا۔ اور اس کے بعد سڑکات کرکنگرے پر لٹکا دیا گیا۔

پھر امیر خسرو ایک پند آسوز تمہید کے بعد لکھتے ہیں جب خسرو خاں شکست کھا کے میدان سے بھاگا تو چند ہم قوم ہوانو سوار بھی اس کے ساتھ تھے۔ وہ تھوڑی دیر ہر طرف دھرتے پھرتے کہ امن کی جگہ یا پناہ کا راستہ مل جائے۔ لیکن اس دواوش میں راستہ بھول گئے اور خسرو خاں اپنے ساتھیوں سے بھی الگ ہو گیا۔ اور گرتا پڑتا ایک ویوان باغ میں جا چھپا۔ برنی نے لکھا ہے کہ وہ اپنے قدیم آقا ملک شادی کے مقبرے کے باغ

میں جا چھپا تھا۔ اور دوسرے روز وہاں سے گرفتار ہو کے آیا۔
ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ وہ تین دن تک درابر باغ میں چھپا رہا
اور پھر بھوک سے بے قرار ہو کر ایک باغبان کو اپنی انگوٹھی دی
کہ اسے گروی رکھ کر کچھ کھانا لائے۔ یہ انگوٹھی پمڑی کٹی اور
اسی سے خسرو خاں کا کوتوال کو سراغ مل گیا۔ تغلق فاسے میں
لکھا ہے کہ بادشاہ نے الغ خاں کو اسے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔
غرض وہ گرفتار ہو کر تغلق کے سامنے پہنچا ہوا۔ بادشاہ نے اس
سے سوال کیا کہ اے ظالم تو نے اپنے ولی نعمت کے ساتھ یہ کیا
کیا کہ اس نے تجھے کو اپنے دل میں جگہ دی اور تو نے اس کا
خون کر دیا۔ خسرو خاں نے جواب دیا کہ میرا حال دنیا
کو معلوم ہے —

”اگر نارفتلی بر من ذرفتمی زمن نا آسدمے وین فن ذرفتمے“
اس بہت میں قطب الدین کی بد فعلی کا اشارہ ہے جس کا
ہونی نے بار بار اور خاصی صراحت سے ذکر کیا ہے۔ تغلق کے سوال
پر کہ شہزادوں نے قیصر کیا بازار تھا جو ان کو اس بے رحمی سے
قتل کیا۔ خسرو خاں نے جواب دیا کہ یہ مشورہ میرے رفیقوں
نے مجھے دیا تھا۔ اس کا الزام حقیقت میں مجھے پر نہیں۔ پھر
جب پوچھا گیا کہ قنضت و سلطنت پر تو نے کیوں قبضہ کیا تو
اس نے کہا کہ میں کسی شہزادے کو قنضت پر بٹھانا چاہتا تھا
مگر میرے بدرائے مشہوروں نے مجھے تروایا کہ اگر تو ایسا
کرے گا تو تیری ذہر نہ ہو گی۔ تغلق نے یہ سوال بھی کیا تھا
کہ مجھے پر تو نے کہوں فوج کشی کی۔ خسرو خاں نے کہا کہ

میں تبکو پام تک کا علاقہ دینے پر تیار تھا لیکن یہ رائے بھی نہ چلی اور خدا نے تبکو غالب اور تخت و سلطنت کا وارث پیدا دیا۔ آخر میں خسرو خاں نے جاں بخشی کی درخواست کی اور یہ بھی کہا کہ اسے اندھا کر کے کسی گاؤں میں گوشہ نشینی کی اجازت دے دی جائے (نمبر ۲۹۰۶) مگر خلیفہ نے اسے قبول نہیں کیا اور کہا کہ میں نے بادشاہ اور شہزادوں کا انعقاد لینے کے لئے یہ جنگ کی تھی اور تبکو زندہ چھوڑنا میرے عہد اور اعلان کے خلاف ہوگا۔ پھر چلاؤں کو حکم دیا کہ جس جگہ سلطان قطب الدین سہارک شاہ کو خسرو خاں نے قتل کرایا تھا اسی مقام پر لے جا کر خسرو کا سر قلم کر دیا جائے۔ چنانچہ سر کاٹ کر صحن میں پھینک دیا گیا کہ آبلہ و روند کے قدسوں میں پامال ہو۔ اس کے قتل ہونے کی قریب قریب یہی روایت ابن بطوطہ نے لکھی ہے —

.....

تغلی نائے کا جو نسخہ موجود ہے وہ اسی بیان اور ہیئت نمبر (۱۹۲۰) پر ختم ہو گیا ہے۔ لیکن صفحے کے آخر میں ترک موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے آگے کے کچھہ اوراق ضائع ہو گئے ہیں۔ ایک عنوان بھی آخری صفحہ سے دو تین ورق پہلے حاشیہ پر تحریر ہے جو غالباً آخری فصل کا عنوان تھا۔ اور وہ یہ ہے —

حدیث چتر و کشور دامن شہزادگان و انکہ

بشغل آراستن کار ملوک و بندہ و چاکر

معلوم ہوتا ہے کہ اس آخری فصل میں لوگوں کے خطابات و خدمات کی تصریح تھی۔ اور پھر وہ اشعار ہوں گے جو حمایتی نے خاتمے پر تصدیق کئے تھے۔ لیکن جیسا کہ مقدمہ کتاب میں بحث کی گئی ہے یہ آخر کے اوراق جو تلف ہو گئے تعداد میں کچھ زیادہ نہیں ہو سکتے —

سہد ہاشمی

چندر آباد - شوال سنہ ۱۳۵۱ھ



مقدمہ

(نا تمام)

نوشتہ مولوی رشید احمد صاحب انصاری مرحوم

حضرت 'امیر خسرو' رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف میں تفاتی نامہ سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ ضروری اور زیادہ قیمتی تصنیف ہے۔ عام مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ وہ حضرت امیر کی سب سے آخری تصنیف ہے بلکہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون * میں یہ لکھا ہے کہ یہ نظم تمام ہونے نہیں پائی تھی کہ حضرت امیر کی وفات ہوگئی۔ اس کی اہمیت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ خالص تاریخی تصنیف اور اس میں قطب الدین مبارک شاہ کے قتل سے لے کر غیاث الدین تغلق کی تخت نشینی تک کے نہایت تفصیلی واقعات ملتے ہیں جن سے ہماری موجودہ کتب تواریخ ساکت ہیں۔ بلاشبہ تاریخ علانی +

* کشف الظنون مطبوعہ دارملی مدعہ () اس میں تغلق نامہ کو تفاتی نامہ لکھا ہے جو چواچہ کی غلطی ہے —
+ صیغہ خسرو کے سلسلہ میں تاریخ علانی کی تصحیح اور متعدد نسخوں کے ساتھ اس کا مقابلہ میں کرچکا تھا۔ افسوس ہے کہ اب تک اس کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی —

ایک ایسی کتاب ہے جس کو قاریخی کہا جاسکتا ہے اور جس میں حضرت امیر نے سلطان علاء الدین خلجی کی بعض فتوحات کو اپنے خاص شاعرانہ انداز میں صنایع بدایع کے سخت التزام کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے بھی بعض قاریخی فہم فہمیوں کی اصلاح ہو جائے۔ لیکن تاہم اس کی قاریخی حیثیت کے مقابلہ میں ادبی حیثیت زیادہ غالب ہے اور اس لحاظ سے وہ تعلق نامہ کی برابر ہی نہیں کر سکتی۔

ان دونوں باتوں کے علاوہ خاص وجہ تعلق نامہ کی اہمیت کی یہ ہے کہ وہ صدیوں سے کم یاب یا نایاب یا قطعاً مفقود سمجھی جاتی ہے۔ تمام مورخ اور تذکرہ نویس یا تو اس کی کم یا ہی کی شکایت کرتے ہیں یا اس کے فقدان پر افسوس کرتے ہوئے دیکھ جاتے ہیں۔ اور جہاں تک مجھے علم ہے کوئی شخص اس بات کا اقرار نہیں کرتا کہ اس نے تعلق نامہ کو دیکھا ہے۔ البتہ حاجی دہلوی نے اس کتاب کے متعلق اس قدر صحیح بیان دیا ہے جس سے گمان غالب ہوتا ہے کہ اس نے یہ کتاب ضرور دیکھی ہے۔ اس زمانہ میں نئی تصانیف ایک ملک سے دوسرے ممالک میں جس سرعت کے ساتھ پہنچ جاتی تھیں اس سے کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کتاب بھی قسطنطنیہ پہنچ گئی ہو اور حاجی دہلوی کی نظر سے گزری ہو اور چونکہ وہاں کے شاہی کتب خانے اس وقت تک محفوظ ہیں اس لیے یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ اس کتاب کا کوئی نسخہ اس وقت تک وہاں کے کتب خانہ میں محفوظ ہو۔

بہر حال حاجی خلیفہ کے الفاظ یہ ہیں:

جب نواب عمادالہاک بہادر کی تحریک پر مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں فراہمی و ترتیب تصانیف خسروی کا کام شروع ہوا تو اس کے کارکنوں کی خاص توجہ تغلق نامہ کی طرف مبذول ہونا ایک قدرتی بات تھی چنانچہ اس کی تلاش میں سب سے زیادہ اہتمام کیا گیا۔ خداوند تعالیٰ نواب اسحاق خاں کو غریقِ رحمت فرمائے۔ عجب نیک دل اور پاک باطن بزرگ تھے۔ تصانیف خسرو کے ساتھ جس قدر ان کو دلچسپی تھی اور جس قدر شوق تھا وہ ظاہر ہندوں کی نظر میں خبط بلکہ جنون کے درجہ کو پہنچ گیا تھا، اور تغلق نامہ کے ساتھ تو ان کو خاص شغف تھا۔ ہر صاحب ذوق سے وہ اسی کا تذکرہ کرتے اور یہی فرمایش کرتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ انہیں کے جذبِ قلبی اور نہکِ ذہنی کا ثمرہ تھا کہ ایک ایسی کتاب جس کی تصنیف کو چھ صدیوں سے زائد زمانہ گزر چکا ہے اور مورخین سوائے نام کے اس کی نسبت اور کچھ نہیں جانتے اور جس کے مفقود ہوجانے پر علمی دنیا متفق ہو چکی تھی از سرنو پھر عالم وجود میں آئے اور زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر اہل شایقین کے ہاتھوں میں اس کی رسائی ہو۔

تغلق نامہ کا انکشاف جن ابتدائی مراحل سے گزر کر پایہ تکمیل کو پہنچا ان کی رویداد نہایت دلچسپ اور سننے کے قابل ہے۔ یہاں اس کو مختصراً بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس بیان کو سرسری نظر سے دیکھنے والے ممکن ہے کہ یہ خیال کریں کہ تغلق نامہ کی ایجاد کا فخر صرف اس خاکسار کو حاصل ہے۔ مگر حقیقتاً یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ اس فخر

میں جناب مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی سیرے ساتھ شریک ہیں بلکہ شریک غالب ہیں۔ وہ اس تحریک کے بانی ہیں۔ * سب سے پہلے انہوں نے جہانگیر نامہ پر ایک مبسوط تفسیر لکھی۔ جس میں وہ اگرچہ کسی صاف نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے لیکن ان بحثوں اور کاوشوں سے میں نے ضرور فائدہ اٹھایا جس کا میں اعتراف کرتا ہوں۔ جس طرح اس تحریک کا آغاز ہوا اس کو مولانا شروانی ہی کے الفاظ میں میں بیان کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔ آپ اپنے تنقیدی مراسلے میں جو فواب استحقاق خاں مرحوم مغفور کے نام ہے تحریر فرماتے ہیں:

”تہصرۃ + طبع ثانی ایک ہفتہ ہوا موصول ہوا۔ غایت دلچسپی کی وجہ سے نے میں اس کو مکرر پڑھا۔ تغلق نامہ کے متعلق آپ کی تاسف آمیز تھریر پڑے کہ دل میں ایک حسرت کی موج اٹھی اور اس خیال سے دل توپ کر رہ گیا کہ کاش میں اس کا نسخہ حاضر کر سکتا۔ اسی اضطراب میں خیال آیا کہ نعت خانہ میں حیاتی کاشی کا جہانگیر نامہ ہے جو بجواب تغلق نامہ لکھا گیا تھا۔ اس کو دیکھنا چاہیئے شاید حالات پر کچھ روشنی پڑے۔ اس کو نکال کر دیکھا۔ حسب ذیل واقعات معلوم ہوئے.....“

غرض کہ مولانا شروانی کا مراسلہ جس کا خلاصہ اوپر دیا گیا ہے

* جہانگیر نامہ کا نسخہ جو بعد میں تغلق نامہ ثابت ہوا انہوں نے کتب خانہ سے نکلا۔

اور جہانگیر نامہ کا قلمی نسخہ نواب اسحاق خاں مرحوم نے آخری فیصلہ کے لیے خاکسار کے سپرد فرمایا۔ میں نے ان دونوں چھوڑ کر سرسری نظر سے دیکھا۔ مجھے کو قطع نظر اس بات کے کہ حیاتی کے اقوال کا صحیح معنی کیا ہو سکتا ہے اس کتاب میں حضرت امیر خسرو کی روح محسوس ہوئی اور آخر کار مجھے پر منکشف ہو گیا کہ سوائے چند ابتدائی اوراق کے جو حیاتی کاشی کے طبع زد ہیں اور جس میں اس نے جا بجا اپنا نام لکھا ہے باقی تمام کتاب امیر خسرو کی ہے اور یہ وہی کتاب ہے جس کا نام تغلق نامہ ہے اور جس کی نسبت علمی دنیا مدبروں سے یقین کر چکی ہے کہ یہ مفقود ہو گئی —

میں نے اپنی یہ رائے مع ان دلائل کے جو اس سرسری مطالعہ کے وقت میرے خیال میں آئے اور جو اثبات مدعا کے لیے کافی تھے لکھ کر بھیج دی تھی۔ جو تبصرہ ثانی میں مولانا شروانی کے مراسلہ کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ مگر اس بحث کی اہمیت کا لحاظ کر کے میں چاہتا ہوں کہ ان تمام دلائل و شواہد کو جو میں نے اس وقت لکھے تھے اور نیز جو عذوق مطالعہ اور مؤید غور و فکر کے بعد میرے خیال میں آئے زیادہ توضیح اور تفصیل کے ساتھ لکھوں :

(۱) جہانگیر نامہ اور عشقیہ میں بیان کا انداز اور ترکیبوں

کی بندش اور قوافی کی نشست بائبل متحد واقع ہوئی ہے بلکہ بعض اوقات پورے پورے مصرعے اور شعر باہم مل جاتے ہیں۔ اور سوائے ایک دو لفظوں کے کچھ فرق نہیں ہوتا۔ مقابلہ کے لیے

مقدمہ نا تھام

میں نے عشقیہ کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ وہ حضرت امیر کی
 اواخر عہد کی تصنیف ہے اور متعدد واقعات و قوف کتاہوں میں
 مشترک ہیں۔ اور بھر بھی دونوں کی ایک ہی ہے۔ چاند شعر
 ملاحظہ ہوں:—

جہانگیر نامہ

عشقیہ

ہمی گفت آسمان را آفتابیں	}	ازاں بے مہر شد دینار خورشید
کہ سکہ می شوم بہر خطابش		کہ دارن سکہ نام تو امید
گہر ہائے کہ گوہر پاہی از امید	}	گہر ہائے کہ ہر یک را ز امید
بنور چشم خود پرورد خورشید		بصد خون جگر پرورد خورشید
ازاں خون و ز سوج اشک رنگیں	}	ز کو ہش بو رخ پو خون و رنگین
حنا می ہست بدست نگارین		حنا می ہست ہر دست نگارین

— * —

چو دولت مراد را بر سر نہد تاج	کسے کز سہر گردوں بہرہ مند است
فتد ز اسہب او دشون بتاراج	ز انجم ہچچو انجم سر بلند است
بہر قفلے کہ دستش یار گردد	اگر چو یک کلید کار در مشت
ہر انگشتی کلید کار گردد	کلیدے گرد از دستش ہر انگشت
بہر منزل کہ جایش در زور آید	چو عون غیب پیہی مقبل آید
مراد از بام و کام از در در آید	غرض ہش از تمنا حاصل آید
بہ تعظیم آسمان بوسہ جبینش	ہندوش آرزو باشد بسیلہ
بسلاطتی دہد ز انجم تکینش	کہ بیش از خواست ہش آید خزینہ
ز تقدیر است چوں بہنو بہ تہہز	ز روزی خواہ در دہ خواہ در شہر
خواص قابلیت در ہوہ چہز	مقام ہر کسے پیداست در دہر

یکے کو از بلندی بہرہ مند است
نیارد پست مازدن چون بلند است
دگر کو آسمانش بہرہ پستی است
دھس با چار سوئے زیر دستی است
بود کلدن خرے بالا سر افراز
سر چلغوزہ گوید با فلک راز
بکوشش دیو جمشیدی فیابد
ستارہ نور خورشیدی نہاید
سرے کو را بود قسمت کلاہ
ہوس ہر تاج بردن نیست راج
ازاں تقدے کہ می سلجند در غیب
بروزی پر شون نے از ہوس جہب
نہ ہر فرقے سوائے تاج شاہی است
نہ ہر تن را لقب ظل الہی است
نہ ہر درّی بر افسر جائے یابد
نہ ہر سر تاج ملک آراے یابد

— * —

غرنباں کوس فتح آواز می داد
ز سر می برد ہوس و باز می داد
ہمہ دندانش در بالا و پستی
فتاب بخیزان شدہ از شیر مستی
کسیے کو عزت اسلام داند
کسیے کو عزت معشوق داند
ترنم دھوہ را آواز می داد
بوا جان می برد و باز می داد
ہمہ دندانش مست شہر ہد راست
کزاں مستی ہمہ افتاد و سی خاست

معاذ اللہ ے این دیدن تواند کجا از نان و جانش یاد ماند
 کفوں زان گونه خواہم راند این حرت بہہ جارے نگارم نقش این درج
 کہ گنج نہ فلک دروے شود صرف کہ چون آب رواں گوہر شود خوج
 چو من در خوں فتم خونم مشوئہد چو ہارم گشت زو خونم معبوءید
 وزیں حولنگوار گل خونم معبوءید وزیں خوں روے کلمگونم مشوئہد
 فلک تاج علا را بود معراج علا از تخت رفت رفعت از تاج
 بھاک افتاد والا گوہر تاج شہا بے جاے ماہے کرد معراج
 بود شہ پاسبان خالق پھوست چو باشد خانہ را پاسبان مست
 خطا باشد کہ باشد پاسبان مست رساند دزد را خود باز بردست
 شبلی چون شد خراب از بادۂ ناب شبانے را کہ باشد بادۂ در پیش
 رہ در معدۂ گرگان کذ خواب رساند نقل گرگ از پہلوے مہش
 ہر آئینے کہ رسم ملکداری است سحرین عمدۂ با استواری
 ثہات کارھا در ہوشہاری است سعاد شہ بود در راست کاری
 چو طبعم در جوان مردی در آمد سپاہ دیں کہ چون دریا در آمد
 قلم را موج دریا بر سر آمد مغل را موج دریا بر سر آمد
 محب حیفی کہ ران گہوان گمراہ عفا اللہ در چنآن روہاے چون ماہ
 بھوں ملطد چنآن روہاے چون ماہ کسے چون ہرکشد شمشیر کیں خواہ
 جوانے ہم چو بخت خویش بہدار ربودہ خواب بیداران بہ یکبار
 ربودہ خواب بیداران بہ یکبار ز چشم نیم خواب و نیم بیدار

— * —

تغلق فاسد اور جہانگیر ناسہ کی تصنیف میں پورے تین صدیوں
 کا فاصلہ ہے اور اس مرحلے میں فارسی زبان اور اس کی نظم و نثر

میں نمایاں تغیرات ہو گئے تھے۔ بہت سے الفاظ اور مصداقات متروک ہو کر نئے الفاظ اور نئے مصداقات ان کی جگہ جاری ہو گئے تھے۔ شاعری میں بجائے قدما کی سادگی اور بے تکلفی کے دقت پسندی اور فزک خیالی خصوصاً دور اکبری میں انتہا کو پہنچ چکی تھی جس کو اس مہدی کے سخن فہم تازہ گوئی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لئے چھاتی کے کلام کو حضرت امیر خسرو کے کلام کے ساتھ مقابلہ کرنا اور ان میں فرق دکھانا شاید اہل ذوق کے نزدیک معیوب سمجھا جائے۔ اس خیال سے میں نے عشیقہ اور تغلق نامہ کے ہم معنی اشعار بالمقابل نقل کر دیے ہیں۔ ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے اور یقین کر سکتا ہے کہ اس قدر توارث دو ہم عصر شاعروں کے کلام میں بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ان میں سینکڑوں برسوں کا فاصلہ ہو۔

اشعار مذکورہ بالا کی نسبت صرف اس قدر اور عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے ان کے جمع کرنے میں کوئی خاص اہتمام نہیں کیا۔ بلکہ جہانگیر نامہ کے مطالعہ کے اثنا میں جو اشعار ایسے آئے جن کے ہم معنی شعر عشیقہ میں بھی نظر سے گزر چکے تھے اور مجھے یاد تھے ان کو لکھ دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ان دونوں کتابوں کا مقابلہ کیا جائے تو صدہا ایسے ہم معنی اشعار ملیں گے۔

(۲) اس کتاب میں وقایع تاریخی کی ایسی چھوٹی چھوٹی جزئیات اور تفصیلات پائی جاتی ہیں جن کو مورخ عموماً اپنی تاریخوں میں نہیں لکھتے۔ اور جن کو ضیاء برنی نے بھی جو

عہد قطبی اور تغلق کا عینی شاہد ہے فیروز شاہی مہن نہیں لکھا۔ پس اس قسم کی جزئیات کا جو اس کتاب مہن بکثرت پائی جاتی ہیں پوری تین صدیوں کے بعد حیاتی کے قلم سے ظاہر ہونا ایک ایسی بعید از قہاس بات ہے جس کو غالباً کوئی عاقل تسلیم نہیں کرے گا۔ مثلاً صرف دو واقعوں پر اکتفا کرتا ہوں —

(۱) - خسرو خاں نے قطب الدین مبارک شاہ کو قتل کر کے شاہزادوں اور شاہی خاندان پر جو ظلم و ستم توڑے ان میں ایک واقعہ کا درد ناک منظر اس طرح دکھایا گیا ہے :-

چنان است این حکایت راستار است کہ چون بر قطب دیں رفت آنچہ حق خواست
 ز بعد آن سریر آراے مرحوم برادر پلج دیگر ماند مظلوم
 یکے خان فرید اسم بلند اصل کہ بود اصلش زده شد وصل بروصل
 کہ آن سہمے سزای ملک سنجے سہ پنجش عہد دیوینہ سہنجے
 قماش دادہ قراں ختم منشور دلش زان نور گشتہ سورہ فور
 بسا شاگردی استاد کردہ کتاب و نامہ راچوں یاد کردہ
 بہ ترتیب کمان و تیر پیوست بعقد تیر دو انگشت او شست
 دگر دو ہکر خاں دیباچہ تخت سواے ملک گر یاری کاند بخت
 ز سال عمر او در ہفتہ رفتہ دو ہفتش سال و اوامہ دو ہفتہ
 الم دیدہ ز الف و لام و یا سین نشستہ در دل قراں چو یسہون
 ہوس در نظم و نثر و لفظ و خط خوش طبعیت خود چہ گویم آب و آتش

علی خان گرامی ہشت سالہ جبیلے چوں گل و روے چو لالہ
 ہمہ دندانش در بالا و پستی فتن خہزاں شدہ از شیر مستی
 ز قرآن تا بقدر افلح رسویدہ قدش افلح شدہ کان صفحہ دیدہ

— * —

بہا خان ہم بہشتیم سال نو خہزہ ہشت دوم قرآن ورق بیوز
 گرفتہ روزی از تعلیم بالا و ما من دابة فی الارض الا

— * —

چنین شہزادگان نا ز پرورد کہ چرخ از بہر ملک انباز پرورد
 زمان عمر شاں چوں بر سر آمد زمانہ در جفا کاری پر آمد
 اشارت کرد خسرو خان کم بخت کہ بر شہزادگان کارے روہ سخت

— * —

زینچم سال عثمان بہرہ ور بود هنوز از جمع قرآن بے خبر بود
 بیبازی ہائے نوزادان ہوس فاک ز لوح گاف و نون لوح دانش پاک

— * —

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان قطب الدین مبارک شاہ
 کے مقتول ہوجانے کے بعد اس کے پانچ بھائی باقی رہ گئے تھے۔
 اول فرید خان جس کی عمر پندرہ سال کی تھی قرآن مجید
 ختم کرچکا تھا۔ کتابیں پڑھتا تھا اور تیس اندازی کی مشق کرتا
 تھا۔ دوم ابو بکر خان جس کی عمر چودہ سال کی تھی۔
 نظم و نثر کا شوق تھا خط اچھا اور طبیعت نہایت ذکی
 تھی۔ سوم علی خان نہایت حسین تھا۔ قد افلح المؤمنون تک

پڑے چکا تھا۔ چہارم بہا خاں۔ اس کی عمر بھی آٹھ سال تھی قرآن مجید کا پہلا ثلث ختم کر چکا تھا اور وسامن دابة فی الارض کا پارہ پڑھا تھا۔ پنجم عثمان خاں۔ پانچ سال کی عمر تھی۔ تعلیم الہی شروع نہیں ہوئی تھی —

شہزادوں کے متعلق جس قدر جزئیات ہم کو ملدہجہ بالا اشعار سے معلوم ہوتے ہیں ان پر سروسری نظر ڈالنے سے یقین ہوتا جاتا ہے کہ ان کا بھان کرنے والا حقائق نہیں ہو سکتا —

(ب) - غازی الدین تغلق اور خسرو خاں کے درمیان جو فیصل کن معرکہ آرائی دہلی کے قریب ہوئی اس کا نقشہ ایسا مفصل کھینچا گیا ہے جو کسی بعد کے زمانے والے سے ممکن نہیں معلوم ہوتا۔ فریقین کے مہمنہ اور مہسرہ کے دستوں کی تعداد اور ان کے افسروں کے نام۔ کھوں کو جنگ شروع ہوئی اور کس طرح ختم ہوئی۔ اثنائے جنگ میں غازی الدین تغلق کے لشکر کے ایک دستے کو شکست ہو جانا جس کی وجہ سے اکثر فوج کا مفرور ہو جانا مگر غازی الدین کا اپنی جگہ پر استقلال کے ساتھ قائم رہنا اور دوبارہ ترتیب قائم ہونا۔ ہر بات صاف صاف معلوم ہوتی ہے —

غازی الدین تغلق کے لشکر کا مقدمۃ الجہش مغول بمقابلہ دہلی کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے اور دہلی میں ہلچل بڑھتی جا رہی ہے —

ہمیشہ دم بدم آوازہ در شہر کہ اہلک دہرہ زن شد صفدر دہر

گزشت از هانسی آمد در مدینہ*
 از آن آئندہ دین مقدار نو یافت
 چو در رھتک سہ پایہ کرد رایت
 چو در مندوتی آمد جھش منصور
 چو گردان سپہ ہو شد بیالم
 چو نور افکند بر کوہ کندھور
 علم کز حوض سلطان عکس بنمود
 چو میلے چلد از آن نزدیک تر شد
 پر از دھلیز و خرگہ شد سراسر
 پس پشت آب جون و پیش دھلی
 ز رود جون ہوی آمد ندائے
 ملک فخرالدول برروئے لشکر
 جوانے همچو بخت خویش بیدار
 شب جمعہ خسرو خان مع اپنے فوجی سرداروں کے تھام رات
 فوج کی تیاری اور آراستگی میں مصروف رہتا ہے اور اس موقع
 سے فائدہ اُٹھا کر عہد الہلک اپنے وعدے کے مطابق اپنی جمعیت
 کو ساتھ لے کر چپ چاپ اُچین کی طرف روانہ ہو جاتا ہے :-

* رھتک اور مہم کے لب سڑک ایک چھوٹا سا گاؤں ہے - یہ
 علاقہ اب تک مشہور ہے کہ قازی الدین اور خسرو کی جنگ
 یہاں ہوئی تھی -

* یہ بھی مہم کے قریب ایک گاؤں ہے یعنی مندوتی یا مہم
 مفتوح و فزون فلوہ و قال مفتوح -

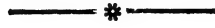
چند اے ہوں ایں حدیث تیغ بازی
شب جمعہ حسن شد در پیئے کار
در اں غوغا کہ ہر کس بروں مفتوں
چو بنیادے ندید از ملک عینش
ہمہ شب ہوں خسرو لشکر آراے
چو صبح جمعہ تیغ تیز برداشت
ہمہ تن مہر گردوں تیغ کیں داشت
بعزم رزم شد تر قویب لشکر
روز جمعہ چاشت کے وقت خسرو خان جس شان و شکوہ کے
ساتھ اپنی فوج لے کر نکلتا ہے اور جس طرح اس کے
بھون و یسار کی تقسیم اور ترتیب کرتا ہے اس کی تصویر
ملاحظہ ہو: —

چو خورشید درخشاں در تلالا
رواں شد تذک خسرو خان بدروز
سپہ آراستہ از شرق تا غرب
صفے چوں دقت جوش آہن بگویم
ز دست راست گشتہ کینہ پرور
یکے خاں یوسف صوفی بہ تعجیل
دگر با او کمال الدین صوفی
ہمان جا قر قماز اندر نگ و تاز
ہما فجا ہا و لیکن باب کافور
ہمانجا راست کردہ فوج پیکار
ہر آمد چوں سلمان یک نیزہ ہالا
بکھن سوے ملک غازی کھن توڑ
توگوئی خواست کردن بافلک حرب
کہ جز سبع شدا دش من نگویم
دو صوفی نوہں خون را شستہ ساغر
کہ مصرے گیرم از شہشید چوں نھل
کہر بستہ بکین چوں مہم کوفی
کہ ہوں ساریستی سر افراز
بعرت مہو داری گشتہ مشہور
شہاب آں ہار بک را نائب کار

ہماں جا نب کیں مہر اودہ بود بہاء الدین دبیرش ہم مدد بود
 بدست چپ ہم انبہ لشکرے سخت ہوا خواہاں خسرو خان کم بخت
 یکے مرتد کہ گاہ خوک خواری ز دیگر خوک خواراں جسے یاری
 دگر زن دھول یعنی رائے رایاں دگر کچ ہوسہ و ناک از قیرہ رایاں
 دگر سنبل کہ حاتم خانہ خواندند امیر صاحب سلطانی خواندند
 دگر آن مالدیو آفت انگیز کہ رفت و باز گشت از بہر خونریز
 دگر اصحاب دیوان جملہ باہم شدہ دیوان عارض ہم بدای ہم
 امہوان دگر را کس چہ داند کہ ایں جا یک بہک را باز خواند
 ہمہ نو مہر گشتہ پارہ کوشاں بغورن ریزی چو خون خویش جوشاں
 مندرجہ بالا اشعار مہن آخر کے دو شعر خاص طور پر قابل
 توجہ ہیں۔ مصنف عذر کرتا ان کے سوا اور بھی امیر ہوں جن کو
 مہن نہیں جانتا ان کا ذکر چھوڑتا ہوں اس لیے کہ یہ لوگ حال
 ہی مہن غلامی کی حالت سے ترقی کر کے درجہ امارت کو پہنچے ہوں۔
 غازی الدین تغلق نے جس طرح اپنی افواج کی تقسیم اور
 ترتیب کی تھی اس کا نقشہ بھی ملاحظہ ہو۔

ہاتھن نخستیں لشکر آراست بہر جا لشکر آرائی بر آراست
 سر صف مہمند حاضر با خلاص بہاء الدولہ خواہر زادہ خاص
 بغوج دو مہن شیر سبک عزم ملک بہرام ابہہ رستم رزم
 بدیگر فوج ازاں پس پہلوئے کار علی حیدر بہر دو نام کردار
 دسوئے میسرہ در کیں کھر بند ملک فخر الدولہ شایستہ فرزند
 بدیگر فوج ہہچوں سعد و قاص اسد والا برادر زادہ خاص
 بدیگر فوج بود آسا جہادے خوش فوری شہاب اسفند یارے

سرف سرف میڈر شادی صفدر شوق ز قہر و تہنغ ہم باراں و ہم برق
ہیقلب اندر گزہن خاص تقدیر ملک غازی سپہدار جہانگیر



(۳) اس کتاب میں وقایع تاریخی کے بیان کرنے میں جس قدر صحت کا التزام رکھا گیا ہے اس کا مکرر سہ کرر اعلان کیا گیا اور واقعات کی صحت کا ناظرین کو یقین دلایا گیا ہے۔ بعض واقعات عینی شاہد سے روایت کئے گئے ہیں۔ اور بعض کی نسبت خود اپنے چشم دید ہونے کا اقرار پایا جاتا ہے۔ اور تمام باتیں بحیثیت مجموعی صحت اس امر کی دلیل ہیں کہ ان واقعات کا بیان کرنے والا حیاتی نہیں ہو سکتا۔

ایک داستان کے شروع میں کہتے ہیں:—

دوہیں ملک از بسے فتمہ کہ برخاست خبر زیں گونہ دارم راست راست

ایک واقعہ کو عینی شاہد سے نقل کرتے ہیں:—

کسے کیں فتمہ دید از دیدہ خویش چنوں بیروں قرا وید از دل ریش

ایک واقعہ کی نسبت دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ میرا چشم

دید ہے۔ عبرت انگیز تمہید کے ساتھ اس واقعہ کو شروع کیا

ہے اور جس جوش کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے اس سے ہر

صاحب ذوق سلیم اندازہ کر سکتا ہے کہ واقعہ یقیناً چشم دید ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:—

ہمیں بھداد کیں کا ختر کنوں کرر بسندہ است از برائے عہد مرد

دوہیں عبرت سرائے پر فسانہ نگہ کن تا چہا زان از زمانہ

اگر وقتے بلائے می شلیدیم دریں دوراں بچشم خویش دیدیم

کعبا سلطان علاءالدین و آن کار کزاں ہیہمت شدے گردوں ہونہار
 کفوں ہونسل اوہیں تاجہ کیوں رفت کہ چلداں خون نا حق ہر زمیں رفت
 چناں است ایں حکایت راستا راست کہچوں ہر قطب دیں رفت آنچہ حق خواست
 (۴) اس کتاب میں بعض ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جو
 قدما اور متوسطین کے عہد میں عام طور پر رائج تھے مگر بعد
 میں ان کی مروجہ شکل ثقیل اور غور فصیح قرار پائی اور وہ
 متروک ہو گئے۔ اور نئی شکل متاخرین میں مقبول ہوئی۔ اس
 قسم کے الفاظ حضرت امیر خسرو کی متعدد تصانیف میں باوجود
 کاتبوں کو اصلاح کے بکثرت میروی نظر سے گزر چکے ہیں اور وہی
 الفاظ اپنی اصل شکل میں جو حضرت امیر کے زمانے میں مروج
 تھے اس کتاب میں بھی پائے جاتے ہیں:—

مثلاً بستاخ بجائے گستاخ اور بستاخ بجائے گستاخی۔
 شغال بجائے شغال۔ آگوش بجائے آغوش بیوانہ بجائے ویرانہ۔
 شیں بجائے نشیں اور شیلد بجائے نشیند اور شانند بجائے
 نشانند۔ اسوار۔ حملی۔ کار باں —

(۵) ہندوستانی رنگ کے معادرات جو حضرت امیر کی
 تمام تصانیف میں پائے جاتے ہیں اور جن پر فصحاء معجم
 ہمیشہ معترض رہے اس کتاب میں بھی بکثرت موجود ہیں۔
 بطور نمونہ کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں:—

بیکار کھودن یعنی بہکار نکالنا۔ گوش فروہشتن یعنی کان
 قال دینا فرماں بردار ہوجانا۔ آساده خوردن یعنی پکی پکائی کھانا
 تکلیف کا خوگر نہ ہونا۔ رہ افتادن، راستے کا پر خطر غیر محفوظ

ہو جانا۔ آپ دین بر آمدن، یعنی رال تپک پونا۔ کارگو دین
یعنی کام چلنا یا کام لڑکھا۔

علاوہ ازیں خالص ہندی الفاظ بھی اس کتاب میں بکثرت
پائے جاتے ہیں اور فارسی لفظوں کے ساتھ جس طرح ان کو وصل
کیا گیا ہے اس میں حضرت امیر خسرو کی قرصیح کی شان صاف
نہایاں ہوتی ہے۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

دگر بوسار و بیوی مار و پر مار سخن شاں مار مارو سو بسر مار
چو بکشا دند تیر بے خطا را بزاری گفت ہے ہے تیر مارا
شد از مومن بگروں بانگ تکبیر ز کبر آواز ناراین ہوا گھر
(۶) ان اندرونی شہادتوں کے علاوہ بعض خارجی شہادتیں
بھی ایسی ہیں جو مہرے خیال کی تائید کرتی ہیں۔ ان
کے معتمد اور مستند ہونے میں کسی قسم کا شک شبہ نہیں
ہو سکتا۔ معتمد قاسم فرشتہ، صاحب فرہنگ چہانگہوی اور
سراج الدین علی خاں آرزو اپنی کتابوں میں بعض اشعار حضرت
امیر خسرو کے نام سے بطور سند کے نقل کرتے ہیں اور وہ اشعار
اس کتاب میں موجود ہیں:۔

فرشتہ کہتا ہے - "امیر خسرو می فرماید ابھات:۔

نشاہ پادشہ را مست بودن	نہ در عشق و ہوس پیوست بودن
ہون شد پاسپان خلق پیوست	خطا باشد کہ باشد پاسپان مست
شہاں چوں شد خراب از باد ناب	دہ در معدہ گرگاں کڈ خواب
در آئینہ کہ رسم ملک داری است	ثبات کارہا در ہوشیارہ است

(تاریخ فرشتہ مطبوعہ نول کشور جلد اول صفحہ ۸۶)
 صاحب فرہنگ جہانگیری لکھتے ہیں کہ ” خستہ باول مفتوح
 چہار معنی دارد - اول تنخم میوہ را گویند مانند شفتہ و خرما -
 دوم بمعنی بیمار و آزرده بود - حکیم خسرو این معنی در کور کردن
 پسران سلطان السلاطین رقاب اسم ملوک الشوق والعجم علاءالدین
 والدنیا گفته :-

کسے کو ہر کشید این دیدہ سر بسان خستہ شفتائے تر
 دو چشم او چو دو عذاب خستہ ہمیشہ خستہ و در خون نشستہ
 (فرہنگ جہانگیری مطبوعہ تہرہ ہند جلد اول صفحہ ۲۵۱)
 شاید ہیچ مردم خفتہ در کار کہ در پایاں پشیمانی دہد بار
 (ایضاً)

سراج الدین علی خاں آرزو کی کتاب غرائب اللغات کا ایک
 قلمی نسخہ نواب محمد مؤمن اللہ خاں رنہس بہیم پور کے کتب خانے
 میں میوہ نظر سے گزرا اس میں لغت ” بات موتی “ کے ضمن
 میں ذیل کا شعر حضرت امیر کے نام سے بطور سند کے نقل
 کیا گیا ہے :-

رہ افتادان گرفت از ہر کو انہا بماند از راہ رفتن کار بانہا
 بوہان جاسع مصنفہ محمد کریم الدین مہدی قلمی تہریزی
 جو فتح علی شاہ قا چار کے عہد کی تصنیف ہے اس میں یہ
 شعر امیر خسرو کے نام بطور سند کے پیش کیا گیا ہے :-

یکے از عجز تن دادہ بہ تسلیم یکے در نوروار در می شد از بہم
 (۷) ان تہام شہادتوں کے علاوہ جو اوپر مذکور ہو چکی ہیں

صرف ایک آخری شہادت اور باقی رہ گئی ہے جس پر میں اس بیان کو ختم کرتا ہوں اور ناظرین سے طول کلام کی معافی کا خواستگار ہوں —

میرا خیال ہے کہ یہ شہادت اس مہتمم بالشان مباحثہ میں ہر شخص کے نزدیک فسیل کُن معصور ہوگی۔
خود اسی کتاب میں ایک شعر مجھے ملا ہے جو حسب ذیل ہے :-

زبان گرد آر خسرو چاند ازہن گفت
کہ باشاہاں نشاید مہر و کیں گفت

ان دلائل اور شواہد کے بعد غالباً اب کسی قسم کے معقول شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی اور جہانگیر نامہ اور تغلق نامہ کی بحث بالکل صاف ہو گئی ہے اور ثابت ہو گیا ہے کہ یہ کتاب حیاتی کی کسی طرح نہیں ہو سکتی بلکہ یہ حضرت امیر خسرو ہی کی تصنیف ہے جس کا نام تغلق نامہ ہے اور جس کی نسبت ہندوستان کی علمی دنیا صدیوں سے یہ یقین کر چکی تھی کہ وہ مفقود ہو گئی۔ اب رہا حیاتی کے بیان کا اضطراب یا حیاتی اور مولانا آزاد بلگرامی کے اقوال کا تعرض، جو مولانا شروانی کی راہ میں حائل ہوئے، اس حقیقت کے منکشف اور فیصلہ ہوجانے کے بعد، کچھ زیادہ اہم نہیں رہتے مگر تاہم مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں ان کی کوئی معقول توجیہ کرنے کی کوشش کروں تاکہ یہ خفیہ سا خلجان بھی دور ہو جائے —

جو لوگ فارسی ادبیات اور اس کی تاریخ سے واقف ہیں اور جنہوں نے ہر دور کے کلام کو بغیر غایر مطالعہ کیا ہے ان کو بخوبی معلوم ہوگا کہ نظم میں واقعہ کی صحت اور اوزان شاعری دونوں کا التزام کس قدر دشوار کام ہے۔ بلاشبہ قدماء اور معاصرین کے طبقے میں ایسے ائمہ شعر ملیں گے جنہوں نے اس دشوار گزار منزل کو نہایت قابلیت کے ساتھ طے کیا ہے۔ لیکن متاخرین کا طبقہ بالعموم الاماشاء اس صفت سے عاری ہے اس کی وجہ بالکل صاف ظاہر ہے یہ لوگ جس قدر مداحی میں غلو کرنے لگے 'مضمون آفرینی' دقت پسندی اور نازک خیالی میں جس قدر ترقی ہوتی گئی اسی قدر حقایق نگاری کی قابلیت ان لوگوں سے سلب ہوتی گئی۔ پس حیاتی سے یہ توقع کرنا کہ وہ کسی واقعہ کو صفائی اور صحت کے ساتھ بیان کرے گا سخت غلطی ہے۔ پس اگر اس نکتہ کو ذہن میں رکھ کر حیاتی کے اقوال پر غور کیا جائے تو اس کا مافی الضمیر جو الہعنی فی بطن الشاعر کا مصداق معلوم ہوتا ہے بسہولت سمجھا جاسکتا ہے اور اس کے بھان میں کوئی اضطراب باقی نہیں رہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے تمام کلام کی تحلیل اور اس کا تجزیہ کر کے ہر حصہ کا مفہوم عرض کردوں تاکہ ناظرین کو سہولت ہو اور ان کو زیادہ کارش کرنی نہ پڑے —

جہاں زادی فرشتے کا ہیں جیسے آسمان
 اگر ہر جہاں اور ہر جہاں کے ہیں
 کس کو کشت واد و پس پہنچے
 فطرت و دور اور کس سر پہنچے
 غور بار بار خصل زود در شہ پہنچے
 کس کو در غارت با شہر ہر پہنچے
 ملک خانہ کراہی فتنہ برآمد
 مود و راکر حجت و نذر برآمد
 عین راکر و بر و زین و عباد
 نوح و در شہر ہر پہنچے
 جو بود اس جگہ و شہر ہر پہنچے
 شہر ہر پہنچے
 کس کو کاویافت قاصد
 ہمیشہ قاصد و شہر ہر پہنچے

شہر ہر پہنچے
 داد و اسباب شہر ہر پہنچے
 دگر خازن ملک شہر ہر پہنچے

جو دود و دود و دود و دود
 شہر ہر پہنچے
 شہر ہر پہنچے
 شہر ہر پہنچے
 شہر ہر پہنچے
 شہر ہر پہنچے
 شہر ہر پہنچے
 شہر ہر پہنچے
 شہر ہر پہنچے
 شہر ہر پہنچے

متن

مثنوی تغلق نامه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز سخن در شرح چگونگی به نظم آوردن این چند داستان و
باتهام رسانیدن کتاب تغلق نامہ سخن پیرائے گلزار هر تازگی
و فوی گنجور خزاین معنوی امیر خسرو دہلوی وحمۃ اللہ علیہ
کہ نہ از نقوش دیباچہ اش اثرے بود و نہ از نگارش
خامہ * اش خبرے - نہ حدیقہٴ حمدش را درہا باز و نہ
گلشن مدحش را داستان سرائے بتآواز

حمد	
بذام آن کہ نام از وے نشان یافت خداوندے کہ از صنع خدائی دو عالم پیش گاہ حضرت اوست زمینے هرچہ باشد یا سماءے از آغاز خودی باداب † سرمد بظاہر در وجود انوار رخشاں بفرمانہی سپہر و اخترانش	زبان آموخت حریت و نطقی چاہ یافت بظلمت داد نور روشنائی + وجود هرچہ هست از قدرت اوست نموداریست از کار خدائے خدائی را خود آوردست با خود بہ پناہاں بر عدم ہم ماہ تاباں جہات و آخشہج و گوہرانہش

* ک : خامہ - † ق ر : نور و روشنائی - ‡ ک : ذات -

بسو دایم خود بازاد بفرزے

معاذ الله زکهنش گر فروزد

عنا الله هم ز لطفش کهن فراموش

همه بوم و بر از وی نور در نور

ز جودش بکدر و گان سرمایه داران

از و هر خار و هر خس پرنیاں پوش

از و دارد لب گل خنده ناکي

از و دستان سوا آواز بلبل

ز نورش سرخ گشته گونه گل را

ز خوانش زده بر ز انسه و جانے

سمندر از فروغش خرم و خوش

چو خواهد در دله مهرے بکاره

بوامی ز آتش مدرا نهد داغ

بفخسرو آتش رشکے فروزه

ز عشق او بهر جا دستخیزے

طراز حلقه نازک نهالان

اگر از روح پرسی سایه اوست

بهر وادی بهر بر زن بهر کوئے

حیاتی حمد را فرجام نبود

بهار از نو بشغل خوبن پهرائے

زبان هم در سپاسش گنج دیزے

گلوئے خوشه از شبنم بسوزد

که دارد قطره دریا را در آغوش

سر کوپن هزاران طور در طور

ز کوپن مشکبو باد بهاران

و ز و حوران گلشن دوش بر دوش

دل غنچه هم از وی سینه چاکي

گلوئے شیشه هم در ذکر قلقل

فزون از رنگ گل گلکونه مل را

همیشه حضوتش در مهر بالے

نشسته تا بگردن اندر آتش

به معجزوں لعلے را بر گمارد

کد هر داغ را رشک گل باغ

ز برق تیشه فرهادے بسوزد

سر کوپن عجب دیوانه خیزے

پلاس کهنه بوسنده حال

وراز عقل آن فرو تر پایه اوست

خدائی را همیشه آب در جوئے

چه گر آغاز هست انجام نبود

پس از حمد خدا در مدح شاه آئے

گئے آور ز ہر حرفے بہوئے
 ز خاطر طبع را گنج گہر کن
 کدا مہن شاہ آن شاہ جوئے بخت
 ابوالغازی جہانگیر جہاں شاہ
 فروغ اختر صاحبقرانی
 در یکتائے درج ہفت کشور
 خوشا و قعا و فارغ روز گارا
 کہ آید ز آسمان ہر دم ندائے
 گوشت اورنگ شاہی سر فرازی
 جہانگیر و جہاں بخت و جہاں دار
 ز ہر سر تاج گیرد افسر او
 ز بازویش توان پشت ملی را
 شکستہ گل بنے از آنہی طور
 ز راہ داد و دیں سود و زیان را
 فریدونی کند در کبچ کلاہی
 ز سہمش پارۂ فولاد ریواں
 گہے + خلیجہ بلا را مرد میدان
 سر میدان تیغش خانۂ مرگ
 سر تیغش ز ند بر خان و ماں بوق
 بقدر قوت آن زور بازو

۳۵

۳۶

هر آنکس را که آویزد با و جنگ
 ظفر با منبش از یک دود مانست
 ۵۰ عطار خامه بهرام قینه
 گرفتن را شناسد جلس تا راج
 همه چشم و همه دستست در راه
 فرور و سرکشها بلده او
 ره او هر قدم را گنج قارون
 ۵۵ دلش را جوش دریا موج خفزد است
 هوا از نعل اسبش بدق باران
 ز قدر خویش آورد است پایمه
 سخن با لفظ او عیسی بگفتار
 بر اختر می فشانم گوهرش را
 ۶۰ هم از بهت چهل انروز طبعش
 دعا را رسم و آئین تازه سازم
 بود در آسمان تا مهر را نور
 جهانی اے سخن را مرد فرهنگ
 بها اے خازن گنج نهانی
 ۶۵ در گلج سخن را قفل بکشائے
 ازین در گفت و گوا ورد هو واسو *
 بگفتم هان بگویم فکته بپزیر

کمر از کوه باید باز و از سنگ
 اجل با تنهش از یک خان و مان است
 ز دست و طبع خوش بارنده مهغه
 و گونه می گرفت از آسمان باج
 آمل قریه شود زو، رنج، کوتاه
 بزرگی سر به پیش افکند او
 سرش بال هما را بخت مهمون
 کفش را بصروکل اندر گریز است
 زبون از هفتش موم گدازان
 همانا افکند بر چرخ سایه
 قلم در دست او مانی بدو خار
 چو با یاد آورم ناج سرش را
 ز دریای گهر اندوز طبعش
 اجابت را بلند آوازه سازم :
 مبادا عکس او از چتر شه دور
 برون آورد گوهر از دل سنگ
 بهار آنچه داری آسمانی
 بسنن هر گهر را قدر بفزای
 بچون و چلد قصه آشنا شو
 بدامن ز ازین تلخه بهر گهر

به تاریخ هزار و نوزده سال
 زسان نازان به بخت ارجمده
 زمون خوش هم زسان خوش آسمان خوش
 شبی روشن چراغ زندگانی
 شبی زان ساه و زان سال همایون
 نه شب چشم و چراغ صبح خهزان
 شبی گو ظلمت از خود دور کرده
 بوی سایه تخت فلک سا
 چلین بودم سجود آستان را
 شهنشاه جهان از قدر والا
 درخشان چرخش از فرق آسمان گور
 خزاین بحر بحر و کوه کوهش
 بگفت آورد لعل گوهری را
 "که در تاریخ سال شش صد و اند
 سخن پهرائے معنی مهر خسرو
 پس از چندین سخن کز طبع ترساخت
 به طبع آورد از هر در فراهم
 ز حمد و مدح هم از عقل و از رائے
 ز آگهی شاهان جهان دار
 ز شرر انگیزی قلمت پرستان
 ز گل تا خار و لعل از سنگ خاره

۷۰

۷۵

۸۰

۸۵

که می زد بخت پر دولت همی قال
 زمون از سایه نخل بلندے
 جهاندار از جهان خوش هم جهان خوش
 نخستین صبح ایام جوانی
 که بوندست از زمون در رشک گردون
 نه شب عید فروش مشک بهزان
 سباهی را به شب پر نور کرده
 سرم می سود بر اوج ثریا
 کمر صد جا بخدمت بسته جان را
 نهاده تخت بر اوج ثریا
 یمانی تهنش از دستش جهانگیر
 زمون تا آسمان فر و شکوهش
 به معجز در فزوده ساحری را
 گهر سنجی سخن را چلد در چند
 سخن را زو طراوت تازگی نو
 بنظم و نثر تغلق نامه پر داختم
 سخن را آنچه بود از پیش و از کم
 ز عدل و داد و جور کلمه افزائے
 که چون باشند در هر کار هشمار
 هم از طغیان و قدر زهر دستار
 که نایب از شمردن در شماره

ہر گشت آن چیز کو بایست گفتن
 ازاں دفتر، ولے ز آواز و انجام
 همانا شد ز گشت هر سعادت
 معجب بادے بدان گلزار وا خورد
 هماندم این بفکر اندسم گشت
 بباید گفت بر مدحت سرائے
 ز هر جنس سخن و ز هر فسانه
 دران هلمکام و آن وقت خجسته
 کلید بهخت قفل بسته بکشد
 شد از حضرت اشارت گای فلانے
 چلین باید که گردد این گهن، نو
 بدین خدمت سزا واری تو داری
 نگرود تا تمام این کارنامه
 ز قدر و از بزرگی جاه و جارا
 هم از فرمان بری خدمت گزاری
 قبول کار بوسیدم زمین را
 سرے باشغلش اندر کار سازی
 به بلبل بانوا گشتم هم آواز
 نوا را تازه کردم رسم و آئین
 زهر در آنچه می بایست گزتم

۹۰

۹۵

۱۰۰

۱۰۵

بست آن در کم می * شایست سخن
 سخن را نے نشان نے قصه را نام
 سخن را جا بجا ترقیع پاره
 کہ چوں هر برگ گل اوراق آن بود
 بطبع و خاطر دانش رسم گشت
 سخن را آفرینے با سوائے
 بگوید ز آنچه رفتست از میانہ
 جہاں از چشم زخم فتنه رستہ
 نظر شاه جہاں را بوسن افتاد
 سخن را اے سروش آسمانے
 شود تا شاد از ما روح خردو
 کہ از ابر سخن گوهر تو باری
 مله کافز ز کف ز انگشت خامه
 سرو سجده شدم آن خاک پادا
 هم از اخلاص مقدی جان نثاری
 بکیوان بر زدم چہن حبیب را
 دلے با مدحش اندر عشق بازی
 بآن آهنگ بستم تار بر ساز
 کلبوئے مرغ را گشتم * نثارین
 ز گوهر آنچه می شایست بستم

بدریا بر پراگندم در در دا
 نثار خاک راه شاه کردم
 به گردن یافتم نیک اخیری را
 نسب را تا بآدم تاجدارا
 خرد را ز آسمان روشن ستاره
 جهان در سایه نخل بلندت
 در افزونی فزاید قدر هر کار
 کردم را از تو دارم پائے هر گنج
 به تغلق نامه بر حق نهادی
 کهن اوداق را شهرازه نو شد
 اباجان هرچه هست آسان نشانیدن
 اجابت را دعائے در کهن تو
 دعا را با ثنا هم دست گردان
 بزرگی و سری صاحب کلاهی ست
 جهان افروز بادا تاج شاهی
 جهات و چار رکن و گوهر انند
 ز نورالدین جهان گهر جهان شاه

شود خارا زر از زبانی چهر
 سلیمان چون گزیده تا جور شد

بهم آمهختم لعل و گهر را
 ابا نقدینه کز سهند بر دم
 قدم بو تو نهادم سروری را
 شهنشاه خدیوا شهر یارا
 حسب را هم ز گوهرها شماره
 شرف نازان ز بخت ارجمندت
 هدر را از تو تا گرم است بازار
 چه علم آموز و چه مرد سخن سلج
 بلوری در که از خاطر کشادی
 سخن را لفظ و معنی تازه نو شد
 چه خوش سودی است بر توجان نشانیدن
 حهاتی اے ثنا را آفرین تو
 ز جایی باز لب را مست گردان
 بعالم تا که نام شاه و شاهی ست
 بفرق و تخت از مه تا بهاهی
 هموشه تا سپهر و اخترانند
 بهر خوا یاد قدر افسر و گاه

چو به ملک آسمان از دیده مهر
 نگر هد هد که مرقی کم هدر شد

دلے را نام از صاحب دلال جوئے
 سجودے پاہں پر درگاہ نہکان
 بدان تاریکیء شام جلال اند
 وز آفتاب بود آرد بار بار رنگ
 جہاں خرم ز ایام بہاری است
 رسد تا زرد نابودے بہ بودے
 شود کان گہر کوہ بدخشاں
 ز فیض خاکبوس آن سو گوست
 کہ زان سرچشمہ دارد آبغور را
 ز نورے چون بہر در روشناس است
 بقطرۂ بھوں کہ چون گردید دریا
 مس خود را طلائے * دہ دہی کن
 کہ جانے در روان شادم آمد

بہا اے دل قبول مقبال جوئے
 قدم را واسگہر از راہ نہکان
 کہ نہکان ، اختر صبح جمال اند
 از یمنان میرد آنہں در دل سنگ
 دل خوش را خوشی از شہریاری است
 ز صاحب دولتے اندوز سودے
 کہ از خورشید گردن درخشاں
 صبا زہں سال کہ مشک آگہن با بوست
 ز دریا ہم سپاسے هست در را
 بذرہ بین کہ چون زریں لباس است
 از آن شوقے کہ بودش در تمنا
 تو ہم خود را بدر گاہ دے گن
 حکایت گوئے با یادم آمد

۱۳۰

۱۳۵

۱۴۰

حکایت

چلہوں بودست راہ و رسم آئینی
 کہ بودے تہرہ ازوے روشن اختر
 کہ واگردن مگر گشت ستارہ
 فروزاں طالعی اختر بلندے

شہد مہم کہ در دوران پھشیوں
 چو زادے طفل بے طالع ز مادر
 ہمد خویشانش با تہرہ و چارہ
 بہر دندے بہ پیش بخت مندے

۱۳۵

بخدمت روز و شب هر گاه و بگاه
که تا سر زان طالع فرخنده آثار
شود دیماه او اردی بهشتی
بعد ریج آن بطالع روشن اختر
که تا گشتی نخواست دور ازو
بله آثار دولت این چلین است
که کودو قطره ازو در دریا

۱۵۰

حیاتی هان زهر هم شاد می زی
که گشتی سایه ور از خاک پائے
جهان دار جوان بخت خرد پیر

۱۵۵

گلنوش بشنو که این در از چه سقتم
بتغلیق نامه خسرو در زمانے
ز بلند و موعظت چلیدین سخن گفت
کنوش زان داستان جائی خبر نهست
”چو بپند آسمان از هدیه مهر

۱۶۰

نگر دهد که موفی کم هنر شد
چو فرماں بود از درگاه والا
قلم برداشتم صورت گری را
بطبق آن سخن هر داستان را
بآن بهت دو چلده بر فرودم
هیاتی وار مرغ فاله گشتم

۱۶۵

بران در داشتند خواه و نا خواه
بتابد پرتوی برآن شب تار
به بهت البته بدل کرده کشتی
برو می تافتی چون ذره را خور
شده هر گونه ماتم سوز ازو
که باره زهر ارقم انگبین است
شود زر خاک و گردد خار خرم

*

بهر ویرانی آباد می زی
چه خاک پا پر و بال هوائے
شهنشاه شاهان شاه جهان گور

•

نصیحت گونه از بهر چه گفتم
بگفت این سان سخن را داستانی
ره دانشوری را خار و خس رفعت
وزان جز این دویست اصل دگر نهست
شود خارا زر از زیبائی چهر
سلمان چون کزیدش تاجر شد
که آن کم گشته گردد باز انها
کشودم چهره ماه و مشتوی را
نشاندم گل چو گلین گلستان را
بجاده سحر بابل را نمودم
نفس را آتش پرگاله گشتم

بدھلی گنج گنجه عرضہ دادم
 ز اخگر آب دادم این چمن را
 سرگشت گلستان چنان است
 بجادو معجز افزائی عنوان
 پراگندن بہر کشور در را
 گزرن بر بھہرستان جانے
 ہمہ فرش رہش ہال فرشتہ
 بوزیر پائے ہر جا شاخ گل کار
 بہ سے آمہختہ ماد معن را
 ز لعل و در فروزان گردن و گوش
 گہر آکھن ز دامن تا گریہاں
 نواخوان عبدالیب گلستان شان

شود خارا زر از زہبائے چہر
 سلیمان چون گویدش تا جور شد

برسم آزمایہیں گشت کوشاں
 بروئے خاتم از مہنا نکون کرد
 طلب کرد و بدو داد آن نمودار

بدرہا درج گوہر بر کشادم
 ز جائے دیگر آوردم سخن را
 * ہفتوت کر ہوائے باغ جاں است
 ازیں ساں سحرآرائی عنوان
 گسستن دیسماں عقد گہر را
 بسوئے خاتمہ ہر وزن مٹائے
 برو بومہی ز جان و دل سرشتہ
 قدم ہر لالہ نہ رو بر سمن دار
 ہویں انکاد صف حورمیں را
 ہمہ سہمیں تہاں و پرنہاں پوش
 کہ گشتے ہر دوتن باہم خراماں
 حہاتی نکتہ سلج داستان شان

چو بھلد آسماں از دیدۂ مہر
 نگر ہد ہد کہ مرفے کم ہنر ہد

شہے در بھنہں جہر فروشاں
 نظر درکار امشاں دور ہیں کرد
 بزرگے را ز بینایان آن کار

۱۸۵

کہ نوم این زسود گن به بینش
شناسا بود اگرچه مرد کامل
چو دید آن گفت هست این جوهر فرد
ملک خندید لہکن خندہ شهر
بر آن شد تا بخشم از چشم ما دور
چو دید آن حال مرد کار دیدہ
بزاری گفت گاہ تاج سر من
ولے بستاخئے دارم بدرگاہ
زبانہ داد شاہ و مرد در سنج
کہ چون شاہ داد بردست این نگہم
و لہکن شد دو چیزم مانع گذشت
یکہ زان * آنکہ این هست آنچه خود اسعی
زسود خواندنش زہن رو ادب نیست
ادب این است و تعظیم وی آنست

۱۹۰

۱۹۵

*

بکو قومت به تحقیق و یقینش
شناسائے ادب ہم بود و عاقل
کہ در آفاق نتوان حاصلش کرد
نہاں یک خندہ را صد خشم در زیر
برون آرد ز چشمش گوہر نور
بد و نہک جہاں بسوار دیدہ
بالماست نیززد گوہر من
بگویم گو بہ بخشد جان من شاہ
در سلجیدہ بھرون ریخت از گنج
شناسا گشت چشم مہرہ چہلم
کہ دل نارسست در راستی سفت
کہر شد چون بدست شاہ پھوست
کہ جز سر سبز می تاجش لقب نیست
کہ گویم پارہ از آہانسی

کہ چون شد پیدش شاہ اندر ہی صرف
فلط ہر خویش بلسم بہ کہ بر شاہ
گنہ بخشید و گنج گوہرہں نہز
درہں لوح از کرم باشد نگاہ

۲۰۰

کہ میں تیرے شہسے تاریک ہے بدر
 چو ہر فرہی قبولت جائی سازد
 سخن با آنکہ باشد معنوی فر
 اگرچہ میں تکلفہ نے در خورد شاہست
 و لہکن پیش سلطانے فقیرے
 گلہے را کہ کہدم رشتہ قاع
 سن آن خویشتن کردم بعدبیر
 تو بپذیری ز من میں ہرزہ چلد
 نموداری کہ بھنہی از ادب دور
 و گر جرمسیت کو فخران شود پاک
 دران عالم کش آفرزش سہاست
 ازاں یک ذرۂ دیکے ناپدیدار
 کہ خود را گرچہ ہستم گوہر آشام
 یقین دانم کہ نگزارندم از پیش
 در * رکوع و در سجودم
 جودہی خلق دیدآں مایہ در پوسہ
 بود تا دور مے دوران او باد

۲۰۵

۲۱۰

۲۱۵

۲۱۷

ز نور بینشت گردد شب قدر
 عطارہ را بساط پائے سازد
 قبول مقبلان ز آن معلوی تر
 کہ میں نے سزائے میں کلاہست
 کلیے ہدیہ سازد نے حریرے
 نسہجی فہست کش زر رشتہ پایے
 بکن تو نہز از آن خویشتن و بپذیر
 پذیرد از تو ہم گیتی خداوند
 منتخستم عفوکن پس دار مستور
 چو غفار است یزدان فیوہم پاک
 یکے عالم گندہ یک دیکے دریاست
 نگہ کن تا گناہ من چہ مقدار
 بغوسودی خس دوزخ فہم نام
 شلیع سہریان و رحمت بھش
 دعائے پادشہ حرز وجودم
 کہ سہان عزیز از سہماں دوست
 ہمہ عالم دریں دور آن او باد

خطاب * حضرت شاہ و از و خواہش بہ بستاخے

کہ از چشم رضا و مرحمت ' بھند درین دفتر

* پہلا لفظ آڑ گیا ہے - ق - ر - ہ - ہر گہ در رکوع — انہ * ک : خطاب از -

۲۲۰

زده شایسته بخت آرائی شاهوی
 نرانگشتش به عیش افزوئی خلق
 گرفته پرتو تهنیت بهک ضرب
 نه زان قطره در صف ارنهد دروے
 اگر مریخ بهند رزم گاهت
 دراز بزم صفت در نامه سلجم
 دران بزمی که فردوس زمانست
 چو زان جادو زیانان هر نفس ساز
 بمن هم کرد اشارت حکم درگاه
 نبود ار چه بعقد شاهوارے
 ولے چون کرد همی سرفرازی
 بدان یمنم کلید آسمانی
 بر آمد موج دریا از ضهرم
 شد اندیشه بکار افزائی خویش
 قلم جستم شهابم در بلان بستم
 چو طبعم در جوانمردی در آمد
 کلمن زانگونه خواهم راند این حرت
 چو در سلک آرم این درهای شهوار
 که گفتار ار چه سهل و دلپسنداست

۲۲۵

۲۳۵

پناه عالم از مه تا بهاهی
 کلود کار ملک و روزئی خاق
 چو تاب آفتاب از شرق تا غرب
 بگلجد در صد امواف سخن بوی
 دهد جان کو دلش فهد سپاهت
 بهشته را بقو ک خانه سلجم
 بے فردوسیء شکر زبانست
 بنام شاه شد شه نامه پرداز
 که نقش نوکلم در نامه شاه
 که زبهد مسند شه را نثارے
 بشرح قصه این شاه فازی
 کشاد از غیب در هائے معانی
 در افشان شد دای دریا نظوم
 چو بر حلوائے صوفی دست درویدی
 ورق جستم سپهرم دان بر دست
 قلم را موج دریا بر سر آمد
 که گنج نه فلک دروے شوک صرف
 پسند شاه عالم خواهمش بار †
 کروش سلطان پسندد ارچمنداست

خطائے را کہ شاہان در پذیرند
ازان شد قیمتی لولومے شہوار
بہر مرکب کہ سلطان بر نہنند
پلاے را کہ گوید شاہ دیبا
چو باشد صدالی در زیر جمشید
چلن ہاید ثبات سکے ملک
سہہ چترہی کہ امن آثار گشتہ
چراغ دیں بذیل چتر این شہ
تناسخ مدعیان کش دہدہ بوزین
شرف کردہ سپہر از ہم عیا نوش
سر رسدش کز اعدا ریخت خون را
ز ماہئی علم بردہ بشاہی
سدا ب * تیغ او تا گشت روشن
کند چون برق وصف خنجر و
اجل کش علم بو یختہ است منہوم
چو جنبہ لشکرش در حملہ بر
چو بر بالا رون گرد سپاہش
بخاک پاش مہہ سوگند خوردہ
فہار لشکرش دفعہ بر افلاک

۲۴۰

۲۴۵

۲۵۰

۲۵۵

بہر نامہ ، صواب نامہ گیرند
کہ در چشم بزرگان یافت مقدار
اگر صد عہب باشد کس نہ بنہد
ازو دیبا نشاید گفت زیبا
گماں صمدل برند از خوف بود بہد
کہ چرخ آرد برات سکے ملک
سہہ ا بر سلامت بار گشتہ
ز باد حادثات امین ہمہ گہہ
یقین کردہ کہ بے شک قنبر است این
حذر کردہ شہاب از ہم سدانہش
ستون گشتہ سپہر بے ستون را
مہمان چشمہ خورشید ماہی
سپہر از قلندہ زادن شد ستردن
کشاید ابرہا را از بغل خور
دو حرف از لوح تہنش کردہ معدوم
جہاں را بشکند ترہب عنصر
بخاک افتد مہ از تعظم راہش
کہ پابوسہی کند چون آن نکردہ
بکفارت دہانش کردہ بر خاک

شود خاقان و دارا نقش دیوار
 شود دیوار و صورت در دروا
 ز بہر خدمتیں زین سو نہد درے
 ز عزت قوۃ العینی کند ننگ
 چکد از چشم خور بر زمیں خوں
 فلک را گشتہ دندان فضب کند
 ہسان کمبختیں از لعب شطرنج
 زحل را مشتری گرداند از سہر
 جہاں ز آنہنہ ہاے او خیالے
 فلک را عروۃ وثقی سدرہ
 براتی • پوش رویش ماہ و خورشید
 نماندہ راز ہاے فہر مستور
 ز موران پای پیل اسہر فگندہ
 کشد کھن بڑے از شرزہ شہرے
 کہ یکساں است دروے چاکر و مہر
 کہ فہرت کرد ز ایام دگر عہد
 کہ عمرہ را ہمیشہ آب در جوئے
 بہ استقبالش آیلد آسمان ہا
 بلندے چوں دہائے مستعجابش

چو بر تخت فریدونی دہد بار
 و گو فرماید از حکم سبک در
 اگرچہ پشت خورشید است زان سوے
 فہار او ہچشم سام و ہوشلگ
 بخشم از قہز بہلد سوئے گردوں
 ترہی کردہ چو ابرو گر شدہ تند
 بعمہدش بے عہل دہر بلا سلج
 دراز سہر آرد اندر اختراں چہر
 سپہر اندر در قدرہی سفالے
 ملک را مسجد اقصیٰ مہرہش
 جہنمش را بدات از نور جاوہد
 چو رائے روشش بہروں زدہ نور
 ستم را بسکہ دہش بر فگندہ
 نہ ہمند در ستم بالو زہرے
 تراوے است عداش راست تدبیر
 بعمہدش خالقے از عہش آن طرف دید
 دیوں آبش دعا گوید دعا گوئے
 دہائش چوں دیوں رفت از زبان ہا
 فراز آسمان با نور و تابش

۲۶۰

۲۶۵

۲۷۰

۲۷۵

ہما مثل چنہ * بود سر او

سعادۃ خانہ زاد پیکر او

در شروع نظم می گوید

نشاط و عہش و ملک و کاسرانی
کے اندیشہ کند ز اندیشہ پوش
نہ در عشق و ہوس پھوست بودن
خطا باشد کہ باشد پاسبان مست
رہ در معدۃ گرگاں کند خواب
ثبات کارہا در ہوشیاری است
بہ فطرت کے سزد بر بسترش پشت
خروشش دزد را خواند بآواز
نگہبان ہمہ سرہا بود شاہ
نگہبانے دگر سر کے بود بہش
کہ در پایاں پشیمانی دہد بار
بود دشمن بسے افزوں تو از دوست
فراستہ دختر مردم شداسی است
کہ باشاہان نہاد مہر و کھن گفت
سختن بیہودہ گفتن چہست ہارے
کہ می باید صفہا را کنوں داہ

شراب و عشق و مستی و جوانی
کسے کیں بادہاش افتاد در خریش
نشاہد پادشا را مست بودن
بود شہ پاسبان خلق پھوست
شہاں چون شد خراب از بادۃ ناب
در آئیے کہ رسم ملک داری است
کسے کش نقد آفاق اسمی در مشہ
خروشاں خسپد از خازن درے ہاز
سراندازی کند چون تہغ بد خواہ
چوشہ نبود نگہبان سرخویش
نشاہد ہہچ مردم خفتہ درکار
خصوصاً بادشاہان را کہ در پوست
چودر ہرکس سپاس و ناسپاسی است
زبان کردار + خسرو چند ازیں گفت
خصوصاً کو + سپہر آسودہ کارے
ہماں در پایہ از درہا ہروں داد

۲۸۰

۲۸۵

۲۹۰

* چنہ = ماتھے کا ایک مردانہ زیور - † ن : زبان کردار - ‡ ک : گر -

فرض القصہ چون روشن شد این راز
 زسانہ در پئے کارے شگرت است
 بخواہد ہر * دو قطب آسمانی
 حسن کو قدر ، بر مہمہ سود تارک
 شہ او را در دل خود کردہ منزل
 از آن خس ریش دید ار چہ دل خویش
 بران نا مہر باں چوں مہرباں بود
 ندی گشتش بدل ہیچ آشکارا
 ہمی کرد از کرم ہر روزش افزوں
 بسان مار گیرے کو بہنجار
 بدو گرچہ بمر سوز و کدایت
 کہ باتو گرچہ خسرو خانست ہمدم
 ز دست او چہ نوشی دوستگانی
 بودیاں نہز در دور بیانی
 ولے چوں بستہ بودش گوش تمہیز
 نہ گفت کس دروں می شد بگوشش
 خود از ہوشش دوسہ کلجد کم افتادہ
 اگرچہ قطب دنیا زیر افلاک
 چو عقلش گوہر تمہیز کم کرد

۲۹۵

۳۰۰

۳۰۵

۳۱۰

کہ گشت اندر جہاں تاریکی آغا
 بلاے مہلکت پوشیدہ خوف است
 ز قطب الدہین ثبات زند گانی
 مہارک نہست بر سلطان مہارک
 نشستمہ آن خس اندر خون آن دل
 دلش رنجہ نہد زان رنج دلریش
 ازو ہم بے دل و ہم بے زبان بود
 کہ بر گوہر کمہں گرداسف خارا
 بران گونه کہ مہ را مہر گردوں
 ز بہر مردن خود پرورد مار
 ہمی کردند دانایان حکایت
 دمسخ خون است و خوں برخوں بران ضم
 کہ هست این فتنہ دشمن دار جانے
 ہمی گفتند کہں خونسم لے مے
 ہوائے دل قضائے آسمان نہز
 نہ سوئے مصلحت سی رفت ہوشش
 کہ ہوشی را قلم نقی ہوس داد
 شہ و شاہزادہ بود از گوہر پاک
 بخصب گوہرش چرخ اشعلم کرد

* ن : بر دو - † (کذا) شعر کا مفہوم ہوتا ہے کہ ہوش کے تل (یعنی نکتے)

آز گئے اور ہوش کی بجائے ہوس رہ گئی -

چو دشمن را دلش از یار نشناخت
هم از گل زخم خاresh گشت پیدا
حسن کش هندو اندر چار سو بود
چو چلداں خال بر رویش کهن گشت
ز یک خال است او را خوبئی حال
فرض زان هندوانی خال دیدار
چنان بود این حدیث فتنه پرورد
بنفسرو خانیش چتر و علم داد
وزارت را قلم بر کارش آسود
وزیر و گاردان و فایب تخت
ز سوئی شاه یکجاں در دوتن خاص
برون در بلذگی تو فیر می کرد
نوام تنغ بود از بهر خون ریز
بسان حنظل از نفس جفا بهر
بابر تهره می مانست بے فرق
زدور منہی § ارچہ گاہ و بہگاہ
ولے شہ را چو بود از گردش بخت
بہر کس راز دل آگہ نمی داد

۳۱۵

۳۲۰

۳۲۵

سم از خار و گلج از مار نشناخت
هم از گلجہنہ مارش گشت پیدا
سہ چارش خال ہندو پوہں رو بودہ
حسن زان نقطہائے بد خشن گشت
کند رو را سیمہ افزونی خال
نگہ کن چون سہامی شد پدیدار
کہ شاہ آن فتنہ را چون خاص خود کردہ
جہانے عرصۂ تنغ و قلم داد
وزیرے چون حسن شد پیش مصورہ
ولہکن بخت نہکش کردہ بد بخت
وزو دو دل بیک + دور از اخلاص
درون تدبیر تنغ و تہر می کرد
برون زہبا + درون سو خنجر تہر
برون سو نرم و رنگین و از درون زہر
برون آب زلال و از درون بوق
دساں بود این خبر در حضرت شاہ
بران دشمن طریقی ہرستی سخت
ہمی دانست و در خود رہ نمی داد

* شعر کا مفہوم غالباً یہ ہے کہ اس کے منہ پر ہندوانی تیکے کے تین نشان یا تل تھے۔

+ ق - ر : بیک دل دور ز اخلاص + ق - ر : دیبا § خبر دہندہ ۔

۳۳۰

هلفوزش در دل شوریده می داشت
مهاں می دید زهر افکنده در شهر
عجب کارے که شه با لشکر بهش
چنان در جائے خود تهمار او کرد
چنهن باشد بکار عاشقی زیست

۳۳۵

حسن هم همچنان در کار می بود
چو اندر پرده قو غار انهت داشت
بسه هلدو که گویندش برادو
برادو وصف هلدو زیست سر باز

۳۴۰

بونه این طایفه در پوش دلیان
ازین بے عاقبت گمراں منکر
حسن شان را بگلچے جائے کرده
شه غافل مزاج از طفل خوی
بلندی برهمه سرهاهی داده

۳۴۵

وے اندر خون شه کرده مهاں چسب
چو تاریخ عرب شه هفصد و بیست
جهاد دو تهمین را شد پدیدار
مه باریک بود از حالت تلخ
شه آن مه بر همه گهباں مبارک
چو بگزشت از شب تاریک پامے

۳۵۰

ملوک از سلک خدمت باز گشتند

بساں مردمش در دیده می داشت
چو بر دل بس نمی آمد چه تدبیر
بس آید بر همه جز بر دل خویش
که جان خویش هم در کار او کرد
که شاهان را کشت درویش خود کیست
بتن خفته بدل بهدار می بود
برون مهرے برسم عاریت داشت
شده یار از برائے فتنه او
که هم سر باز باشد هم سر انداز
که جاں بازند بر فرمای دلیان
بجنگ یکسره چون دیو ده سر
وزر زنجیر شان در پائے کرده
ز دشمن بسته دل بر دوست روی
کلهد چیلگی درهاهی داده
ز بهر فتنه را فرصت هدی جست
ثبات قطب کم شد جانب زیست
هال نهره و تاریک دیدار
بناخن کرده خود را پیش از ان سلع
مگر بر طالع سلطان مبارک
زمانه فتنه را نو کرد اسامی
خس و گوهر بهم دمساز گشتند

حسن پنہاں بکیراں کس دوستاد
 دراں ظلمات هندو چہر و بے مہر
 بروں زک فوجے از ہندوئے بدروز
 تو گدوئی تہغ شان ز آتش فہانی
 دواں گشتند سوئے برج والا
 قضا را قاضی از پوش اندر آمد
 ز ہندو حربۂ کش در جگر رفت
 چنان بوہوسفے کز خون بر افتاد
 دگر ہر کس کہ بدروں و دروں خاست
 چو پیش در شدند آن فتلہ گراں
 ز خلجہر پردہ دارے چلند را نیز
 چو فوج ہندواں رہ پیشتر یافت
 بر آب آمد ہمہ گاہ آتش انگہر
 شہ آن سگ را بخشم آورد در زہر
 بکشتن تہرے می جسمت ہو دست
 چو نفتادہی بکف تہغے دراں دہل
 سبک آن بر خلاف خارج آہلک
 دہاند شاہ تا موئے خود ازوے
 سہہ دودے ز بس خشم آتش ناب

۳۵۵

۳۶۰

۳۶۵

کہ سوے شمع ملک آہند چوں باد
 کہ ہندو وام کردے رنگ ازاں چہر
 ز تیغ خوبی گشتہ مشعل افروز
 زبانہ بود ہو دست زبانی
 چو دزد چیرہ در قاراج کالا
 قضاے آسمانش ہو سر آمد
 شہایے در دل برجہس در رفت
 مہان لالۂ نعمان در افتاد
 دروڑوہیں نشستم و سوچ خون خاست
 بر آمد بانگ و شور از پردہ داراں
 شد اندر پردہ دل چاک دہلیز
 خلیفہ ہم خلاف خصم درہافت
 بجوش آورد سیل فتلہ را تہز
 چو نخبچیرے کہ در زہر آورد شہر
 بخشم تیر چوں تہرے ہی جسمت
 ز منزل کرد سوے نردباں مہل
 بہ بستاخہ زک اندر موئے شہ چنگ
 در آمد موہو کبیرے پہا پے
 بدستش دشلۂ چوں قطرۂ آب

* کذا ایک لفظ رہ گیا ہے - ک : بکشتن تیرے را - الخ بخشم شیر - الخ

۳۷۰

مخالف شوم چهرے چهریا نام
بود زخمی بران سرو کھانی
نهاد آن گلشن نو رسته در خاک
مه از نور سعادت گشته نومید
چو آن تاج سزا را سر فکلدند

۳۷۵

میان صف توکل خاست شورے
بجولان گشته صوفی تهر در شمس
که هر که از سوز طرب الدین کلد زور
همه شب در چلیپ تدبیر باطل
که فردا چون بر آید چشمة مهر

۳۸۰

گدازم اختر کشیم از برج شاهی
و گر خونریز شاه از بهم کهن توز
کرا در خور بود زین گونه تاج
هوا داران خسرو خان بد رائے
که چون بر ملعم خود تهن راندی

چو نگزارندت این سر بر سر دوش
چو کبر و مومن این تدبیر جستند
بدین تو دامن شب خفت شادان
بکار افزائی آمد گرد مسند
ازین سو مالدیو اندر خرامش

۳۹۰

بدین سان سو بسو صد دیو دیگر

رخ ز ابلهس و چشم ز اهرمن وام
که خوں جستش ز آب زندگانی
چو غنچه کرد دلم پهرن چاک
که با تهن زحل شد خسته خورشید
زبان بالا بخاک اندر فکلدند
در آمد هندوان را دسم زورے
برا دو چلد با او گشته هندست
بدن پهل کلم چشم دلتش کور
سخن می رفت در مقول و قائل
که شود بهر تخت آراستن چهر
که گهر نورش از مه تابهای
رمد چون شپوک زان نهر روز
که بستند ز کشور ها خواجه
بستختی دو نشوند اندرین پائے
بکش سو ورنه زیر تیغ ماندی
بر آور تاج و بارے در سری کوش
دگر تدبیر ها زو جمله شستند
بلوث آلود مسند بامدادان
گروه کافر و کفران مرقد
و زین سو ناگدیو آورده را مش
بسے چلدال دیگر مهو دیگر

دگر شد رے دایاں سرور شرق
چو خضر ام دسین از آب جانے

بکے شد خانخانان چتر پر فرق
پر آمد خاں بسے زان کا موافق

سخن در سن عمر و خوافدن شہر دگان و انکہ
حدیث دو خلف کال از خلاف آمد تہہ خنجر

کہ گردنہ است گردون جفا کھش
فریبیدہ * نگر دی زین نمودار
مشو چون کودک از بازیچہ خور سلند
خہال خواب و آب و آئینہ است یں
خہال است این کہ زو بتواں کشیدن
کر این نقشے و آن عکسے بدوں داد
چو ہکشاںی درو چشم فہاں را
پر در خالے چو ہمہاں مقام
کہ طافاں خوش شونہ از مرکب گل
فلک پندہ دست و شش پے فرجہ تلک
کہ ہفت اختر درو سرو شتہ کم کرد
بگو ترک جہاں و ہر چہ دروے
زہنے در خور کشت و دروہ است
مگر آن را کہ کشتے کرد و بر خور

ہلا گر دانشے داری بھدیش
فریبیدہ است نقش ہفت پرکار
بدین لکونہ کردہ صورتے چلد
کہ چون بیلے ہچشم عقل و تمکین
خہالے کش تواں ز آئینہ دیدی
بتواب و آب ہم نتواں شدن شاد
ہر آن پھکر کہ می بیلے جہاں را
ہمہ ہیچ است چون تصنیف سار
کے آساید درو دانندہ دل
ہچشم ہمت است از راہ فرہنگ
کجا گلچند درو سر شتہ مر
چو خواہی بر تو از عالم نہی پے
گل مردم کہ ہر سوہی آب و رود است
درو بودن کسے را نیست در خور

۳۹۵

۳۹۶

۳۹۷

* فریبیدہ - † ق : آب آئینہ ‡ یعنی نو عرض اور چہا جہا والا آسمان ظاہری وسعت
کے باوجود تلک ہے -

بہر زین کشت بر، بر خوشہ چلد
 کہ چون این خوشہ بے توشہ رانی
 یسان مرغ و موران کز سر کشت
 تو کانداز جستی این پختہ خامی
 منہ کالایہ پر قہمت درین کالج
 یکے آمد درون و دیگرے رفت
 ازں آہلندہ و پوہندہ حالے
 شناسد آنکہ عقلش دور ہوں است
 ہمیں بہداد و کھن اخذ کرڈوں کرد
 درین عہدت سرائے بر فسانہ
 اگر وقتے بلاے می شنیدیم
 کجا سلطان علاءاندہیں و آن کار
 کلوں بر نسل او ہوں تاجہ کیں رفت
 چنان است این حکیم راستا راحت
 ز بعد آن سریر آرایہ مرحوم
 یکے خن فرید اسم بلند اصل
 کہ آن سلکے سزایہ ملک سنچے
 تماش دادہ قرآن ختم مشور
 بسا شاگردئی استاد کردہ
 بہ ترتیب کمان و تہر پیوست
 دگر بوبکر خان دیباچہ تخت

۳۱۰

۳۱۵

۳۲۰

۳۲۵

و زان خوشہ درہیں رہ توشہ بلد
 چو خوشہ نبودت بے توشہ مانی
 نصیب خود بونداز خوب واز زشت
 نہ کنجشکی و نہ موری، کداسی
 کہ تو مستی و دزد خانہ گستاخ
 نکوے آمد و نیکو ترے رفت
 نہ پر شد عالم و نے گشت خالے
 کہ مہر آسہاں شمشیر کیں اسم
 پسندہ است از بوائے عہدت موہ
 نگہ کن تا چہا زاد از زمانہ
 درہیں دوراں ہچشم خویش دیدیم
 کز ان ہیبت شدے گردوں بونہار
 کہ چنداں خون فاق بر زمین رفت
 کہ چون بر قطب دیں رفت آنچہ حق خواست
 برادر پنج ہیگر ماند مظلوم
 کہ بود اصلش زدہ شد وصل بر وصل
 سہ پنجش عمر در دہرے سہنچے
 دلش زان نور گشتہ سورۃ نور
 کتاب و نامہ را چون یاد کردہ
 بعد کہ تہر دو انگشت او شست
 سزایہ ملک اگر یاری کند بخت

<p>دو ہفتیش سال واو مائے دو ہفتہ نشستہ در دل قرآن چو یاس طبیعت خود چہ گویم آب و آتش جہنمے چوں گل و روے چو لاله فتان خہزاں شدہ از شہر مستی قدح + افلح شدہ گل صفتہ دیدہ بثلث دوم قرآن ورتی بہز وسامن دابۃ فی الارض الا ہموز از جمع قرآن بے خبر بود روح کاف و فوس لوح دلہس پاک کہ چرخ از بہر ملک انباز پرورد زمانہ در جفا کاری در آمد کہ بر شہزادگان کارے رود سخت کہ بود اندر مراد این فامرافی بعورستان ستر ملک پویان بر آں دیوان ہایل کار دانان بلزیکے ہر چوں سایہ خورشید ملک گستاخ نگزشتے ببامش</p>	<p>ز سال عمر او دو ہفتہ رفتہ الم * دیدہ ز الف و لام و یسوس ہوس در نظم و نثر لفظ و خط فوہس علی خان گراسی ہشت سالہ ہمہ دندانش در بالا و پستوی ز قرآن تا بقہ افلح رسد بہاخاں ہم بہشتیم سال فو خہز گرفتہ روزی از تعلیم بالا ز پنجم سال عثمان بہرہ ور بود ببازی ہائے نوزادان ہوساک چنین شہزادگان ناز پرورد زمان عمر شہ چوں بر سر آمد اشارت کرد خسرو خان کم ہشہ قضارا میہمان بود و شادی د دیدند از ہرین عفریت رویان دوسہ محبوب و مرتد خانخانان حرم کز ہیبتہ ثانی جمشہد فلک دم خوردے اندر بر مقامش</p>
--	---

* میرے نزدیک مصرعے میں ہوتا چاہئے۔ الم دیدہ ز الف و لام و ملس یعنی الم اور ملس کی
سورتوں تک پہنچتا تھا جب کہ یہ مصیبت آئی۔ یہ ۱۹ ۲۰ میں پارسے کی سزوتیں ہیں۔ (ک)
+ افلح یعنی راست و بلند۔

نسیم اندر درش یکسر ترفتی
 پدی ہم جاں شدے سرتا قدم دیاک
 برآں جنت چو دہر ابلہس خوگشت
 ز نقش شوم آن روہائے مذکور
 کشیدہ سر بگردوں ہر سپاہی
 بروے ہر یکے چشم جگر کون
 سہاۃ و کشن سہلتہائے پُر خار
 دراز و پھن ہر یک رہش ناخوش
 نگارہ بو کمر بستہ بزر غرق
 پوریریاں ازاں ہیبت کریزاں
 قیامت گشتہ در ہر سوئے پھدا
 دواں دنبال ہو مستورۂ گہر
 بیلا + کله در خون کردہ حوراں
 ز جوش کافراں بو اہل ایمان
 نظر ہائے سعادت بستہ برجیس
 چنان مرہف بد خشم و ترش چہر
 دراں تاب آفتاب عالم افروز
 بسان برہط خود زہرہ نالان
 مہ از گلش چنان قایب ز خورشید

۳۵۰

۴۵۵

۴۶۰

۴۶۵

صبا ہم بے مہا با در نرفتی
 بپاکی گشتے آنکہ گرد آن خاک
 ہمہ جنت پر از ابلہس روگشت
 ستنبہ * گشت ہر یک تنبہ در
 چون ہلدائے کہ در دے نہست ماہ
 کہ ہم در دیدنش گردد دگر خون
 چو گاہ فہم سوزا ز خنہ + خار
 پریہاں ہم چو دلہائے مشرہی
 چنان کز پہلو ابر سہہ برق
 خزاں در گوشہا افتان و خہزان
 قیامت کردہ در کہں چرخ شیدا
 سلامت بے پناہ و فتنہ بے صبر
 شتاباں ہر طرف چوں ناصہوراں
 سپہر از کردہائے خود پھہماں
 کہ کم بیند دریں غوغائے ابلہس
 بتخونی گریہ او نیز از سر مہر
 ز سوز خود جہاں را کردہ پر سوز
 ثریا دست را بو دست مالان
 کہ گشتہ از کہل خویش نورہد

* ستنبہ ایک دیر کا نام جو خواب میں آکے دراتا ہے۔ † ن : رخنہ + کذا —

چه دل باشد زنان را در چنان هول
 بسے خورشید سایه پروریده
 ازان ده سایه در دنبال یک مهر
 چو زان قوغا فتاح اندر حرم هوے
 یکے را ماند چشم اندر تھور
 یکے پیرایه کم کره و یکے هوے
 یکے شد فرق خے از تیغ چوں آب
 دوان گبران پھر ایوان و پرده
 بخشم آواز می دادند هر جا
 ایا خان فرید اسم آئی بیروں
 پیاید در زمان بو بکر حان هم
 دگر خانان بهاءالدین و عثمان
 که زهی جمله یکے را ما بر آنهم
 و زان سایه که در خورشید سراں را
 نیلندیشید کاین کارے که شد راست
 همی جستند هر یک را بمشعل
 زهی ظلمات کاندروے چو پویند
 چو آن کم گشتگان را گشت روشن
 به تسلیم آمدند از گوشه بیروں

۴۷۰

۴۷۵

۴۸۰

زن آنکه دیو در دنبال الحول
 بسایه سایه خود هم ندیده
 درنگ سایه شد هر مهر را چهر
 فرو مردند مستروں پھر سوئے
 یکے را دیده شد چوں گوش پر دُر
 یکے ساعد تھی کره و یکے گوش
 یکے در رفت در کلمچے چو مہتاب
 به بے رحمی چو خوک زخم خوردہ
 کہ پنهان کیست ایضا ہاں بیروں آ
 اگر جانی و کر جسم آئی بیروں
 کہ هستش تن ز بہم آزاد و جاں ہم
 دستک این جا پڑوئی با علی خاں
 کہ بر تخت جہا نپانی نشانہم
 دھم اقطاع و کشور دیگراں را
 نہ پھر دیگرے پھر شما راحت
 دم کاذب دواں چوں صبح اول
 بمشعل انجام کم گشتے جویند
 کہ پھکان قضا را نیست جو شن
 عدم را دادہ از دل توشہ بیروں

۳۸۵

کہے کردند فریاد جہاں سوز
تعالیٰ اللہ ز چنداں شعلہ گرم
بتندی یک دو محبوب جفا جوے
کہ بر بندید لب چوں بے پلماہاں
چو خواہد رفتن آنچہ ایزد قضا کرد
عزیزاں پھش می رفتگی بے تاب
بگریہ ماں راں دنہال ہر یک
ز سہل چشم مستوران شہدا
دراں خونابہ شاں بر دند بالا
ہمہ شب پھش مادر ہر عزیزے
کہ اے مادر جمال من بییں سہر
کہ فردا خاک خواہد گشتن ایں روے
یک اسروزے کہ پھشت مہمانم
دے مہمانئے دیدار من کن
نثارم دیو لوک از چشم پر خون
چو من کردم و ناع ایں سر خویش
سر من گھر بسپارے در آگوش
ببوس ایں سر کہ در خون خواہد افتاد
بہ پھشانی ہم با سہر و زاری
ببوس ایں چشم ہم کتہست در پھش
تذم گرچہ از تو خواہد گشت مہجور

۴۹۰

۴۹۵

۵۰۰

۵۰۵

کہ آہے بر کشدند آسماں سوز
نشد پولاد آن آہن دالں نرم
زدند آن خستگان را بانگ پر روے
بتقدیر خدا و کار شاہاں
چہ باید بیدہ تروک رضا کرد
چو مہش بستہ پھش تیغ قصاب
ذلک ہم در نغان پر حال ہر یک
شدہ خونابہ در قصر پیدا
چلای کآمد ز حکم حق تعالیٰ
ز سوز و داغ خون می گذت چوڑے
مکن دور از رخ من دیدہ تا دیر
پنخواہد رفت خاک ما بہر سوے
بسولہ نہز مہمانست جانم
دل بریان خرد در کار من کن
کہ این یاقوت لعلم ریون اکلون
تو نیز ش کن و داہے ہادل ریش
کہ ایں سر دور خواہد گشت ازین دوش
ز آگوش تو بہروں خواہد افتاد
دو سہ بوے د گردہ یان گاری
کہ کم خواہش ہیدن بعد ازین پھش
نخواہد شد ز پھشت جان من دور

چو تلک آئی ز ہجر بے کرانم
اگر پش از خطام گھٹی قام راند
چو در * خط شوط باشد میہمانی
مرا چون سر قلم کو دد ز تقدیر
کفی زین حوت اگر گردد دلت ریش ۵۱۰
همی گفتند گریہاں مادران ہم
نکر تا چہد خون خوردیم ازہیں ساز
اگر گشتہی بر بایسے سبک پایے
و گر بر رویاں چشمے شدے تہز
و گر بادے کو شتے بر شما گرم
و گر بھروسہ ہی رفتید ناکاہ ۵۱۵
بشانہ گردن افتادے بدل ہوے
کدوؤں فریاد کو تیغ خطرناک
کتجا باشد روا اے گردش دھر
کسے کش ہون برگ گند نا تیز ۵۲۰
یریزد این ہمہ زوہا بزاری
چہ گفتست این فغاں ہا پر فغانہا
اگر دانید شاں را تیغ چوں برق
و گر زہ گردن ایشانرا کلو گھر

پگوئی درد ہاے خود بجائیم
بخواہد نام آخر در قلم ماند
مرا ماتم کفی بے مؤذ بانی
ز خون دل کفی این قصہ تحریر
کتاب و مصحف سن مؤنس خویش
کہ اے دو چشم ما و دیگواں ہم
کہ پروردیم تاں را + ما بصد ناز
همی افتاد دل کافتہ ز انجایے
ز بیم چشم گشتے دیدہ خونریز
پسختی سوختے دل زان قف نرم
دوینے جان کم گشتہ بصد راہ
کہ زین سرہا نہاید بکسلک ۵۰۷
چندیں سرہا فتد در دامن خاک
کہ رانی بو عزیزاں دھرۂ قہر
خورد چون گندنا شمشیر خونریز
چو برگ گل مہان خاک خواری
چہ می گویم ببریڈ این زبانہا
بباید راند مارا ارہ بر فرق
بباید بو جگر مارا ز دہ تہر

* شعر کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تازہی نکلنے کی تقریب کی بجائے میرا ماتم کرنا ۔

* ن : پر

۵۲۵

وگر شان را رسن پهچد بگردن

۵۳۰

ذنب کشنده بر خورشید و بر ماه

۵۳۵

چو دیدند آن سگال کز آتش درد

۵۴۰

نظر می کرد مادر سوخته فرزند

۵۴۵

که خواند نزد ما یاری رسان را

ز ما باید رگ جان دور کردن

که زان خون در رود در خاک تنها

کنهم این زادگان را در شکم باز

که بکشایند خونها را ز پیوند

طلبکار از برای سخته کارے

ستاره هم بسے کردند همراہ

فتادند از قهر بر زمین پست

گہے کردند بر دل کوبش مشیت

کجا می بیند آن سوز جگر سوز

به رو خون و بسو خاک و بدل چاک

نخواهد شد ز آب چشم شان سرد

روان کردند شاهان را سبک پایے

همی رفتند روم کرده واپس

بگشتن واپسین دیدار دیدن

کزین سوخون و زان سونہز خون بود

بناخن از جگر پرکاله می کند

که اے نعمت خروان ما بصد قسم

که گیرد در چنہن وقتی مرا دست

بجای یاری کنده ار هست یارا

بجای بازم خرید اے پاک جانان

که خواهد کرد یاری بهکسان را

کہ گوید حال ما بہرورن این در
 کجائی اے بزرگان بہر جاں سوز
 بر آ از خاک و سوئے مانگہ کن
 کجا رفت آنکہ از بہمت زہر سوے
 کفوں از باد دھوم کن نظارہ
 چو گھٹی خواہد از خونم خورش داد
 چو من در خون فتم خونم مشوئہد
 کہ ما یار شہید کر بلا ٹیم
 مگر کہوں تن بفضل بے نیازی
 بدو ہو پکر حان گفت اے برادر
 کز ہم این نالہ و زاری و فریاد
 چو تقدیر آمد و یاری دے نہست
 نہ آخر پایہ ما تاجداری است
 کسے کو را بود نسبت ز شاہاں
 ایں ساں گوہرے نتوان نہمتن
 چو ما مردیم و ہم فرزند مردیم
 چو زاری در نہی گہرہ قصہ را
 دریں بودند گامد فرجہ پیش
 کز ہزے چند دید از پیش نالان
 فغان بزرگ کہ راے ایں جا کیانہد
 ہمی گفت ایں کہ در رفتہ پویاں

۵۵۰

۵۵۵

۵۶۰

۵۶۵

کہ دارد سر دگر بہرورن ایں -
 کہ بھلی حال فرزندان بدیں روز
 بختوں آلودہ روے مانگہ کن
 بتلادی باد فکوشعے بدیں روے
 چو گل قرعہ بختوں ر پارہ پارہ
 چرا سادر بشہر مہرورہش داد
 و زین خونخوارگی خونم مشوئہد
 بختوں آلود در جلت گرا ٹیم
 شود در چشمہ کوثر نمازی
 نہاید زین نمط بودن بر آذر
 اگر فرہادرس باشد ز بھداد
 شغب کردن چو مسکیناں کسے نیست
 نہر از تاجداراں شرمساری است
 چرا عجز آورد چون بے پناہاں
 گہر سی نالد آخر گاہ سختن
 بمروری بے کہ از جاں فرد گردیم
 ہجاں تسلیم بنیاد شد رضا را
 دود آتسو فریہ از ہم سر خویش
 فتمک آن سوے چون شوریدہ حالان
 سرا پنہاں کلید ار می توانہد
 عزازیلان و عزرا ٹیل خویاں

گرفتندش بستختی و روان کرد
 دو خان را چون دو شمع گیتی افروز
 چو با آن بیکسی بردند سوئے
 چو هر دو تھغ را دیدند متحراب ۵۷۰
 کہ بود آن گاہ شستن از جہاں دست
 دران متحراب گاہ خنجر تھو
 چو صدیقان توہم کرد ابو بکر
 در آنچه خاک را می جست سازے
 کہ چون بہر حیات این جانہ اندآب ۵۷۵
 گزارش کرد از آن پس عاشقافہ
 پس انگشت شہادت بر کشیدند
 دو ہند آن سگال خنجر کشیدہ
 بہ بے رحمی بر آوردند خنجر
 ہدیوار آنچنان زد خون گل رنگ ۵۸۰
 ولے ہاقوت را نسبت چہ یار است
 خصوصاً مردے کز اہل و ہاقوت
 چو خون زیر آمد از بالائے آن بام
 چو خون رفت از تہ دیوار بیرون
 همان بایے کہ زمین خون اہل وام است ۵۸۵

دران دم چون پیکہی ہم فغاں کرد
 کہ آن دم بود شان چون شمع را روز
 کہ از خونہائے شان رانند جوئے
 طلب کردند از بہر وضو آب
 ہمی بایست شست از خون جان دست
 نبوک آے جز آب تھغ خون دھز
 شغب بر مکر می زد دھر پر مکر
 زمانہ در تہہ آن داشت رازے
 نصیب خاک شد در خاک کز خواب
 وصول عالم حق را د و گانہ
 شہادت را رقم بر سو کشیدند
 بخون دھز آستہاں ہا بر کشیدہ
 در افکندند یکسر ہر دو را سر
 کہ شد ہاقوت سرخ از رنگ خون سنگ
 بدان خون گل ز مردم وین زخار است
 گدا ہرے ز بخششہائے شان قوت
 ہمہ بالا و زیرش گشتمہ گل وام
 کشان از نافاں ہا کریمہ خون
 همانا بام † "بالا دھش" نام اسمع

* ک : ن -- † بالاری - ستون والا - مطلب بظاہر تھر ہزار ستون ہے جہاں یہ

ہاں جاہا بکنچے بود * آن شور
 بوزں جستند پس گبران بے مہر
 نمی گنجید ہر قصاب کہوں دوست
 پس آن جانب دیدند آن دوسادر
 زمین کو خون شاں دیدند گل دام
 میان خون بغلطیدند پو در
 ازاں خون و ز موج اشک رنگیں
 بگریہ جامہ ہم در خون کشیدند
 برخ بر سپردند آن دست پر خون
 نہ مارا عہشے آمادہ است امروز
 بیمار اندک تخت و مسند و تاج
 ز دیبا گلاہا سازند در دلو
 ولے عود و سپند ار بر فرورزید
 قفے گانگشت گشت از سوز ناساز
 الا اے روزگار تیرہ روزاں
 چو انگشت سہ مارا بدیں روز
 ازین سوزے کہ زن زیشان زبانہ
 بسے بگریستند از چشم خون زامے
 جہاں را دیر شد کہیں شہود دارد

۵۹۰

۵۹۵

۶۰۰

کو شہر مملکت شد طعمہ گور
 ز فعل تلخ خود گشتہ ترش چہر
 ز شاہی چوں بزدل خود نہ در پوست
 کہ بودند از پئے ایشان بر آذر
 ہی جستند سوگ از خون شاں دام
 نمی شد خون گرم از سوز شاں سود
 حفا بستند بر دست نگارین
 علم بر پیر من بھی چون کشیدند
 بدان گنگو نہ می گشتند دلگوں
 شہنئی این دو شہزادہ است امروز
 فرو ریزید لعل و ہر بجا راج
 ہشاہی قہرہا بلندید در شہر
 بجائے آن ہمیں سارا بسوزید
 بسوزیدش چو انگشت سیہ † باز
 کہ ہستم از تو چوں انگشت سوزاں
 بسوز و می زبان و باز می سوز
 کساں ہم سوختند از ہر کرافہ
 وز انجا باز شاں بردند بر جائے
 خزاں پر برگ و کی پر مہودہ دارد

* ن : بعد -- † انگشت سیہ - یعنی جلی ہوی لکڑی - اگلے شعر میں بھی انگشت

انہی معنی میں لکھا ہے --

<p>کہ بازش در شکر ننگند زهرے کہ با گوشش نکند از گوشه درے بشای شاه گھٹی جاوداں باہ</p>	<p>کرا در چاشنیہا دان بہرے کرا درے بگوش افکند دل چوئے چو کس تیرہ بگیتی جاوداں شاہ</p>	<p>۶۰۵</p>
<p>حدیث چشم زخم خاندان ملک و خاناں را کشیدن از پاک دیدہ بر آن ساں کز صدف گوہر</p>		
<p>بچشم مردساں بہن فاوک انداز کہ نہادش بہ بینائی درون خار رسدگر چش جہاں در چرخ روزیمع نہ کمتر تہر چرخ از تہر چرخ است کہ درون صد ہزاراں دیدہ روزے نگرتا چند ازین ساں دیدہ بر دوخت فلک چشمک ز فد سوئے زمانہ ولیکن چون جہک از تہر تقدیر کمال * عہن را عہن الکماے قضا عہن الکمال آورد نا گاہ چشمیں بہروں تراوید از دل ریش بتخون خویش کردند آشنائی جہاں را دیدہ عالم ندیدہ</p>	<p>فلک را صد ہزاراں دیدہ باز کرا بیمائیے بخشہد در کار کسے کش چشم زخماں از چرخ روزیمع چو زخم از تہر بے تدبیر چرخ است چہ دوزی دیدہ را زان دیدہ روزے جہاں کز دہر تیر اندازی آموخت چو گوہد مردم از بھلش فسانہ جہک مردم گرش زخمہست از تہر رسد نا چار چون باشد جمالے چنانک اندر کمال دولہا شاہ کسے کیں فتلہ دید از دیدہ خویش کہ چون در مردم چشم علائی دگر خانان و طفل نا رسدہ</p>	<p>۶۱۰ ۶۱۵ ۶۲۰</p>
<p>* ن : زخم چشم -- † ن : کمالے --</p>		

بر ایہاں نیز شد چشم فلک تیز
 حسن را پیش چشم آنا نکہ بودند
 کہ ہر شہزادہ چشم پادشاہی است
 اگر بر چشم شاں نبود گزندے
 کہ ہر گہ چشم بیغش پیش باشد
 کہ بیکار است چشم از جسم پیش اسم
 بدیں اندیشہ وہم نہاں بیہ
 از آن دیدہ کشیدن سرور را
 فلک کور است از آن کرد این چلین دور
 فرض چوں چشم زخم تیر تقدیر
 اشارت کرد ز ابو گبر بے دید
 برید این چہلہ درہا در دگر درج
 یفرمانش سبک زان قصر شاہی
 بقصر لعل بودند آن سراں را
 ہمی بودند روزے چند مستور
 شگفتہ چہم ہر یک چوں گل لعل
 بودئے بستر پر خوں چو لالہ
 کہ ہر کس را گلے بشگفت بر تخت
 گلے زہں چشمہا گر رخ نہودے
 کفوں آن نرگسان نیم خندہ

۹۲۵

۹۳۰

۹۳۵

۹۴۰

گزند چشم شاں را شد سبک خیز
 بچشم پوش حالے را نہودند
 چو چشم اندر سپیدی و سہاہی است
 بباہد چشم شاں را چشم بندے
 شکوہ جسم ہم با خویش باشد
 بچندین نقطہ چشم از جسم بدیں است
 بروں کردند شاں چشم جہاں بیہ
 بروں افتاد دیدہ مادران را
 ز چندین قرۃ العین جہاں نور
 خراش چشم ایہاں کرد بے تہر
 کہ زہں درہا چو چشم سہرہ می چہد
 کہ چندین سہ نہاہی در یکے برج
 شد آن درہا دوان تا گوش ماہی
 بخصی شانداں شفق نیک اختران را
 چو چشم خویش و روز خویش بے نور
 رواں خوں ز ہر گل چوں مل لعل
 ہمی گفتند چوں مرفاں بنالہ
 گل ما این شگفتہ از گلشن بخت
 جہان و دیدہا بر خار سودے
 ز باد دہر بیوں چوں گل شگفتہ

چلین گل گرچہ یوافزون است هر دے
 گل مارا چسان شد خستگی بار
 نخست افرد یهار از شاخ بے بر
 بهار ما نگر یارش دگر گون
 گل ماحسنتہ خار زمانہ است
 سر سوزن بود سوراخ بادام
 کسے کو بروکشید این دیدہ سر
 دو چشم او چو دو عذاب خستہ
 بدیں ساں هر چراغ دیدہ شاہ
 چو هر ظلمت فروشد چشم خورشید
 پرستارے چراغ آورد در پھش
 یکے گفت این کہ آمد اشام تاریک
 چو بیروں شد چراغ چشم از روے
 چراغ عاریت پھشم چه دارید
 دگر گفتا کہ شمع از بہر چھم است
 چراغ دیدہ عالم چو ما قیوم
 کجا شد دیدہ سلطان مغفور
 دگر گفتا کہ بینا یان کشور
 مثل گویند دولت کور باشد
 سپہر کور بہر ما زد این رائے

۶۴۵

۶۵۰

۶۵۵

۶۶۰

مہر و ہدیش کہ ہوئے خونست دروے
 چو با گلہا نہاشد خستہ را کار
 گل بادام و شفتالو کشی سر
 کہ بادام از گل ما بدن بیرون
 غلط شد بلکہ پھکن را نشانہ است
 ہمزلک چوں کشید از جائے آرام
 بسان خستہ * شفتالو بود تر
 ہمیشہ خستہ و در خون نشستہ
 فغان می کرد وزاری تا شبانگاہ
 بود از روشنائی گھٹی امہد
 شہاں سوزاں چو شمع از دیدہ خویش
 کہ روشن دید مے من موئے بارہک
 ہماں کوہست پیش من ہماں سوے
 چراغ دیدہ من پھشم آرید
 چه جویم زان گہرچوں دیدہ ہم است
 نظر در شمع دیگر چوں کشائیم
 کہ بیند قرۃ العینان بے نور
 کہ بہنا شاں دل است و چشم بدرد
 نہ دولت مند را این شور باشد
 کہ دولت رفت و کوری ماند برجائے

بگوش - ایٹک بچشم خویش دیدیم
 بپایک دید گر طفلیم و گر پھر
 چرا از دیدہ نہیزد خردمند
 بتر سید از خواش دیدہ من
 تعالے العہ چہ کوراں را سوالے
 کس این گایده را دیگر چہ کلود
 کہ دل شد گرچہ بہر دیدہ بریاں
 بجائے گر بماند نہیز شاہیم
 کثوں از رفتنش اندیشہ داریم
 ہزاراں منت کوری است اکثوں
 کہ جائے سرمہ شد در چشم ماسمل
 کہ بقواں بردش از جائے بجائے
 کہ مارا کور کرد و دیدہ را برد
 عصا کو کور سازد دیدہ را وای
 عصاے دیدہ بر درے ہو افزود
 کہ دشمن را کھد چشم جہاں بین
 کہ چشم دولت از وے باد پرنور

دگر گفت آنچہ مادرے شہیدیم
 بلے ہر دیدنی کاید ز تقدیر
 ہر آن ہردے کہ پیش آرد خذارند
 دگر گفت اے شمارا دیدہ روشن
 ز چشم من کہ می پوشد حالے
 چو چشم ہر چہ می دارد تراون
 پس انگاہی ہمہ گفتند گریاں
 ز دل چوں دیدہ را یکسو نہادیم
 ز کوری بود غم کز وے فکاریم
 بدیں چشمے کہ رفتش دیدہ ہووون
 گر آید میل میل آوازہ تعمیل
 چو باید کور را بر کف عصائے
 عصا شد میل بہر چشم ماخذ
 عصا شد دستگیر کور ہر جائے
 عصا از کور بردن در مثل بود
 کہ جوہی کھن این کوران مسکھن
 بجو سلطان غمات الدین منصور

۶۶۵

۶۷۰

۶۷۵

سخن ز آوازہ خسرو کہ چوں آلود مسند را

ہمہ پیشہ نگون کردند سر جز غاؤء سرور

خبر زہن گونہ دارم راستا راست

دریں ملک از بسے فعدہ کہ برخاست

۶۸۰

کہ چون فرمان دیوان رفت ہر سوے
 بد ہر انسے و جانے را خہر شد
 زہ قلا بی فیروزہ خاتم
 فلک تاج علا را بود معراج
 ثبات قطب دنیا بر سر آمد
 بزرگان ہر یکے دریائے پر جوش
 ہمہ لہرکشاش در شرق و در غرب
 نہ ترکی نہیژہ ترکی بر افراخت
 ہمہ گویان ہیجا سست و بے تاب
 در اقصائے ممالک نہیژ امہراں
 جز از در ہای رزم از زور شمشیر
 چو بشمید این سخن از خاصہ و عام
 بہالید از تغیر سہلت کیں
 نخست افسوس کرد از نیک خواہی
 کہ در برج علا نقبے چنان رفت
 ز چندان کوکب سعد اندران برج
 کنبوں چرخ دہانی ز امر معبود
 اگر با برج نتوان کرد کارے
 مرا شاہ شہدان کار دان مرد
 من امروز از نکوشم بہر کارش
 چو نعمت پرور از وے گشت حالم

۶۸۵

۶۹۰

۶۹۵

۷۰۰

کہ ملک آورد در اہرمنی روے
 کہ بر تضحیٰ سلیمان دیو بر شد
 کہ بر شیطان رساند خاتم جم
 بخاک افتاد والا گوہر تاج
 سہا را نقش بر کرسی بر آمد
 فروہشتند مانند صدف گوہش
 بطاعت مہل کردند از سوئے حرب
 نہ ہندو بلدہ ہر ہندوان تاخص
 فرو ماندند چون بڑ پیمش قصاب
 کمر بستند چون فرماں پڑیوان
 ملک غازی معظم تغلق شہر
 ز غصہ خون بہجوشدہش در اندام
 ز بہر کیں شہش ہر موے ژوپیں
 ز بہر خاندان باد شاہی
 کہ گرد نقب زن بر آسمان رفت
 زمانہ یک گہر نگذاشت در درج
 چو بر کود از سران دودمان دود
 زہنے را سزا شرط است بارے
 بہرمنی از پئے این روز پرورد
 نکو اہم کیں اولاد و تبارہش
 چگونہ باشد آن نعمت حلالم

<p>من و شہسپور و قید و کینہ شاہ چو من یار حق یار * سیس کہ فرزند من و جان من آن جا است کہ باشد قرۃ العین از نظر دور دل شیریں پر آرد + از پر تیر کہ چشم دارند ازوے روشنائی وگر ایس جا رسد نور علی نور بچشم + دیدہ روشن رساناد</p>	<p>گرم یاری کفد بغض نکو خواہ وگر نبود دروغم یاری از کس اگر ایس جاسن ام جاں بے تو آن جا است کجا باشد دران چشم و نظر نور ملک فخر الدول کاواہ نخچیر چواغ روغن از نور خدائی گو آنجا ماند ازوے چشم بد دور خدا آن چشم را بر من رساناد</p>	۷۰۵
---	---	-----

<p>عزیمت کردن اعظم ملک فخر الحق والا بسوے حضرت غازی ملک کافر کُش صفدر</p>	۷۱۰
---	-----

<p>کہ نلدیشند هیچ از ہم نبردان یست آہنیں سازند راہ بنیروے دل خود ہم تو افند سزا بیند کسے کا ید بدنبال اگر تنہا بود ہم دانگ تن ہاست نعلبد از ہزاراں ذرۃ یک کوہ یکے خورشید ہر صد را کند کم برد یک گرد آیشاں فارت خویش زانہوہ گو زنان کے ہراسد</p>	<p>عجب کارے است کار شہر مردان بہ تنہا ہر روند اندر سپاہ ور از قلبے فرس بیرون چہانقد مبارز زاند چوں با تیغ قتال دلیرے کش بکار رزم فن ہاست سر انگن را چہ تنہائی چہ انہوہ کشد مہہ گر چہ صد لشکر ز انجم وگر ہر رسہ باشد صد میش ہوہرے کو گو زنان را شناسد</p>	۷۱۵
---	--	-----

که هر سو بر نفس تیراست و شمشیر	بخلاوت کلا خورده تنها بود شهر
حکایت	
<p>بخدمت بود روزی پهلوی طوس که رستم را رساند گو شمالی کش از نهر و پازو بشکله بال که بلند دسمت او چون دسمت بندها که در کشم از خوابی همچون مستی صبا در زیر و آتش بر کف دسمت کسی در پی نرفت از دروس و دوس پرفت او سرزد با تیغ سر زن که آرک رقص * در د نبال مرد که فخرالدین ملک بالا نرو راند چو شد بر آرزوی خویش فیروز و زان بشکست گهر هائے شاهی دو شمع مملکت را زنده نگذاشت بجا نگذاشت یک نوکس ز گلشن بارج چرخ بود ماه رابع نه کس تهرے کشاک از تلک خولی</p>	<p>شنید ستم که رستم پیش کاؤس بخشم آشفت کاؤس از خیال اشارت کرد سوز طوس در حال چو طوس آمد بوسم زور مندانا برویش زد تهمین پشت د ستم برو آمد به پشت رخش بلشست بسی کس را اشارت کرد کاؤس چو کس کم رفت دنبال سر افکن توان دنبال شیر و اژدها کرد سخن گویان مثل در جنبه خواند چنان بود این که خسرو خان بدروز دل خود ساخت سنگ از کهنه خواهی ز یارے کز سر افزای بسر داشت کشید آن دیکرا را چشم روشن غلامان همه میر ولایت نه کس تهرے کشید از کینه جوئی</p>
* ق ر : رخش -	

۷۲۵

۷۲۰

۷۳۵

کسے نا روں نا روں خروسان
 ز نعمت هائی سلطانی بخوا نہا
 بچند انکہ استخوانها زان نمک زور
 بلے چون شد نمک در پوست گنده
 -وا بود آن خسیس را در آفتاب
 کہ در گنده قلی هر نابکارے
 سگے کز دست مردم لقمه خورد
 ز سگ ناکس تراست آن ناسپاه
 چو سگ را هسمت با خوئے وفا کار
 چه نا مردم کسے کز سگ جفا ئی
 فرض القصہ چوں زان قوم سگ زاه
 ملک فخرالحق از بس سہربانی
 از انجا کاهل نعمت را بہ یاری
 براں می شد کہ ناگہہ بے مدارا
 ولے می گشت بر نا بد چو گارے
 دریں اندیشہ باخود قصہ می خورد
 چو شد ز اندازہ بیروں خار خارش
 شبے بلشست با معرم تلمے چند
 بہاران گنفع گزبان و غریبان
 جہا نے پر زدیو و دیو مردم

۷۴۰

۷۴۵

۷۵۰

۷۵۵

ہمہ گشتند عاجز چون عروسان
 نمک پرورد کودہ استخوان نہا
 یکے را بر نہا مک ز استخوان شور
 تن گندہ نمک بہ پوست کندہ
 کشودن پوست پس کردن نمک سال
 نمک زہن گوئہ گشتے گندہ بارے
 کند بیماری چو بیماری بایدش کرد
 کہ نہود خورد خود را حق شنایے
 بود ہم پادہان و ہم وفادار
 کند در پاس نعمت بے وفائی
 براں شہزاد گوشت آن چور و بہداد
 خواہے یافت ز * آزار نہا ئی
 بود در شکر نعمت حق کزاری
 پروں آید بشمشور آشکارا
 بدازی جان بیداید باخت بارے
 کہ چوں شاند ز خون دشمن این کرد
 دروں گشت از خواہش دل فکارش
 بر آورد آہے از اہرمنے چند
 کہ خون جم چسان جویم ز دیوان
 چگونہ بے سپہ * من چہرہ کردم

<p>رضا در کفر و کنواں چوں توان داد کہ سہم خود بر ایشان تیر سازم نمودند از طریق نیک خواہی مہسر کے شود ز اندیشہ سمع اگر را نهم بیڑوں بیم غرق است بکوزہ چوں توان طوفان نگہداشت بدرگاہ ملک غازی رسانیم کلمہ این ظلمت از روئے زمیں دور پسند خویش را شد کار فرمائے نہانے با علی یغدی ہوں داد کہ * باگاہی کہ آن گاہے غزا ہوں بعزم تیر در قطع بہاباں جیہیں را کرہ درخست زہی سائے زلال ابرو دریا فرو ریخت ظفر را مژدہ داد از تیغ قتال</p>	<p>و گر ندہم بقتل ہندواں داد ندانم تا چساں تہ بید سازم نکوخواہاں دران مصلوب شاہی کہ این کارے کہ در اندیشہ سمع چنیں سولے کہ موجش تا بہ فرق است و گو خود بایدش پغہاں نگہداشت بدان باشد کہ زین حال انچہ دانہم چنانکہ آن را ئے بخشید پرتو نور ملک را شد پسند خاطر این را ئے سخن ہائے کہ بوئے تیغ و خون داد فرستادہی سوئے غازی ملک زود علی یغدی بران سو شد شتاباں رسید رفت پیش لشکر آراے پس از فرزند را ز انجا فرو ریخت چو شد غازی ملک را روشن این حال</p>	<p>۷۶۰</p> <p>۷۶۵</p> <p>۷۷۰</p>
--	---	----------------------------------

صفت خلیجہر ملک غازی

<p>بکری گنہ گام طوفان آتش دل بے دین ز محراب شدہ چاک کہ در محراب داری درے امید</p>	<p>برآورد از میان شہشیر سرکش مہاں بے دین تو محرابی پاک زہے ہندو زیانت ماندہ در بہد +</p>
---	--

* ق ر : بے آگاہی گز آن گاہ غزا ہوں - مصرع کا مفہوم صاف نہیں ہے -

+ وید ہندوؤں کی آسانی کتاب -

۷۷۵

گھسے آن شد کہ از بیدت ہر آرم
اگرچہ از خون نہاید رنگ مستحرب
دلے چون قلعه گیراں گشت خویم
بریزم خون کفار از تو در جنگ
ترا کر بہر دستم ساز کردند
فراز چو رخ گردانت نشانند
توئی آبی ہم پھانئی سرانگشت
و لیکن آب تنگت بسکہ تیڑ است
ظفر را ہم زبانان † ہم زبانے
شون باطل ز روشن آب روشن
کنونم گایں غزا پھس آمد از دہر
چو لختہ راند با تیغ خود این حرف
سوئے فرزند فرج گفت پاسخ
بہلجاری کہ دانی زان خطر گاہ
کہ مارا دیدہ در راہ نیاز است
گراے چشم و چراغ ما رسی زود
ازاں پس چشم بکشائیم تا دور
تو چشم بینش و بینش چراغ
کنیم از قابض شمشیر و جوشن
علی یغدی شہدہ این نکتہ و راند

۷۸۰

۷۸۵

۷۹۰

ز آبت مدح بید و لالہ کارم
خصوص آن خون کش * از کفران بود تاب
من این حاجت ز مستحرب تو جویم
بدہی شنگرف سیرایت † کدم رنگ
ظفر با گوہرت ہم راز کردند
جہاں گیر آفتاب تیر خواندند
کہ بندند بہ پنج انگشت در مشت
جہاں می گیرد آنجا کش ستیز است
سحر را ہم زبانہ ہم زبانے
دلے روشن شود آبت ز روشن
خو از آبت سرد † این آتش قہر
علی را خواند و کرد این ماجرا صرف
کہ اے فال من از روے تو فرخ
ہر دہن دل مرکب و نہ روے در راہ
ز بہر چون تو مردم دیدہ باز است
چراغ چشم مارا کم شود دود
بہوئیم از چراغ راہ خود نور
بر آنسان کیی دو نور آرد فراغ
چراغ فعم و چشم بخت روشن
رسید و با ملک یک یک فروخواند

* ق: کلا از - † آخر دو لفظ نشے سے آر گئے ہیں - ‡ قمر کی ایک منزل کا نام † † مرور ؟

۷۹۵

ملک شد در کہین آن کہ خاک
چندان بود این حکایت بے کم و بیش
گزید از بہر رفتن نوسانی چند
صبا را سبق سرعت شرح دادہ
نہاں پور ملک بہرام را جست
موافق گشتہ فوجی ز اہل اخلاص
فروزان مشعلی خورشیدوش پیش
کہاں ہا سخت و ترکش ہا پر از تیر
بسو نہا کردہ پھکان ہاے قتال
بدہلی لشکرے ز اندازہ بیرون
کہ فتح الدین ملک را بدین شہری
خود او رفت و سوان را کرد دل خرد
حسن را کہن خیر در گوش در رفت
ز بس ہیبت بلزید آن نگون بخت
ملک فخر الدول می رفعا شادان
چو بر دربار رسید آن گوہر پاک
کہ از شوق پدر آزرده دل بود
چو در روے مبارک دیدہ بکشد
کف پای ملک بر دیدہ می سود
دراں سودن فدافست آن شہ شوق

۸۰۰

۸۰۵

۸۱۰

دہد رہوار خود را جنبش راہ
کہ چون از خواست گہن راہ در پیش
بجنبش دور سیر و زود آیدوند
فلک را اسپے از خود طرح دادہ
بہ ہمراہی خود کردش سوان چست
غلاے چند و چندے چاکر خاص
کو گونی ہستش از ذرہ سپہ ہش
چو شیران نیستان گاہ * نخچیر
کرا یارای آن کاید بد نہال
نیامد کس جز این آوازہ بیرون
برفتن کرد چوں شیران دلہری
دگر پور ملک بہرام را ارد
خیالے در سر افتادش کہ سر رفت
چو شمشیر تنک از جنبش سخت
بشیر آباد خود چوں شیر زادان
ز دیدہ در فشانی کرد بر خاک
و طینت ہاے بد پایش بکل ہوہ
خدا را شکر ہا کرد از دل شاد
اگرچہ مردم دیدہ ہوہ بود
سوان دیدہ را از خاک پا فرق

۸۱۵

ملک را هست خالے در تہہ پایے
خلف چون دیدہ بر پایے پھر برد
کہ شویں بر تخت شاہی این گواہی است
ملک کاں دیدہ را بر پائے خود دید
در آگوش گرفت از مہربانی
چو زان فرزندہ جالبی جانس آسود
بیاد نسل شاہ از گویہ روشست
جگر گوشہ ز شور آن نمک خوار
نراوید از جگر خونلاب ناخوش
پس آنکاہ از طریق سوزش دل
کہ اے دولت رفیق و بخت یارت
ملک را چشم مہر از سوے من بود
کلبوں شمشیر برکش همچو شاہاں
کہ دارالملک گھٹ از ہندواں پر
بت سنگین و دلہائے چو خارا
خطیب آلودہ را خطبہ خواہاں
صلاح و صالحی افعادہ بخوار
جرم ہائے کہ مہر و مہ ندیدہ
کسے کو عزت اسلام دانند
کلبوں فرض است قتل ناسپاساں

۸۲۰

۸۲۵

۸۳۰

کہ چون مردم کند در دیدہ ہاجاے
ہداں خال این ہو خال دیدہ بسپردہ
ہمیں سے نقطہ بہر شین شاہی است
دراں دیدہ نظر بر جاے خود دید
پہچانش جاے کرد از سیو بانی
ہجائے آمد دلے کز ہجر فرسود
پس این طوفان قم را ساجرا بسعہ
کہ ہر چنداں جگر ہا ریخت آزار
چو آہے کز کہاب آہد پر آتش
بگفت این با ملک فازی عادل
بدولت یار بادا کرد کارت
رسیدم بندہ وار از فضل معبود
بجو از خصم خون بے گناہاں
شبہ بنشست جاے گوہر و در
بہ ہر سو بت پوستی آشکارا
فساد آلود دیگر خانہاناں
سود و مرتد اندر کام گاری
در آگوش ز حل فعلان رسیدہ
معاذ اللہ کے دیدن تواند
ہذا شرط است بر ناحق شناساں

۸۳۵

چو شد غازی ملک ز انجم خطابت
اگرچہ از تیغ کین در چیرہ دست
بہ پشت خنک چو گانے بہر سوے
تعمن ہا + کر نہایت می خوردن
ولے بہ زین جہادے کے بود کے
دھی ہردم برسم کینہ خواہاں
کلی از زخم شمشیر ظفر ناک
نگر لای شہادت کزینے داد
بجز تو کیست آن کترار پر دل
چو با غازی ملک در کوشش فرض

۸۴۰

بدل خود سرور والا ہماں داشت
بپاسخ گفت گامے چشم مرا نور
مرا دل سوے تو بود آرزو مند
چراغ چوں ز باد دشمنان رست
بروں آیم چو شیر از بیشہ خویش
بدین اندک سپاہ سخت بازو
نیت کردم عزیمت نیو کردم
بجای کوشم ز بہر دین ہریں کار

۸۴۵

۸۵۰

غزا میں کئی کہ تا باشد ثوابت *
مغل را بارہا لشکر شکست
ز سرہاے تن راں باختی گوے
فخور دہ آب خوش زین سوے جیہوں
کہ دین را زندہ گردانی پیایے
زین را سرخی از خون سیاہاں
ز خون خول خوار اسلام را پاک
بر آورده دو دست آنکہ بفریاد
کہ فریادش رسد زان کفر باطل
ملک فخرالدول کرد اہی فرض مرض
کہ از گرد غصب خاطر گراں داشت
ز نور چوں تو بودہ + چشم من دور
کہ دل را کے شود بادیدہ پھوند
کتجا پیش آتش تیغ شود پست
بشیری پیش گیرم پیشہ خویش
شوم باسد آہن ہم ترا زو
کہ چوں مردان بروں آمم چو مردم
خدا بادا داریں کوشش مرا یار

ہراس دلرزہ آ جان حسن از عزم فخرالعلق

وزان اندیشہ راندن بر ہمہ شہزادگان خنجر

* ن : صراحت - + ن : تنہا - ن : بادا - آ : ک : لرزہ در -

چو هر كردن سرے از سر فرازے
 گر او كردن ازاں مردم سبک گام
 چو بازوئے ز اندامے شون کم
 اگر خافه فراخ و گر بچستی اسماء
 چو شه ركلے درست از خانه دور
 همه جا تخت را پایه چهار است
 يكے گر كم شود شي يك طرفت پست
 بزرگان عهده كار سرور اند
 خصماً عهده كار زور منك
 درين حال آنچه دارم عهده گفت
 ملك فخر الدول چون بارگی راند
 كمان سست پے كز قاصت انگيخت
 ز نو ديكان دور از مهر پرسيد
 چگونه آهمن سازيم تدبير
 اگر هار دگر انديشه بنديم
 وراين رشته بسستی را كزاريم
 چو خلقه دريغ غرور و شور است
 چسان بو سر بويم اين كار محكم
 هوا داران همی گفتند كارے
 گفتست آنست بارے كافر ملك
 چو تاج ملك را گوهر نماند

۸۵۵

۸۶۰

۸۶۵

۸۷۰

بجان سرفراز اندك گذارے
 چو شخصے كش رون بازو ز اندام
 تو كوئی نيست ديگر بازو هـم
 بچار اركانش بنديك درستی است
 خراب است ارچه باشد بيت معمور
 كه تخت پایه و زان استوار است
 سه ديگر نهز پنداری كه بشكست
 خلل كهون سر هر ار گوشه گیرند
 ز تخت افزون برهش باشد بلندے
 بزهـن سان گشت با نوک قلم جفت
 حسن را بارگی بمبارگی ماند
 كمانش را سریش از ته فرو ريخته
 كه از ما چون فلان داسان خود چهد
 كه پای ديگران ماند بونجيو
 هزارن شیر چون در بيـشه بنديم
 چهنده بے رسن چون بسته داريم
 نه اين جا جامے زاری و نه زور است
 كه ما را اين سرى كردند مسلم
 بكارے سر ز سر گیريم كارے
 ببايد واگستست از گوهر ملك
 ز بهر تاج جز تو سر نماند

۸۷۵

دگر گردن کشان را بند خواہی
 ز بند آہنیں آسان ہواں جست
 اگر سلطان توئی زر کم نیاید
 دگر ہو غیر بیغی پایۂ خویش
 حسن را درگرفت آن گفت ناخوش
 نخست از گلچ شاہان * ہر برداشت

۸۸۰

پس آن کہ گفت با بے رحمتی چند
 شتابان سوئے قصر لعل پریند
 بہ بے سہری کفند از خلق مستور
 بہ تیغ آن جملہ سرہائے خطرناک
 دریدند آن سگان بے وفا خوئے
 در ایشان تیغ خون راندند چنداں
 معجب حیفی کہ زان گبران کم راہ
 ز خون خویشیں بستہ کشادند
 ہواں شاہاں چو خونریزی چنان رفت

۸۸۵

۸۹۰

ز سوز داغ آن پوشیدہ رویاں
 مبادا مارے را سوز فرزند
 ز دہلی رفت ہر سوایں خبر ہم
 ز خشم آسودہ بازو را بد ندان

بدہ زر بستہ خود چند خواہی
 و لیک از بند مشکل چوں توان جست
 بملک از گنج و گوہر کم نیاید
 تو بارے دادہ باشی مایۂ خویش
 بحسن راے کرد آن گفتہ را خوش
 ہمی داد آنچه پنہاں گلچ زر داشت
 کشادند از در بے رحمتی بلد
 زمینش را بخونی لعل شویند
 شہاں را از کنار مادران دور
 نہند انہر کنار مادر خاک
 سوے آن شیر زادان نکورے
 چو تصاباں بصلی گو سپندان
 بخوش غلطہ چلان روہاے چوں ماہ
 بخواب خوش ہواں بستر نغادند †
 نفیر مادران ہر آسہاں رنہ
 پری و دیو شک پوشیدہ سویاں
 کہ پیوندہں جدا گرد ز پیوند
 شک آگہ غازی دشمن شکر ہم
 فرو خورد آن غصب چوں ہوشمندان

* اصل نسخے میں یہ لفظ چہوت گیا ہے۔ "ہر" مولوی رشید احمد مرحوم کا تیسرا ہے

† ن : نشانند۔

۸۹۵

بخواہم عذر شیراں از سکے چند
کہ بر ملکہ بر آید یک ملک فرد
بر اعدا ہم تو کن فیروز سہدش

بدل • سی گفت اگر خواہد خداوند
بناسیزہ زہ زور دل مرد
خدا یا چون تو کردی سر ہمدش

حدیث گفتگوئے ہر کس اندر مجلس خسرو
پس از صوفی سوئے† عادل نہشت نا دوش وایتر

۹۰۰

سخن در حد خود گفتن صواب است
رہا کردن در و خر مہرہ سخن
کہ فخرالدین ملک خاقان مقبول
حسن شد بہر جاں در چارہ سازی
طلب کرد و بروں دان از دل این راز
فرزاد کردہ ہر سو ہر غزا مزم
نبرد و جنگ بسیار آرزو شدہ
بقتل ہندواں سرہا بریدہ
تن نفا زند بر لشکرے سخت
پسندہ است از کدھ یک قطرہ آب
سپاہے را بفوجے بشکند پشت
دو مرکب طرح بازاں سرہ غازی است
شدے در کار ما یاری گر بخت
سویز آراے جم را از لا صف مور
نہدگے کوئی از دریا بروں رفت

زبانے را کش از دل فتح باب است
نہ † بس زیبا است نافرجام گفتن
ازیں گفتی مراد آن دارد این دل
چو راند از شہر سرے شاہ غازی
سوانے را کہ با خود دید دم ساز
کہ تغلق ہست مرد پختہ رزم
دغا ہا دیدہ و کار آزمودہ
یہ پرخاش مغل صف ہا دریدہ
دایرے گوبکیں چون خنجر آہست
اگر طوفان آتش بر کشد ناب
دراز ہنجار گیرن تیغ در مشت
طریق رزم چون شطرنج ہازی است
دریغا گر چنینی اشکر کشے سخت
دگر حاجت نہودے خواستن زور
کفوں این کار ز آئین فسون رفت

۹۱۰

* ن: بلا تندی - † یعنی غازی ملک تغلق - ‡ ن: تہا پس زیباست بس فوجام گفتن - ۹۱: ن: آصف -

بگوئیدم کہ چون تدبیر سازم
 بدانش ہر یکے زان کار دافان
 یخاطر ہر کرا سی گشت رازے
 یکایک زان میاں با گرسی گشت
 کہ چون ما خاستیم از سر دریں کار
 سرما خسرو است و ما بن و پوست
 دریں تدبیر اگر ما سر نیازیم
 سران ملک چندین در رکیبت
 گرفتیم * اژدرها ست زان سوے
 چو بکشایم کندے مردی از دست
 بگفت این و رزنده قاصدے جست
 سوے دیال بڑ کردش الاغے
 بگو گای کار داس و تیغ زن مرد
 اگر چت یار شد فیروزی از بخت
 پدیرفردار فرمای شو بدرگاہ
 دگر باک غرورت در دماغ است
 چو تو دامن بمردی چست کردی
 بہر سوے کہ رفتن باشدت روئے
 کہ ہارم خنجرے چون آتش و آب
 بدین آتش کہ دارد رنگ ر آبی

۹۱۵

۹۲۰

۹۲۵

۹۳۰

کہ شوہر جستہ را زنجیر سازیم
 شدند از راه پاسخ نکتہ رافان
 بدوں می داد و می شد چارہ سازے
 چو گرگان یوسف صوفی بر آشت
 بہاید کرد کارے سر بہنجار
 چہ باشد سر اگر بن نبودش دوست
 سرے را پھن تر چوں سر فراہم
 ز یک سر چوں ہوں چلدیں نہیبت
 من اژدہا کشم زین تیغ چوں گوے
 نہ مردم گر نہ یقدم ہر کرا هست
 کہ یا سیرش ہوں باک صبا سست
 کہ رو چوں بان سوے مرد باغے
 نہی شاید فریب روز خود خورد +
 نہاید سر کشید از طاعت تخت
 زبان تیغ گن بر خویش کوتاہ
 ہماں بادت زبان کاری فراغ است
 نخواہم تا چو دامن سست کردی
 بہ یعنی رویم انکہ پوی آن سوئے
 کہ گشت است آب آتش اندرین تاب
 بقا ہم روے تو گر تو تھا بے

<p>چو برد این نغمہ را حمال پیغام چو صوفی بہ کہ با ان ہم رگابان کہ روبہ دارند آن اندازہ در جنگ دلے فلسے در سہ کان نازنیں یافت ز فیروز زئی نامردان بتارہل اگر گورے نماید شرز را زور اگر نگرہی اے دعوے گر از پیش تو از آمانہ خوردن گشتہ سیر چو در رزم ہز برداشت فتہ بار</p>	<p>بر آشت از دہائے لشکر آشام فتہ چوں استرہ سرد گرہبان کہ گاہ حملہ در شہراں زند چنگ بدان بازوے خود را آہلہا ہفت شگالے زند مثل کافکان در نیل ز بہر سُرکن خود خود شود کور سزائے خویش بیدی بر سر خویش نخوردی از دلیران زخم شہشیر شناسی خویش را اندازہ کار</p>
--	---

۹۳۵

۹۳۰

حکایت

<p>حدیث تو بدان مانی کہ گاہ خرے ناگہ ز آخر پر کراں شد ازاں نزل تلعم گامدش پیش جوان شیرہش ناگہ دید خندان ز بس خندہ و یازی زدش کار بعذرہش گفت شیراے ہار جانی ملک کیں بذلہ گفت از بہر صوفی پس انگہ پیک را گفت اے سبک سیر بویزم خونست اما دہدم از دیو</p>	<p>بہ دہمے پیشہ بود و صید گاہ گزر گاہش بکشت زعفران شد ہمی خورد و ہمی خندید باخویش بخندہ او ہمش دینہود دندان بخندہ ہوسکانش کرد کت باز چنین کن خندہ گرمی توانی چو مکی خندہ زد بر قول کوفی کہ گفتی با سلیمان منطق الطیر کہ پر خون رسولان نیست شہشیر</p>
---	--

۹۳۵

۹۵۰

ولیک آنکت چو باک این سو فرستاد
 تو ہو گہراں بڑاری نام مردی
 ز صوفی خانیت چلداں ہوں لاف
 خطاب صوفیت گد د فرا موش
 ۹۵۵ شود صوفی چو گلے سخت کوشے
 بکار صوفیاں ہم خام کاری
 نہ صوفی تو آن ہندو پسندے
 بدان ہم خود گرت عقلے تہام است
 مرا گفتی کہ چون در کیں شتابی
 ۹۶۰ بر آشتی چو تو تیغ مرا تاب
 سخن دایت کہ چون باک بزااست
 غزا چون فی المثل ناید ز غازی
 صہوری کن کہ رو آرم پسویت
 نمائی پشت ہے آ رو ہم چو منعم †
 ۹۶۵ چو من رو از در سو چوں ذوالفقارم
 تو لشکر ها چہ ہانی زره شان
 گر آری صہ سہہ ہسعدہ بہک مشت
 بدان پشتے کہ چون آری بسویم
 چو رویت را بھیں سان پشت دانم
 ۸۹۰ برویت دیدن ار چہ در نشینم

بکوبیں گے سلامت دادا برباد
 خطاب خوبیں صوفی خاں چہ کردی
 کہ از من ننگری معترائی صاف
 چومے پیشم ز خلق خود کنی نوش
 ز خون خوبیں رنگیں خرگہ پوشے
 کہ ہو حلوا مکس کشتن بیماری
 کہ از ہندوت زورت * نہ ز ہندے
 کہ برحق کیست و بہر باطل کدام است
 بہ بیننی رویم افکہ روے یابی
 پیامت سوے من حشوہست در خواب
 مرا آہستہ می بیننی از انست
 کند ناچار کافر یا وہ بازی
 بکوبیم پاسخ تو ہم برویت
 چو رویت پشت گردد پیہی منعم
 زره بر پشت چوں حیدر ندارم
 کہ رو شان پشت خواہم کرد آسان
 برویت رو بروے و پشت بر پشت
 ہمہ رو پشت گردی پیش رویم
 چکونہ روے تو دیدن توانم
 قرا چوں روے نبوک پس چہ بینم

بہ بینم رویست آری لکن انگاہ
 کنم بر روی تو گلگونہ خون
 بمن * ارچہ هست آری کہ کار
 ہم اکلدن رویے پشتت رخت ریوان
 بہ ار بوسد سپہ روی سپہ را
 ترا کے پشت آن باشہ کہ کیس
 منم آتش صفت روی از ہبہ سوی
 تو گر برقی نہیدی رخس در میخ
 اگر وقتہ فکندی ہندری چندہ
 بدین باز و مہکن در کسے دست
 بیا امروز تا فردا کنم جنگ
 درون خوراک چون ہند و پسندی
 ولے بر نیوۃ نہ ہم ارجمندی
 بفرارک فلان ماں ہم بہ ہندم
 چکوبیم بیش ازان ناکودہ کارے
 درین عالم چو تیغت بر سر آرم
 چو تندی کرد ہم چون باد لختے
 ہماں قاصد فرستادن ہمی خواست
 نہارست آن قصب در خود فروخورد
 چو بر صوفی رسدہ این باد پر زور

۹۷۵

۹۸۰

۹۸۵

۹۹۰

کہ در ہیجا بزخم تیغ کیس خواہ
 ز پشت ہم کشم گلگونہ بیرون
 کہ خون خود ہست روی کار
 قباے پشت رو بوسد گریوان
 کہ چون تو پشتبان باشد سپہ را
 کہ کوئی گاہ رفتن روی من بین
 تو ہم چون خاک پستی † از ہمہ روی
 ہجا کردی مصاف و کے زدی تیغ
 کہ پہلو گشتے از ہم پہلوے چند
 کہ در یک حملہ دو خان پمفل بست
 دلم روز جہاں بر چشم تو تنگ
 بیندازم سرت چون جوی ہندی
 کہ هست آن ہم بسان سر بلندی
 کہ بے صیدے چنان کارے فکندم
 کہ مے ناخورد مانم در خواہے
 دران عالم شناسی حد دارم
 بجنہانید سر ہم چون درختے
 ولے چون خشوہش افزون شد خرد کا ست
 بہ تیغ از تن * سر قاصد جدا کرد
 ازین صرصر پریدن خواست چون مور

۹۹۵	و لیکن مصلحت را سنگ نگذاشت رسانید این حکایت موفی مست گمان این داشتند آن کامکاران ندانستند گان شیر کھوں ساز چو روشن گشت شار گل مشعل نور * بخورد گفتند گمان ما را نه زبانت چه بدن آرم سوزن پیش شمشیر چه بلشادیم زین بانگ و دم آفر چو ما + هاریم کش با خود در آرم
	بسنگ خویشتن خود را نگه داشت حسن را و حسن هم رفت از دست کہ گرگ کہنہ بکویزد ز ہاران کند بر اژدہایان پلجہ را باز ہمی خواہد رساند شعلہ تا دور زہ مقراض را کے ہم چو دیہانت ز بانگ سرمہ کے دم خورد شیر کہ بشکست است صدمہ کے گڑ را دم و دودے کہ با ما او ہواریم

حکایت

۱۰۰۰	بہاں ماند کہ اندر خشک سالے چو ابو از ریختن شد فنا چوانہر نہ زال آبش چو غم خواران ہوں ریخت دران بے تو شکی زل اندران دشت ز بس زاری چو خون خویش کرد آب بر آمد کھت و ہو یک خوشہ شدیر سر افزا ز اشترے گردن فروہشت اگر چہ افغان زدے آتش بدنہال
۱۰۰۵	مکر کشمے بصحرا کرد زالے بران شد یاد کز دے بدگلد کرد کہ از چشم خودش ہاران ہوں ریخت بگرد کھت خود گردیاں ہوں گشت رسیدش ز ابو رحمت شربت ناب چو گوش دلبران ز انہوہی در بخورد خوشہ بدخوشہ دران گشت نترسہدے ز بانگ و نعرۂ زال

* ق - ر : مصرعے کے آخری دو لفظ اصل نسخہ میں تحریر نہیں ہیں - † ہاریم ' یعنی
نا کام - یعنی اُسے ملنے میں نا کام رہے -

<p>غزنہاں دھلکے برساخت از چوب رسد زان کشت و دندان را گُذد کند مجبو مارا بکشت خشک پالنگز کہ دھلک داند او کوس گراں را کہ گوی ناید از ده کوس در من</p>	<p>ز بہر رافدانش زال افہراں کوب چو دھلک زد کہ آن گویہانی چند یغریاہ اشقرش گنت اے تہی مغز چہ ترسانی ز باذک دھلک آن را زسانہ گرفت چندان کوس ہرسن</p>	<p>۱۰۱۰</p>
<p>تہو سوم و مغیلاں انکبہن است چہ زور آدمجہ ہر کوی گراں خہز کہ پولادے نشد نرم از شوارے ہمیں اندہشہ غازی ملک بود کہ شوید کفر و کفران را بیک یار ہمیشہ باک ہر بد خواہ فیروز</p>	<p>حدیث ما بریں پردل ہمیں است کفوس سا زہی نفس ہاے خس اذگیز ہمی باید بکوسی کرد کارے بریں گرفتہ دران دلہاے پردرد ولے در دل نہوہ آن را جز آن کار کسے را کھن قیمت شد خاطر افروز</p>	<p>۱۰۱۵</p>
<p>بسرئے کار رانان و اسیران نامہ غازی کہ قطع کفر و کفران راشونندش یار دیاری گر</p>		
<p>در افشانی بلوک خامہ کردن بیاد آرک + ہائیلے کہ چو یدد ہوصف نامہ ہن ز اول نسودار دروں پشت و دروں اسسکن + روے ہمعجز ہم نوازاں ہم زراہ بان</p>	<p>نہ کم کارے است وصف نامہ کردن سختن گرے آفست گورا ہرچہ پیوندد* چو خواہد یودن اندر نامہ گذتار چو باشد نامہ خاموشے سختن گوی زیورے زد قلم داؤدی اوصاف</p>	<p>۱۰۲۰</p>
<p>* ق ر : گوئید - ن : آید - † کذا بے نقطہ - نا مفہوم ق ر : دروں دان مسکن روے -</p>		

۱۰۲۵ امیرے کار فرما در همه چیز
 در اشکم گرچه باشه پیچ پوچش
 درو رسته معافی * دسته دسته
 کشاده لب بود با خاصه و عام
 درونش دردمان فضل و دانش
 دل او تلک عرصه با عطا هم
 ۱۰۳۰ باندک در د کس در سر فزاده
 برو عنوان بشرح از هر سرشته
 چو عنوانش باب گشته رقم ساز
 بروں در لب ز خط سیمت دمیده
 ز * وصل هجر در بدن از پس فضل
 صریح خامه کس کس نشود درو
 بسے دروئے علمش داده و صاف
 سخن باد است و بین سحر قلم گیر
 دروین زنجیر و بیدر اندک بده
 عجب بده که کشور بسته آن
 توانا گامش از دے بسته مانده
 هر آن مورے که در آینه دارن
 هر آن زافے که بنشسته در پی باغ
 سفید است و تنک چو بیضه پوست

که دارن خیل لشکر حاشه فیز
 از آن پیچش نباشد رنج هیچش
 دلش پر معنی و لب مهر بسته
 و لیکن بسته لب بایافته و خام †
 در از شمع منور درو مانش
 همیش گنجیده در بطلش خطا هم
 گهے سر بسته و گاه کشاده
 چو در پیشانئے ما سر نهشته
 جوں را گوئی از لب خط شد آواز
 محاسن در دروین ‡ آر میوه
 که از بعد جدائی یافته وصل
 رسد زو در سمرقند از لهارو
 قام بر بان در دریا زره جاف
 که بسته بان را محکم بزنجیر
 و لیکن چار بندی هر یکے بده
 کشاده کارها پر بسته آن
 به بده کاغذ پلش بسته مانده
 نهالے گلچے اندر سینه دارد
 بمعنی بلبل و اندر نظر زغ
 میان بیضه بو زافش سخن گواست

* ن : رشته رشته - † ن : جام - ‡ ک : درونش - § ق ر : ز وصل و هجر در برداریش فصل.

۱۰۴۵ زه پونده گاز فیستش ساز
 معجب تر آنکه چون شد در پردن
 گهے صد طره بر عارض نشانده
 چو ظلمت گاید اندر پونده نور
 بوصف نامه چون از مشک خامه
 ۱۰۵۰ کنون در نامه مشک از خامه بام
 عبیر افشان این حرف معذب
 که چون شد شه شه حال شایع
 فهای را که شه در دیده پرورد
 بداغ دهمی از خار جفاے
 ۱۰۵۵ فواهم گشت گردش همدو دون
 درخت آسا هم پکما ستاند
 سبک پاران ز قوم دوزخی اصل
 ملک فخر الدول چون حالها گفت
 یغندی گشت چندین بنده شاه
 ۱۰۶۰ ز گنج و مال شه صد چیز خورده
 دگر آزادگان میر گشته
 مهیا ثلت مال و ربع مسکون
 یکم را ماند اندر سر چهارے
 کنون من نیز ازین ملکه یکم میر
 ۱۰۶۵ چه کار آید مرا این خنجر تیو

ولے در مغرب و مشرق به پر واز
 کشاید بال خود بعد از رسیدن
 گهے با خط عارض باز خوانده
 فشانده مشک تر بر صحن کافور
 معطر کردم این مشکین شامه
 کهم مشکے که بهر نامه دارم
 برین سان باز کرد این نافه را سر
 که طیب خلق شاهان گشت ضایع
 از این پرورده خارے در جگر خورده
 بهار ملک شد کنده گیائے
 شجر ملعون و برگش نیو ملعون
 زمین را چون بنفشه بوسه داند
 به پدوستند چو شاخ تر از وصل
 دل غازی ملک در کین بر آشف
 هدی میر و ملک گشته بدرگاه
 بمجلس دوستگانی نیز خورده
 دران خدمت جوان سیر گشته
 سپاه از شداد سبع بهرون
 که سر بازد برائے تاجدارے
 که زن گهرم سرانرا در زناگیر
 که در کین شهنش بازم بخوریز

<p>نخواهم خون گداز را چو باد بملوک و ملوک مهلت روم مزاج کار هر یک باز دانم بکار آریم بازو هائے کاری که ماند یادگار اندر زمانه من و ششمین یودان یار من بس نمودار درون را بیرون افشاند هم از قیغ من و هم از زهانم که کرد از زور خود قوس + مغل طے محمد شاه کو فرمان ده سده که شد زنده ز فامش نام ایبه که در کین خواهی شه کرد تقصیر که ماند پندر گریست در جنگ که عین الهلک گشت از روم تهمین که هر یک ناچه بیرون ربرد از رای</p>	<p>نه نوشم خون گداز را چو باد نهم هارے نخست از رای کین جوے بهر یک ماجرای باز خوانم درین کار ار کنندم دست یاری کنهم آن کار زار اندر زمانه وگر نبود در یغم پاری از کس بگفت این و دیو خاص را خواند که بنویس آنچه بهرون می نشانم یکے از سولقان سوے مغلطی * دگر میروسیوستان پهلوی هلد دگر سرے ملک بهرام ایبه دگر بویک لکھی سامانه را میرو دگر بر مقطع جالور + هوشنگ دگر نامه سوے عالم ملک نیز بهم مضمون روان شد نامه هرجایه</p>
---	--

صفت نامه ملک بهرام

<p>که اهل داک و دیس را زو بود خون بر اهل کفر و کفران فشم او بیش کلیه را بکین بر دے گمارد هووداند که در روم مصلحت چوست</p>	<p>سر نامه بلام خالق کون فشانم مومنان را رحمت خویش یکے را سر بقوعونی بر آورد قضا کو و بر دے در سرگو در زیست</p>
--	--

* ن : مغلطی - + ق د : فرش - + جالور و هوشنگ -

۱۰۸۵

گهے پستی دهد گاهے بلندمی

۱۰۹۰

دهد نصرت به هيججا غازيان را

کند سد غزا محکم ز پولاد

محمود کو قلم بگذاشت از دست

همیشه کار ما بادین او باد

پس از ذکر حق و نعمت رسالت

به یزید ساجراے کیوں نهوده

کدایے چون من حمایت کرده دیں را

سر شاهان علاؤالدین مغفور

نه پوشید است کز بخشایش وجود

۱۰۹۵

هر الکس کو کوم کودے نظر باز

هر آن ذره کش از روزن در آمد

ازو دیدیم سال و نعمت و کام

بعز و جاه مارا خوش ههو کرد

غلاے کش رسیده گوش بادوش

۱۱۰۰

دگر آزاده محتاج نان بود

چو کرد آن مه بهرج خاکی آهنگ

چو بود او هم شه و هم شاهزاده

همی بارید پیوست از کف داد

کسانے کز چنان بخشنده شاهان

گهے خواری و گاهے ارجمندی

بسوزد کافران بازيان + را

که گردد دین احمد سخت بملهاد

وله تیغ غرا بهر قلم بست

غزا هم بهره در آئین او باد

خبر داده مهان را زین مقاتلت

دواے بهر درد دین نهوده

موافق بوده سلطان مهین را

که بادا مشهدش ههواره پر نور

یکار بلده یرورن چسان بود

شدے از دولتش هر سوه در باز

ز مهرش آفتابے شد هر آمد

گله بر قارک و دیبا بر اقدام

ولایت دار و لشکرکش ههو کرد

در آمد بخشش از دروازه گوش

چنان شد گونیا پیوسته خان بود

ثبات قطب محکم شد بر اورنگ

دل و دستش به بخشایش کساده

چو بارانے که خلق آید بفریاد

شدند از سروری صاحب کلاهاں

<p>فرود آید بدیگر ملک داری سلیهان گشت در سر کرد بادے سلیهانی بدیوان تاد نقوان که همکشائوم بر نامردسان دست که ماند پادگار افدر زمانه ز روی قهق در روی حرف کرده</p>	<p>چرا شاید که این سرهای گاری بر آمد فاکه اهریمن نراکے بدین بیداد بودن شاد نقوان بهاون ارشما را مردسی هست کنیم آن تیغ بازی درمیانہ بسمه در نامه زین ها صرف کرده</p>
<p>دقتن نامه ملک بهرام که بهر کار تدبیرے کند راست ملک بهرام ایبه گر شود یار بس است آن مرد رزم آرای مارا طلب کرد و روان کرد آن طوف زود ملک را وا نمود آن نقش خامه بهر و دوستی در سینه بفشاند موافق شد پسان شهر با شهر سلاح و ساز و گنج و لشکر آراست سبک سوے ملک غازی روان کرد بدانسان رای دو کامل یکے شد به بو مسلم ملک را و ابن خاقان بگویم شرط تعظیمش که چون کرد چو بخت مقبل استقبال کردش</p>	<p>چو شد نامه تمام و کاران خواست در اندیشید با خون کاندین کار بهر عزیمے که باشند رائے مارا علی حیدر که مرد کار دان بون چو رفت آن کاردان و برد نامه ملک بهرام کان مشور بر خواند بشیرینی در آن فرخنده تدبیر همه تدبیر کار خون بر آراست چو کرد آنچه از توانائی توان کرد رسد و با ملک در دل یکے شد تو پنداری که گشت از هم وثاقان ملک تعظیمش از غایت فزون کرد نخست اسعد دل ز اقبال کردش</p>

پس از مهر وفا در بر گرفتیش
 حدیث از کهنه شاهان برون داد
 که من خواهم کمر در کهنه بستن
 ملک بهرام چون آمد بهاسم
 ملک بهرام دانائے خود مند
 که چون کار تو در تیار دین است
 کسے کز بهر دین نبود ترا یار
 خصوصاً کز علامه الدین محمد
 نماند از بهر دین را پاسبانے
 که از بیدار بے دیلمان بد بخت
 پس از تدبیر کافر نعمتے چلد
 برهن یهک پائے چند با او
 بفرمانش رواں شد چلد بے دین
 در افکند قد سرهای سراں را
 چو زین آوازه در گوشم شد آواز
 همی پختتم ز سوز سهله با خویش
 نمی یولم بهمازونه کس این زور
 بهر سوئے که دل پرتاب کردم
 دلم زین خواب ناخوش بود در تاب
 بدستم داد دولت نامه خاص
 گهرهائے کرم دیدم ز حد بیخ

۱۱۲۵

۱۱۳۰

۱۱۳۵

۱۱۴۰

ز جان با جان خود همسو گرفتیش
 ز جوش دل زبانی را موج خون داد
 گره ناکے توان در سهله بستن
 ز بهرام فلک نبود بهاسم
 شد از دانش سخن را نکته پیوند
 نه کار تست این بل کار دین است
 عقالده کوئی از دین است بے زار
 که بود ازوے علای دین احمد
 نه غم خوار رسد در دین شبانے
 بر ایشان رفت دشمن دارئی سخت
 خسوسے گشت بر مسند خداوند
 مطیع بیدارے چند با او
 کشیده برگ بهد از شاخ بهدین
 بکشتند آن همه دین پرورانی را
 ز جهرت چون صدف شد گوش من باز
 که چون آن شعله را بلشافم از پھش
 که بهرامی کند در صهد این گور
 چو بیدارے ندیدم خواب کردم
 که سر بر گرد ناکه بختتم از خواب
 شدم در قعر آن دریا چو فواص
 نه در اندازه درج دل خویش

۱۱۴۵ دیور گوهر افشان خامه رانده

نموده حال آن در های شاهی

ز چشم زین گسست در شهوار

ز بهر آمدن چون بود فرمان

ز و هم خود فوس را گام دادم

۱۱۵۰ رسدیم ایملک از دیده ده از پای

درین کوشش چو از جان هست باکست

بجای کوشم و دین را مایه سازیم

زمن کز خون آن شاهان جگر پست

برای هر جگر گوشه ز دشمن

۱۱۵۵ ز نهم آن تهر کز هر گوشه دل

هلو ز اندر جگر پنهان بکا هم

بهر گنده نسک دشمنه نشانم

که چون مهسان رسند اینجا گلاغان

معجب نبود کد زان خونهای ناپاک

۱۱۶۰ مرا کاسه زش خون به شکم گشت

و گر صد جان و صد دل باشدم یار

چو باران ز ابر نهسان در فشانده

که شد از گوش من در گوش ساهی

گسست ساک لولو شد برخسار

بدل شد چهله در دین بدر مان

صبا را پای سرعت وام دادم

که از دیده کنم هر چیت بود رای

نه جان ما به است از جان پاکت

سنانها را ز خون پورایه سازیم

ز خون باید جگرهای دگر بست

جگر بیرون کشیم از گوشه تن

جگر گوشه شود هر پاره گل

که عذر یک جگر گوشه بخواهم

جگر زو با نهک بیرون فشانم

کباب پر نمک یابند زان

فتد زانغ و زغن را دل بسوزاک

بشون گرم دل با دل یکم گشت

همه بهر تو در بازم درین کار

*

بصد جان داد در یک جاننش آرام

فتادش هم بران قول استواری

چو دیداین یک دلی پر دل ز بهرام

نکرد اندر وثیقه خواستکاری

قہر و قتل مغلی ملتان

بسوے مہر ملتان مہل در مہل
 سہ رو شد چو چشم از سرمہ تر
 برون زد دیدہ درخشم از مہاگی
 پس از دی نامہ را پاسح طلب کرد
 نہ از ما بہتر است از لشکر و ساز
 کہ از ملتان دھ دیو پال پور است
 بہاروے دگر کے باشد ایں زور
 ضرورت پھش او باید کہر بست
 ستہر سخت با او چون توان سخت
 بدنہاں و بناخن کندن کوہ
 صف مور از دھش بہ دور صد مہل
 کز اقبالش بگردوں سر کشودم
 سپاہی نیز چون باک بزانہ
 چھیدن با ہزرگان کار من نیست
 تھی دل چون بغہرورزی کمد کار
 مرا ہم راے من بس کار فرمای
 نشد غازی ملک را در فزا یار
 ہلاک مہمان خورہشتن سہل
 ہلا بہدار گشت و عافیت خفت
 شد از غازی ملک رمز فہانی

چورفت آن سرمہ در کاغذ بہ تعجہل
 مغلی سرمہ گون گشت از تحہر
 بقاصد تہز دہد از خشم ناکی
 بتلافی زہر خندی زیر لب کرد
 بہاسح گفت گل مور سر انداز
 ازو تا ما ہموری فرق دور است
 چو من نارم کہ با دھلی کڈم شور
 چو سارا نیست نہرو باز بر دست
 کسے کوشاہ گشت و رفت بر تنگت
 نہ دانائی بود بے جمعے اندوہ
 بزور خوریش کو شد پھل با پھل
 من ار چہ بلدہ شاہ شہیدم
 ولایت دارم و مال و خزانہ
 ولے چون لشکر من یار من نیست
 ہم از دل نیست چون فہروریم یار
 نہ ام من با کسے یار اندرین راے
 مغلی چون ز جان نا وفا دار
 گرفت از ہم جان و راے پر چہل
 زمانہ لاجرم بروے بر آشت
 سوے فرماندہاں مولتانی

۱۱۶۵

۱۱۷۰

۱۱۷۵

۱۱۸۰

۱۱۸۵ چو بهرام سراج آن کرده روشن
 به لشکرهای ملتان کرد اشارت
 سران در قبضه خویش آوردندش
 سپاه آمد فراهم تا پهاپه
 چو آن گدوده نمک دیدد آن چنان شور
 بر زن بود که بر زن بدون جست
 ۱۱۹۰ زنزدیکان کسیه با او نه شد یار
 سواران در پس و او پیش می رفت
 درین تگ مرکب موچی سر آمد
 سبک هم در فتان قند بوخواست
 براهش بود زالی بویه حاله
 ۱۱۹۵ نمودند از عقب فوجی تهمین
 گرفتند و بزورش بلند کردند
 از آن پس بهشکر زان برده بستند
 مغلطی رفت و در جوی در افتاد
 بهین جوئے ز راوی تا بجہلم
 ۱۲۰۰ دران ایام کز درگاه سلطان
 بسے بنیاد خیر افکند هر سوئے
 نماز عید که را مسجدے ساخت
 فرشته نعره زد چون دیدش از دور
 سواران در رسیدندش بد نبال

صلاح کار بر خود ساخت جوشن
 که بر مهر بزرگ آرند غارت
 گرفته بر ملک غازی بردندش
 کند نطع مغلطی چون مغل طے
 شدش دل چون نمک در آب بے زور
 چو موش خانه کز روزن بدون جست
 مگر موچی که بود آگاه ازین کار
 تلمش باخویش و جان بے خویش می رفت
 سوار و مرکب از پا اندر آمد
 دران افتادگی جان را تیر خواست
 درون شد رستمی در کنج زالی
 کمان رستم و باران بهمن
 رقیبش زور مندے چلد کردند
 بدنبال مغلطی در نشستند
 کس از غازی ملک بود است بنهاد
 چو قلم در حد گهلان و دہلم
 شد این غازی ملک مقطع بملتان
 بمای مسجد و حنر بسے جوئے
 که سوتا مسجد عیسی بردا فراخت
 که فردوس است این یا بهت معمور
 رنده سر گم و جوینده قتال

۱۲۰۵	فرض القصد چون در شه مغلطه در آمد پور بهرام سراجش قوی مردی بود با زهوه شهر کسی کو تاب نارد سایه میخ	دران جو کز ملک بود آب دروے سر افکند و ندید اندر لجاجش که نبود زاریش در زهر شمشیر بلرزده سایه وار از سایه تیغ
------	---	---

قصه حال سیر سیوستان

۱۲۱۰	چو نامه سوسه سیوستان گور کرد محمّد شاه لر گانجا سوسه داشت ملک کز لشکر آفت سمالش ترش رو بود چون افغان جنگی که سرداران گزندش کرده بودند چو از غازی ملک شد لوح خاصش کسان گاندر قفس مهذاشتندش دروں آمد ز قلعه مهر محبوس علم بالا کشود و لشکر آراست بمقام گفت گو یا سرور عصر رسهدم من هم اینک گرم پوهای چو قاصد باز پس شد میل در میل که * بهنومست آن سپهدار ملک را نامد از تقصیر او رنج	خبر کرد و ملک را به خبر کرد دران خشکی و تری بر تری داشت چو سوسه لر پدیشان یون حالش ولے هم چون کلاه لر به تنگی دروں قلعه بلدهی کرده بودند همان خط گشت تعویذ خلاصش چو خواندند آن رقم بگواشتندش چو گنجشک از قفس و از دام طایس بمشور ملک غازی سر آر است که بادا یار تو فهورزی و نصر بدان فتحست مهارکباد گویان دول گشت هم او امانی به تعبیل رسهد اما پس از آراش کار نوازش کرد و دادهی خلعت و گلج
------	---	--

سوئے اقطاع اجمہرش رواں کرد

برو کرد آنچه بخشایش توان کرد

*

شد او هم در دل خود حمله پرداز

چو بر هوشلک رفت آن بختیہ راز

نہ بہر جلبش آمد گرم ہر جوش

نہ انکار رضا کرد از * سر ہوش

۱۲۲۵

ولے پایے عزیمت در دلش گُند

زیانی گفت گاینگ سی رسم نقد

نگشت اقبالش اندر آمدش یار

دو سه بارش دگر خواندش سپہدار

چو بے تدبیر کار آراست نقدیر

رسید او ہم ولے بعد از دہ و گہر

ہمہ بخشایش و لطف و کرم بود

برو نیز از معایے + نکتہ کم بود

۱۲۳۰

بعشریف کرم پوشیدہ حالش

نشد رنجہ نہوشودہ خہالش

سوئے اقطاع خود بازہں فرستاد

بصد + انداز پروازش فرستاد

جاذب عین ملک نامہ خاص

یمضہون دگر شد نکتہ رانی

سوئے عالم ملک ہم در نہانی

خود را ہودہ دایم کار فرمای

کہ اے دانا بفضل و دانش و رای

ہم از زخم قلم خنجر کشیدہ

ہم از بہر قلم خنجر کشیدہ

شہت برکشورے کردہ خداوند

ہم زین گونه و ز بخت برو مند

۱۲۳۵

بدور شہ تو برو حکم رای

دیار مالوہ دورش جہانے

چنان دیدہ کہ چشم سہر در ماہ

تو عین الملک و در تو دیدہ شاہ

ز خاصان دگر بیش اختصاصت

اجہن انعام و دہار اقطاع خاصت

گند کس نعمت را چوں فراموش

ہم کوہم خود کہ با آن دانش و ہوش

۱۲۳۰ بدان راضی شود کز ہندوے چند

لقوطے * کبر و گبرے چند خیزد

تو مردے ہوش مند و پختہ تدبیر

کجا رفت آن حقوق خدست شاه

کہ از دایمہ غلامی پاشنا سخت

۱۲۳۵ پسندن علم و فضلت کز پے زر

گرفتم کان ہسیم و زر کہ جاں داد

اگر مہر محمد شاه داری

من اینک از پٹے آل محمد

بیا با من بکوشش ہم علان شو

۱۲۴۰ چو ما با ہم شویم از تیغ و تدبیر

جگر ہائے کہ گشتہ از سکان چاک

نمودیم آنچه مارا در نہت بود

وگر نائی و داری غور پر خاھی

چو پیک این فامہ عہن الہکرا داد

۱۲۵۰ نہ روے آن کہ در کوہ و بیابان

نہ راے آن کہ ہم بر جاے ماند

سوے فازی ملک می خواست آہنگ

ضرورت مصلحت را کار فرمود

کشاید عددہ اسلام را ہند

شہ و شہزادہ را خونے ہریزد

کئی از خاصی اندر کینہہ تقصیر

کجا رفت آن نوڑھی ہائے درگاہ

رون از تختہ بازار بر تخت

فرود آری بدہ ہندو زادہ سو

رضا در کفر و کفران چون توان داد

سوے دین محمد راہ داری

کمر بستہ بکین چون سیم احمد

بدلہا تیر و در جانہا سنان شو

مخالف ہم ز سہم ماخورد تیر

بشیری خون شار شوئیم از آن خاک

اگر خواہی رسودن ہاں بدس زود

مراد تست و روزی هست می باھی

*

ختجالت بر ذبجالت در دلش زد

سوے فازی ملک گردد شتابان

سوے یاران بد بدرائے ماند

و لہکن دست بودش در قہ سنگ

ز فامہ با حسن گفتار فرمود

<p>کشاد آن نامه و پیش حسن برد فرستاده بفرستن پائے بر کرد شد آرد دل آرزو لشکر آرائے که قاصد بار دیگر پوید آن سوئے گر آمد مشتری در خانه ماه درین سو قوس او را گوشه کردند</p>	<p>که بر اخلاص آن خس حسن ظن برد وزان پهن ملک غازی خبر کرد چنانش در داند اندیشه در راء مگر عالم ملک زین سو نهی درو شرف گردد بدو زان خانه هه راه بزان برجیس هر مو خوشه کردند</p>
---	---

گفت دیگر بسوی عین الملک

<p>دگر ره قاصدے چون باد مستور چو عین الملک دید آن حرمت پردرد بقاصد گفت ازین جا باز پس بوی که آخر من مسلمانم بدو پشت بجهد خویش هم در بلد آذم ز دل با همتوان چون یار کردم و لے پیرو شدن را چون محل نهست ضرورت مانده ام ای ملک بصد بیم چو پیدا گردد اعلام بلند ز اهل کفر بیواری نمایم چو یکسو گردد این شمشیر بازی اگر جان بخشدم ملت پزیرم</p>	<p>رسد و کار دان را داد مشهور چو چشم از دود آب از دیدها برد ملک را بلندگی گوے و پس این گوے بعون ایزد دو رویه تهف در مشت که زین فوقا فرس پیروں جهانم که از ایمان و دیں بیزار کردم به از تسلیم شان بودن عمل نیست سلامت یار خود کردم به تسلیم سر خود گهرم از پهن سمندت نباشم یار و نه یاری نمایم من و خدمت به پهن شاه غازی و گر خواهد که خون ریون بمهرم</p>
---	---

ملک نے قدم گشت و نے بر آشفت
که تا فودا چه پدش آید و تقدیر

چو قاصد باز شد این ماجرا گفت
بدیگر چاره شد مشغول تدبیر

نامه بر یک لکھی و قصه او

ز بے سامانگی خود شد سبک میر
بسان حرف نامه [تھو] در مازد
چو تسلیحات نامه در حواشه
نه بهر قلع کفر آزر می آمد
رگ گهری ز ناز نهان بود
بخون گرم هم با دیں بشد وصل
لکام خفته مطلق عفا نش
بموری خورده از شامع نانی
که کوری را بدیده سوره کرده
رسیده مرغ † از سنگ چنان زشت
که اندر دوغ شد سبک سفیدش
بگردن چرم خامش در کشوده
کشوده خام حلق از حلق خامش
ولایت ها بزرگ و بے کراں هم
خروج کرد با چهره یربشان

مخالف یک لکھی سامانه را مهر
چو حرف نامه را مقصود قزو خواند
* کراں حسب از سلامت جوشه
نه از کفران نعمت شورش آمد
چو هلدو بود و در دل گهرسان بود
چو اول گشت مقطوع پناه اصل
شبهه کو کرد یکسو از دو دانش
چکیده + از دو الگ جفتوانی
چنان کورانه فان در فاقه خورده
بسه کذبشک رانده بر سر گشت
نخورده مسکه جز نان امیدش
ز فار دگر برکش § برکشیده
چو شه در بلدگی کرده فلامش
بزرگی داده و شغل کراں هم
چو هلدو زاده هم جنس ایشان

۱۲۸۰

۱۲۸۵

۱۲۹۰

* کذا - پهلا کتوا غالباً "کراں جست از سلامت" هے لیکن آخری لفظ نہیں

پڑھا جاتا -

† کذا - نامفہوم - ‡ ن : مرغ سنگ از - § ک : برکش -

بصد تعظم شد فرماں بر او
 ندید این گاہ خس از رآے تہہ کون
 چلن ہر دیدہ ہاے ملک شد خار
 چو از غازی ملک شد نامہ سریش
 فرستاد آن ہماہوں نامہ را زون
 باخلاص حسن حسن رضا جست
 حسن را چون یزید وقت خود یافت
 خود آن بد بخت ہوں ازخوے بد ساز
 تہی لطفے چو آب نہم کوزہ
 بہ بے مہری چو قصابان بد چہر
 ہمہ خون ریختے چوں بادۂ ناب
 کسے کش پیش کردے خد متش پیش
 ز ہم چوب و دشنام زبانہں
 چو چاکر بہر تان را پے فشرده
 ز خشمش لشکرے در بے نوائی
 چو از غازی ملک بروے رقم رفت
 چو باچند ان جفا کنراش ہم شد
 زمانہ لا جرم بروے بر آشفت
 شکستہ چوں زرم شاہ غازی
 بسامانہ رسد و خواست زان جاے
 کہ ناگہاں برو شہرے خبر کرد

۱۲۹۵

۳۰۰

۱۳۰۵

۱۳۱۰

ز سر پا کرد و آمد بر در او
 چلن با قرة العینان شہ کرد
 وے آن خار بلا را تہزی کار
 سیہ شد چوں سواک نامہ رویش
 ہواں ہومے کہ بر بازاں نہ بخشود
 پناہ جانس را عون از قضا جست
 ز اولاد محمد روے بر تافت
 در جو دو ستم کردہ بسے باز
 ترش روئے چو دوغ ہفت روزہ
 بخوں رہزی چو جلاخان بے مہر
 کرم ہوئے گر از کس ریختے آب
 چو رفتے پیش خوردے ضربتش بہش
 کرا زہرا کہ گہر د نام نانہں
 ندادے نان و آبش ہم بہرے
 بجای ہم شہری ہم روستائی
 ازو سوے ملک غازی حشم رفت
 ز بہرہں فعلتہ با فعلتہ ضم شد
 برو ہم شہری ہم لشکر آشفت
 خلاصے ساخت باصد حملہ سازی
 عزیمت را کند سوے حسن راے
 ہمہ تلکیش را زہر و زہر کرد

<p>بکشتلش بشمشهر آشکارا بقدر پشه هر کس را سزائوست</p>	<p>در آمد خُص و عامه بے مدارا چلین باشد چو یرقن را جزائوست</p>	<p>۱۳۱۵</p>
<p>حدیث خوابهای سرور بیدار دل وانکه شده تعبیر خواب یوسف اندر هر یک مضمون</p>		
<p>که بیدار است پاس گشورے را بوک هر موی او بیدار دولت نخسبہ آن که دولت یار باشد درآید خواب یوسف در خیالش کہے سہارہ بوسد پیش او خاک کاز اقسام نبوت هست قسمے کہ خوابے بیند اندر کارخون راست نمود آن خواب بیداریش در چشم نمودہں خواب کاکہ گشت ازل بہر ہم از بیداری بخت وے این خواب بپاس دین چو بیداران کمر بست فسونے جا نب یاران فرستاد نہامد مار کژ در 'رخلے' راست بکار خربشتن پیچید چوں مار زدل بہروز فشاندن خواست سوزے فبار دل بآب دیدہ می شست</p>	<p>زہ بیداری بخت آن سرے را کسے کو راست موی کار دولت چو دولت یار هر بیدار باشد درآید خواب بعد از ماہ و سالش کہ آویزد مہش در ذیل فقرات نہ بہند خواب خوش جز پاک جسمے ملک را چوں دل بیدار می خواست فرشتہ کرمست خواب آراے هر چشم کہ ہرچہ او را بہ بیداری کند دہر شہدستم من خفته درین باب کہ آن بیدار دین را دیدہ چوں بسما بسے فاسہ بہ بسہاراں فرستاد ولے چوں مار گردون فتنہ می خواست ازاں پھچاک و ناہمواری کار چو درماند اندرین اندیشہ روزے ہسے خاصان و خویشان را درون جست</p>	<p>۱۳۲۰ ۱۳۲۵ ۱۳۳۰</p>

همی گفت از تاسف آب در چشم
 مرا زور اندک و باره ز حد بهش
 ز یک دیو پالپور و خول یک مهر
 صغم با قلب دهلی چون ستهزد
 سوار اندر قلم را نلده تهن
 بر ایشان که توان خنجر روان کرد
 بدانائی نپاشد نسبت آن را
 گلستان را ز شاهین شکاری
 وگر سوه و دهم آن خون نه مردیست
 ستهزد در میان پس معکم افتاد
 دهائی را چه سان سازیم تدبیر
 یکم تهمار مستورات و فرزند
 ندانم چون شون پایان این کار
 بگفت این و دگر ره دیده تر کرد
 همه گشتند آب از دیده باران
 پس افنگه با ملک گفتند گریه
 چه کار آید ازین پس عمر مارا
 دو دشت قطرها گاز خشم و کهن ریخت
 چو پیش از خون دیت بر ما فشانوی
 تو داری بالحقیت بهر حق جهد
 چو عمر ما تونی و جان ما تو

۱۳۳۵

۱۳۴۰

۱۳۴۵

۱۳۵۰

که هم نگذاشت مارا خواب در چشم
 چگونده خیزد این بار من از بهش
 چه خیزد گو تو هر دم رستمی گهر
 صبا بر آسمان چون گرد بهزد
 درلک بهش است با هم بستن چون میغ
 بقطره خرچ دریا چون توان کرد
 که از سوزن کند کوه گوی را
 چه پاک از ناید از پویانده یاری
 نه کار سرخ روان روئے زردیست
 که تهر از شست رفت اما کم افتاد
 گریوه پست و سهاب آسمان گهر
 دگر اندیشه بهر خویش و پیوند
 صلاح ما خدا آرد پدیدار
 چنانکه آن گریه در یاران اثر کرد
 چه ز افسوس و چه از افسوس خواران
 که اے سوز تو مارا کرده بریان
 که بهوت جان نپاییم آشکارا
 بهای خون ما در ثمین ریخت
 نشستم در همه در خون کشاندی
 درین ما با تو هم پیمان و هم عهد
 بپلیدین جان یکم گامتیم بازو

۱۳۵۵	دل خرد بر خدا بند و موئندیش چو می دانی نه بندن هر چه می گنت چو پهدا گشتی و پهداست در کار بلندان را بر اورنگ بلند می وران سرکش که سرها را بود پاک سگن بر پر دل اندازد همه کس تو هستی از دها این نهست یارا کشد ترک از برای طعمه فنجهر نه گشتن گرک را بهر کباب است چو درگارت سلامت هست بو خیز بدین سان هر کسی می پخت کاره همه روز اندرین توهار دم خورد	که فتح غیب پیش از لشکر پیش باید خار خار خود ز دل رفت که هم فیروز شدی هم سپه دار بود لابد ز تو اندیشه ملکی بجوید بهر شهید خطر ناک فرانرا جوشن عصمت غری بس که کس زنده گزارد از دها را ز بیم شهر بر شهر افکند تیر کباب از بزه جوید زان خراب است سلامت یار تست او هم بو انگیز ملک هم داشت زین گوسی شداری ز بس اندیشه خوردی نهز کم کرد
------	--	--

خواب غازی ملک بدیدن بهر

۱۳۷۰	چو شب زاکه ون مشکون بستر آراست زلال پاک جست و دست و پا شست تعبد بهمشوای کار خود ساخت همه شب داشت دو در حق پرستی بسجده گوید می کرد سهراب دوای خواب مبارک دید بهرے	سجده چاکر شب را بر آراست بطاعت بر مصالحه رضا دست نهاز بندگی را یار خود ساخت دانش بر آسمان و تن به پستی که هم در سجده فاکه آمدش خواب چو رائے خویشتن روشن نموده
------	---	--

بمعنی چون مسهکتا فرخ انفس
ملا یک نور ازو درخواست کرده
بس انکاهش به یزدان کرد تساهم
ز فیروزیت یا بد نیلگون سطح
فزون ز اندیشه گامت حاصل آمد
شوی بر تاج شاهان در مکنون
که خواهی شد چو تیغ خود جهانگیر
خطاب آورد شاه * راستینش
امیده مست گشت و بخت هشیار
خهال دیده پیش دیده بر خواند
که خوش گشتند ازین فهوروی فال
هم این گوهر سپرد از معدن خویش
چو بخت خویش بهدار از چنوب خواب
ز شادی خواب شان از سر برون رفت
همه شب بلندگی می کرد تا روز

بصورت نشتی از خضر و الیاس
ز نور الهه مختاسن راحت کرده
در آمد با ملک غازی به تظلم
بیوزش گفتش اے دیباچه فتح
بسپهل اندیشه کم در دل آمد
بشارت می دهم که یلک هم اکنون
برون کش تیغ و قدرت بمن ز تقدیر
چو زین مرده گوان کرد آستینش
چو زین خواب اندر آمد مرد بیدار
ملک فخرالدول را در نظر خواند
بخویشان دگر هم گفت ازین حال
بدیگر مخلصان دولت اندیش
همه گشتند باجان + حارب یاب
بدین خوابی که در دایها درون رفت
بشکر این نمایش مرد فهوروز

۱۳۷۵

۱۳۸۰

۱۳۸۵

خواب غازی ملک که دید سه ماه

همایون گشته از وے چتر گردون
بگردون چتر زرین بر کشیده
جهان را رنگ اعلام خلافت

شبه چون چتر سلطان همایون
مهر کامل با نجم سر کشوده
نهوده سطح زنکاری مسافت

۱۳۹۰

سواد شب که شد بر تخت روز
 فلک بر رونے ظلمت ریخته نور
 درخشان گشته آنجم در سیاهی
 شهاب افروز کشته تهر باریک
 هواے چون مزاج فافان خوش
 ز اسباب طرب غم گشته کم نام
 جهان آسوده چون قول حکیمان
 درین شب مملکت گهر ظفر یاب
 وے اندر خواب و دولت پاسبانش
 نمودندش چندان در خواب امهد
 درخشان سه سه روشن بر آمد
 یکے چون چتر زر بالای تارک
 ز تاب آن سه ماه کامل الدور
 چو خواب اندر سر آمد صاحب بخت
 ملک فخرالدول را خواند در پیش
 نخست آئین تعبیرے که خود کرد
 که این سه ماه سه چتر بلند است
 چو من دیدم این خواب مبارک
 دو دیگر کو دو دوشم پر تو افکند
 ملک را گاه این تعبیر در گفت
 ملک فخرالدول نهز از سر هوش

۱۳۹۵

۱۳۰۰

۱۳۰۵

۱۴۱۰

بهاضش کرده مهتاب شب افروز
 چو بر فرش معنبر گو د کافور
 چو مرزاید تر در گوش ماهی
 بریده روشن از دیوان تاریک
 چو فعل عاقلان آفاق دلکش
 چو فکاسی ز کار افزائی کام
 نشاط آماده چون بذل کریمان
 بزاخت داشت سر بر بالش خواب
 دل بهدار در پاس جهانمی
 که بر بالائے این تا بلده خورشید
 که هر یک از دگر روشن تر آمد
 دو بر بالای دو دوش مبارک
 سه ماهه ده شب از عالم شده دور
 زک از همت بپام آسمان تخت
 که پیش دیده گوید دیده خویش
 بنور رای و آنهن خرد کرد
 که سه فرق سرائی زان ارجمند است
 مرا باشد یکے بالای تارک
 فشانند سایه بر فرق دو فرزند
 شد امهد دلش با کام دل جفت
 بدین تعبیر دانش مژده در گوش

بون سه چتر والا زهور ملک
 که چتر ملک خواهد بهرت آراست
 که این سه چتر سمت اندر نهودار
 بر اکلهل همایون سایه بانی
 کند آرایش اورنگ بارت
 که تو یک تن سه شاه کام گاری
 بدیگر سر نشاید چتر بر پای
 که زیر چترت آساید زمانه

که شاهان را فراز افسر ملک
 چو چتر آسمانی دارک این خواست
 نمودندت سه ماه فرخ آثار
 کند زانها یکم در کامرانی
 دو دیگر در یمین و در یسارت
 ترا زهید سه چتر ملک داری
 بون تا یک سر والای بر جای
 سورت پانده پادا جاودانه

۱۴۱۵

خواب فازی عصر و دیدن باغ

که کوئی هست در بستان گلزار
 بآب زندگانی روے شسته
 تهنش سبزه چو خط بر روے خوبی
 صبا پهره ملش فاکشته گستاخ
 چو گلگشت صبا در بوستانها
 روے از خلقش نسیمه تازه سی داد
 کند تا خواب خوء را گفتن آغاز
 بدو گفت اے به بیداری جهانگیر
 حریم ملک تست و نیست این لاغ
 خبر می گوید از کارت پیاپه
 نه بر شاخ توت هلمام بار است

دگر ره خواب دید از بخت بیدار
 دران بستان درختان نهم رسته
 تر و تازه بسان شاخ طوبی
 شکفته صد هزاران گل بهر شاخ
 ملک غازی بگلگشت اندر انها
 گل ار چه بوے بے اندازہ سی داد
 چو کرد از خواب چشم دور بهن باز
 در آمد بخت بهدارش به تعبیر
 تو در خواب انکه گلشن دیدی و باغ
 درخت نهم رسته هر یک از روے
 کت از دولت عهلهای نیم کار است

۱۴۲۰

۱۴۲۵

۱۴۳۰

گل ارچه صد هزارانمی نهفته است هم اکثون در رسد هلمام بارت درخت قدر تو ز اقبال والا بر دولت خوری در کام خود زون	هفتوزت یک گل از صد فاشگفته است شون پر میوه و گل نو بهارت دوک با شاخها از سدوه بالا بکیرد این فال و خواهد هم چنین بود
--	---

بچنگ آوردن فازی ملک پس ملک را دادن
هرآنچه از سولتان بهر حسن می رفت اسب و زر

۱۳۳۵

بماید مرد را بازوے شمشیر زبردست آن بود کز قوت سست * خسے † روید ز راه آبه که کف است سگے بؤ فالت را شد زبون کهر کوا زهره که بے آسهب و آزار چو از تازک رسد چابک بغارت ز ترک افتد صف هندو بتاراج چو از طاؤس و بط شاهیں کلد مال ‡ کم از زاغے مشو در کهنه توی خروسان یکدو متحکم ستانند بڑے کو سر زدن با گوگ جوید متاع قادر از زاری نیاید بتندی نارد از دستم شتابے	کے بستاند به نیرو قارت از شیر بکالے زبردستان زند دست درختان را برو سیمے که تفت است پلمگ آن هر دو یکجا کرد نخچیر ستانه گنج ز اژدر مهره از مار ز چابک غارت از تازک عبارت نیارد حمله سوه باشه دراج که باشد ماکیان کاید بد فبال که از دندان شیران خور روزی نه تا آن حد که کین بر چره رانند بران پشمین همه مویش بموید نصون بر از دعا کاری نیاید خوینده کے برد ز افراسیایے
---	--

۱۳۳۰

۱۴۴۵

* ک: شمس یعنی نشانه - † ن: روید -

‡ ق-ر: بال -

درین وقت آن توان گو چوئی از کس

هرین کار از دے و زان کار رانی

چو او را عزم شد در کهنه خواهی

پناهے در طریق کار ی بود

خبر بر می رسد از شیب و بالا

رسیده نا که آگاهی دران حال

خبر گفتد کایک می رسد تهر

و ملتان می رود اسپ و خزاین

تکاور هر یکے چو باد شب کهر

خوبنه نیز مال موصی سالد

و شیب این سو فتوحه دارد آهنگ

هشم را باشد از دے خروج و دخلے

ملک فرمود تازان سو شتابند

دویدند آن طرف فرمان پڑهوان

رسدند و گرفتند آن زر و مال

فتوحه آمده با آمد کار

ملک فال مبارک داشت آن را

اشارت کرد کان گنج خدا داد

مملداران بکار زر نشستند

بفرمان می رسید آن مایه کار

قوی دل شد هشم زان بخشش پر

۱۳۵۰

۱۳۵۵

۱۳۶۰

۱۳۶۵

جز از غازی ملک در یابی و بس

بگویم ماجراے تا بدانی

که جوید کین جوهر های شاهی

بپاس کار خود بهداری می بود

نهاده دل بفضل حق تعالی

که کار فتح میمون گردنش فال

متاع این گردان بار و سبک خیز

سوی خسرو که شد میر مداین

همه تیومی تیز آهنگ چو تیر

نه کمتر ز آنچه باشد غیره هلد

اگر غازی ملک هر دے زند چنگ

که موفان را رسید آساده نظے

خدا آورده را باز یابند

فرس غارت کنان و گنج گهراں

همان گیتی نوردان زمین سال

رسانیدند در بهش سهه دار

فتوح اولهن فتح جهان را

دهنده تا شود خلق خدا شاد

در استغراق لشکر در نشستند

بهر کس تا شود پیروایه کار

چو محتاج از مراد و مفاس از در

۱۴۷۰ همه کس مهل کالای گران کرد

یکه مرکب خرید از بهر پرخاها

یکه شد کار خورده را طلب کار

یکه بشکاف نقدی بهر عقدی

یکه داد آرزوی دل بخویشا

۱۴۷۵ همه دیو پال دور از روح و رونق

بله زینسان ست گیتی را نمودار

در آمد هر کجا سامان در آمد

بهمیش از کیسه پر خوب حالهست

ولے گو کار خود گردان توان یافت

۱۴۸۰ چو از مهتر بون کهتر نوازی

ز باران چو رسد بے جستجو آب

کسی ندارد ز مردان سر خیمه چهر

زند چو بوق بر زور آواں نهغ

بلند است ابر و آبه نهز دارد

۱۴۸۵ مهر نام کسی که همت پست

خدا وندی کسی را در خور آید

خدا وندی جز احسان و کرم نهست

چو از کس زهر دستی بهر منداست

سپهر آن را که خواهد کرد سرور

۱۴۹۰ ولے جوینده هم با بد خرد مند

هوس کرد آنچه در سهری توان کرد

یکه شیرین پرستاره شکر پاه

یکه بنیاد خیره کرد بر کار

یکه در عقد پنهان بست نقدی

یکه دریافت دلپایه پویشا

سایر دونهین گشت و خورنق

که از زر هم چو زر گردن همه کار

هزاران کار بے سامان بر آمد

نهادند کاسه پر چو کیسه خالیست

ز اقبال جوان مردان توان یافت

رسد ساز فرض بے چاره سازی

نهادند کشت را حاجت بدولاب

که بستند بکن و بخشد از مهر

بون بر مفسدان بازنده چو مهن

که از دریا کشد بر سپهر باره

نه بعنوان دست در دادن از دست

که بر خلق از خداوندی بر آید

و گر نه کس ز کس در پایه کم نهست

دلایل دولت و بخش بلند است

کند چاکر نواز و بندۀ پرور

که در خدمت شناسد جای پهنه

<p>زبید انجور، گل و از بید مہوہ فپا شد از پناہ مکر ماں دور پناہ و مہر اوش آسلاہ گنجہ اسمع درخت سایہ ور جوید ہمہ کس</p>	<p>نجدید ہمچ حال از ہمچ شیوہ کسے کش بید اندر کار خود نور چو منلس در پناہ مہر سانچے است تموز آرد چو تاب از پھوش از پس</p>
	<p>حکایت</p>
<p>ز بہر سایہ می زد نالہ ہر بار مرا از سایہ با بستے اُمید چہ بہر سایہ چلدیں می کئی زرق درخت و رخت و سلف از بہر این است کہ اے از سایہ رخصی دلت شاد بدان سایہ کہ گاہے هست و گاہے نیست کہ یابی سایہ تا زہرش نشست کہ دایم نیست بر سر این و آن ہم و لہکن پرورش نتوان بدان یافت کہ ذیل پرورش باشد پناہم بود بے سایہ گر صد سایہ ہاں ساخت فیات الدین دست شاہ ابوالمظفر کہ خلد ذاک ظل النعم فی الارض</p>	<p>۱۳۹۵ یکے در سایہ ابر گہر بار کہ وہ وہ سوختم از تاب خورشید یکے گذشت کہ چلدیں سایہ بر فوق و گر ز ابرت ذہ سر سایہ نشین است جوابش داد مرد از دانش و داد بزیبر ابر خورشیدی ز وہ نیست ۱۵۰۰ نہاید ہا درختان فیض بستگی علم ہم سایہ دار د سایہ ہاں ہم ز سقف خازہ ہم سایہ توان یافت من از گفتار خود آن سایہ خواہم ۱۵۰۵ کسے کان دامنش سایہ نینداخت درہن عہد آن درخت سایہ گستر دعا این است بر سایہ نشین فرض</p>
<p>* ن : رنجہ -</p>	

صفت های دل فازی ملک و از هر طرف مژده
چو از دهای بسویش داند لشکر های بعد و بر

دل فازی ملک باید ستودن
که آن را در نهایت هیچ کس غور
هزاران لشکر اندر وے شود فرق
وز و هر چشمه طوفانی است درخیز
کتبا پولاد را زین سالی شکوه است
نگردد گاه کهن پولاد او نرم
تو خواهی موم خوانش خواه از بهر
نبود این دل مگر شهر خدا را
چنین دل شای نه پندارم بتن بود
دروغ شعر داند نه دم راست
به برهان خرد کردن توانم
به برهان نهست حاجت چون بدیهی است
ز رستم در نبرد افسانه گفتن
ستمون با جهان در زنا گهر
که تهر خود کند برگزواں راست
نهان می داشت رعدی را در ابر
که مانده است از تو تا افسر سرسوی
که من چرخ قباے خود مرا ساز

بخصم افکندن و رزم آزمودن
نگویم دل که دریائست در دور
آز موج که خیزد قرب تا شرق
ازو هر قطره تیغ است خون ریز
و گر گویم که از پولاد کوهی است
اگر طوفان آتش در رسد گرم
و لیکن بر فرودستان نا چهر
بسی دیدیم شهران و فا را
و گو اسفند یار و نهمن بود
دری گفت من آن کس کونه داباسی
ثبات آن ز تائیدی که دافم
ولی بای خرد گندر سفیدی است
چه حاجت شهر را مردانه گفتن
همین برهان نباشد بس که یک مهر
چنان بود این که چون فازی ملک خواست
همی فرید با خود چون هز بر
سرش را سر نهشت حق خبر گو
قباے چرخ با بالاش هم راز

۱۵۱۰

۱۵۱۵

۱۵۲۰

۱۵۲۵

دو پیکر در تقاضا ہو زبانش
 وسانہدہ ہواش آگہی بخت
 مہما خال ملک اندر کف ہاں
 کمان و تہر را پوشیدہ می گفت
 لب سوزا با زہ لاغ می کرد
 توان بازوہ می گفت با مشت
 مہ اندر جلیغ خود می گفت با کیش
 ستن کو رکشہ کا ینک مراہست
 زبان می داد شمشیر ہں اجل را
 نہام خنجر ہں را کشتہ زہن فن
 فلت کردم نہامی را درہن دم
 سنانہں کشتہ سر تہر از پئے حرب
 گرہا دمع اورا عقد بر عقد
 شدہ گزہں ز بہر کین بہ تعجیل
 زورہ می بافت بہرہں روح داؤد
 سلسلہ ہں کو زہن ہر سورے می کند
 فلک کوہ از سم رخسہ فشانان
 عطارد ظل چترہں را با مید
 عملہا ہں ستارہ کھن مہ پاید
 بدریائے فلک در رنقہ ماہی
 نہستہ خیل او کا فلک زبس نہیر

۱۵۳۰

۱۵۳۵

۱۵۴۰

۱۵۴۵

کہ کے کردم کمو گرد مہانش
 کہ باہک مستعد ہوں از پئے تخت
 کہ چون مردم شود در دیدہا جاہی
 کہ کے گردیم تا بہر ظفر جہت
 ہرات کو گساں ہر زانغ می کرد
 کہ اخترہفت چرخ از تو یک انگشت
 کماے قربانت کشتہ صد چو من پیش
 ز صد سہم فقرہ آسمان شست
 کہ من یار توام نو گن عمل را
 دہن پر آب بہر خون دشمن
 زبان آمد ہوں آب دہن ہم
 کہ دروزم صد چو خسرو خاں بیک ضرب
 ہزاراں فتحصی اندر ہر گورہ نقد
 کہ من ہوں کھم مغز از سر پیل
 کہ چون دژ د جالوت انگلہ زود
 ز بہر خون خصم جوی می کند
 کہ گردن بوسہ جائے ملک دانان
 کہ نہوں مستغرق زہن پس بخورشہد
 کند ہر کرسی نہ پایہ سایہ
 کہ از درہا شوم ہر گنج شاہی
 بہموم گا و بیشکانم دل شہر

دماہ زن کڑک را راست می کرد
 دہل ہا را ہوائے در تہی گاہ
 ۱۵۵۰ حشم چو شاہ کے پیش آید آنروز
 فلک می داد قلبش را اشارت
 بذات خود دے اندر کار سازی
 ہمہ تر تہب کار خویش می کرد
 ہواں می شد کہ بیش آید بہ یکبار
 ۱۵۵۵ و لیکن منتظر می بود تا کے
 پوپے ہو طرف می شد خبر ہا
 چو خسرو خاں شہد آں زور مندی
 ہوا داراں نمودندش کہ در حال
 شدش لا بد کہ بدست سیدہ را
 ۱۵۶۰ سپاہ آراست چون سوار سپاہ
 دلہراں ویلان و نام جو یاں
 اسہراں و سپہ داراں اطرات
 سوان لشکرش ہم تیغ راناں
 بہر یک گنج و مال بے کراں داد
 ۱۵۶۵ فراواں پھل و بسہارے خزانہ
 چو لشکر مستعد گشت و سوارش
 رواں سوے ملک غازی رواں کرد
 رواں شد سوے آن مقتل مقابل

ز بہر نغمہ شادی خواست می کرد
 کہ کے بانگے زہم ہو قلب بد خواہ
 کہ گردد این سالک گیر فہروز
 کہ جہیم ہستہ پر نقد بشارت
 کہ فرماید علم را سرفرازی
 دل خود را حصار خویش می کرد
 کند دست ملوک و ملک بیکار
 بچہدش دشمن رہا لشکر دے
 زمانہ می کشاد از فتنہ درہا
 دل افتادش بد ریای نژندی
 بہاید فتنہ را مستن بد نہال
 کند کوتاہ بر آہلہ رے را
 کہ ہر مو از زہن ہلا کشد کوا
 بخون خود ز ہستی دست شوہاں
 در اوصاف مصاف افزون اوصاف
 سر لشکر بواہر خان خانان
 سپک داد و ہموزان گداں داد
 ہمہ با خان خانان شد روانہ
 گزین زہم قد چل ہزارش
 زہن از بار لشکر ناتواں کرد
 چو انجم لشکرے ملول بہ ملول

<p>چو وهم نیزه کوتاه می کرد سپاهی در سواد سرستی ریخته بیرون در غارت افتاد این سپه زود بسی زردار معلم گشت محتاج نکشت از همدیگر شمران شعر دل گروه قلعه را نگذاشت بهکار ز پیکان تیر آوازی نرسد سر هشیار را هشیار تر کرد که از وی پشیمان صد شاه هشیار</p>	<p>ز بس کانسو شتابان راه می کرد چلهن تا کرد کهن * کان لشکرانگیضه درون شهر چون غازی ملک بود بسی رخت مسلمان شد بتاراج بقلمه سرتبه + محمود پر دل دری بر بست و شک در بلد بهکار خبر سوه ملک غازی فرستاد رسد آن پیک و آنجاها خبر کرد همیشه باد با هشیار پیش کار</p>	<p>۱۵۷۰</p> <p>۱۵۷۵</p>
---	---	-------------------------

حدیث عهد و پیمان سران لشکر غازی
که در کام فرهنگ اندر روند و دیده از در

<p>بکارش بخت و دوات را بود جهد چو می در جام و گوهر در خزینه چو سرو راست ز آزادی برد نام مدان مرد آن که گاه عهد دست است که گردد کار او را عهد کار عجب گرنفش کارش متغلف نیست بهر جا راستی فرمائی خود را بعهد شاه خود چون راستی خواست میسر گشت نعم کار زارش</p>	<p>چو مرد آمد بیرون از عهده عهد نشوند اهل دوات را بسوزند نماید چون بلغمه کز سر انجام شکوه مرد در عهد درست است ز مردان راستی باید قلم وار کسی کز راستی هم چون الف نهست دلاگر راست خواهی پای + خود را نکر غازی ملک را کز دل آراست کلید راستی در شد بکارش</p>	<p>۱۵۸۰</p> <p>۱۵۸۵</p>
--	--	-------------------------

شہد ہم کز علاء الدین مغفور
 کہ در عہد وہ و بعد از زانش
 کنوں برخوان ز نقہں کلک دریاض
 چو او شد زان وفاداری سو افراز ۱۵۹۰
 چنوں گفت آن کہ ہوں آگاہیش بہش
 چو بشنہد این سخن کامی بر آن سوے
 طرب کرد از نشاط روزی بیش
 سہاہش ار چہ بود اندک نہ ہمار ۱۵۹۵
 سواران بیشتر ز اقلیم بالا
 فز و ترک و مغل روسی و روسی
 دگر تازک خواسانی و پاک اصل
 ہمہ مردان دزم و کار کردہ
 بسے صف ہائے تاتاران شکستہ ۱۶۰۰
 خدنگ افکن یگان چست و چالاک
 گہے چوں آسما گہ کردہ سوراخ
 حلالے خوارہ چوں کشت برافراز
 ملک در پیش یک یک راطلب کرد
 کہ ما را چرخ پیش آرد کارے ۱۶۰۵
 کرا نیروئے پهل است و دل شور
 نخست از خون خود خہون چو لالہ

دلہں بہمان و عہدے داشت مستور
 وفا داری کلد در درد مانش
 کہ چوں بود آن سراندازی بہ پرخاش
 سرہں کشت از جفا کاران سر انداز
 کہ بد غازی ملک در خانہ خویش
 نہ لشکر بلکہ دریائے زمیں شوے
 چو گرگ غالب از ہمارے میش
 و لے بسیار اندک ہوں و پر کار
 نہ ہندوستانی و ہند والا *
 چو باز جہدہ در جنگ خروسی
 نگشتہ اصل بد با اصل شان وصل
 غزا ہا با ملک ہمار کردہ
 دل آن چہلہ خون خواران شکستہ
 ز بیلک کردہ سد آہنوں چاک
 گہے چوں شانہ مو را کردہ صدشام
 موافق جوئے چوں طبع خرد راے
 پس از دل قصہ را بہمان لب کرد
 کہ گردش ہست دروے چرخ دادے
 کہ ہم بازار شود با ما ہمہشہر
 پس از خون عدو شہید پدالہ

تہ خنجر نہد اول سر خویش
 بے مردان بہر سازے و سوزے
 بود ہر روز عشرت را شمارے
 بکارے ناپید آریا دے دران روز
 بود تھر از بوائے رزم فکھر
 کماں کو بشکند ہنگام پھکار
 اگر شاہیں زبون گورد ز شارب
 بہانہد آن کہ دارد کار با ما
 شود گر عہد ہا مستحکم بہ سو گند
 و گر ہمارے ندارد میل یاری
 درین یاری کہ دارد کار با من
 بدین دل کافہوں سد رست برپاے
 سراپا در بس است وہم ترارو
 شلہدم بود رستم چیرہ دستے
 فہ آن رستم ز من درکار ہمیش است
 چو من بر نام یزدان نگہ کردم
 سزاگ من چو جز من دانہچ نہست
 چو بشنہند مردان سر افراز
 سواہر چوں ہمہ سر باز ہونند
 پس انگاہ او سر سو ہاڑی خویش
 نرو گفغند گاہ سرور سزاں را

۱۹۱۰

۱۹۱۵

۱۱۲۰

۱۹۲۵

گشت پس بر دگر سر خنجر خویش
 کساں را پورند از بہر روزے
 فتک ار بعد عمرے کار زارے
 بسوزش دل کہ نہد یار دل سوز
 تو بے آن چوبے دان چوبے تھر
 زہ کے یابد از آب ہائے سرفار
 کلمہ گل مرغ را زہد بتارک
 شہید از عہد و پھماں یار با ما
 بکار جاں شہیم از جاں کمر بند
 کہ دشوار است کار جاں سہاری
 دل من ہست آخر یار با من
 کلم گر سد آہن باشد از جاے
 در ہازوے من و تھر ہٹ ہازو
 کہ گاہ حملہ تھا صف ہمستے
 کہ ہرکس رستمے در عہد خویش است
 یقین است آن کہ تھا چہرہ گھم
 من و این کار بر غیرے ہرج نہست
 ز محکوم خون این حرف سواہر
 ہرے خاک سواہر باز ہونند
 سو خون خدمتے ہرند در پیش
 ہر ہر پاے تو سر ہنوداں را

<p>گلہ گوشہ کشیدہ سر ہماہمت ز کارت چون توان اکثوں نگہ داشت سر ما در کلمہ ناید ز شادی کہ نہ ہم از نقد سرہائے خربشت ہزاران پارہ گردن جملہ یک سر کہ باز از بہر تو گرد ہم سر باز پران پیمان رگ جان نہز ہستم نخواستہم از درت سر دور کردن تو دانی خواہ صالح و خواہ پھکار ملک را خاطر آن سو بے غمی یافت کہ بظہاد بزرگی محکم باد</p>	<p>ہمیشہ بان سر یار کلاہت سرے کز دولتت عمرے کلمہ داشت بسو بازی چو ما را مژدہ دادی نہ ما آن سوسوی آریم پھشت چہ بلادن یک سر ما زہر خنجر ز ہر پارہ جدا بر خنجر آواز کہر ہستم و پیمان نہز ہستم کہ تا جان در تن است و سر ہگردن چو ما را سر جدا کشے اندرین کار سہ را چوں وثیقت محکم یافت بمزم کار محکم کون بلیمان</p>	<p>۱۹۳۰</p> <p>۱۹۳۵</p>
<p>مصاف اول غازی ملک با لشکر دہلی بہاد حملہ زیر و زبر کردن چنان لشکر</p>		<p>۱۹۴۰</p>
<p>کہ چندی در زنا گھر و غازیست نہ بازش دیدہ در خواب آرمہداسے کہ صف تیغ داند باغ سوسن چو برگ بہد ہارن ' تیغ و خنجر چو نیلوفر ' سپر ' بر آب شمشیر ہکشت کوچہ ہائے شہر پر جوش پدید آیدکہ ہوشنگ است ہاشنگ</p>	<p>کسے داند کہ ہول معرکہ چہست دلہرے کو صف مردان بدیدہ است گورے را زہر اندز زہر تو سن روک یک سر چوباد آن جا کہ یکسر نپنداز دگر آید ببر و یا شہر بسے بینی مردسان قبا پوش چو در ہجرا بر خنجر تیغ بے رنگ</p>	<p>۱۹۴۵</p>

یکمے کو چند رزے نازمود است
 مکن بارو ز تیغ گوشتیلمش
 نه شیران را کلد کس حمله تهلمیم* ۱۶۰۰
 شکوه کوه خیزد مرد + و از مرد
 شترکش نه سمع از نیرود دل جوش
 وگر دندان نهاده گریه دشت
 یلان را نیست حاجت گرز در مشع
 چو + ترکش بست فر پهلوی است آن ۱۶۰۵
 نبرد شیر هر جا هست روشن
 بدو آهمن چه پوشی گاه پر خاش
 باهن رانی آن کو گشت میل
 دلار کو برزم آهمن دل افتاد
 همه جا دل نشاید آهمنی کرد ۱۶۱۰
 سوارے را به هیجا دیده در گیر
 بگوش فر که به تدبیر باشد
 پلزدیک یلان در جهد محکم
 دلار چون خرد را کار فرسود
 نباشد هم شجاع و هم خرد مند ۱۶۱۵
 که هم تیغش جهانگیر است و هم راء

بدوے خصم رو در رو نبود است
 که موشے در رباید پوستیلمش
 نه رو به را گریز و حمله تسلیم
 پدید آمد بگاه رزم و فنا ورد
 رود ز اشتر دلی گر گیودش موش
 نیارد شیر مردے گرد او گشت
 دوان را بس بود ناخن بر انگشت
 شکار شیر باشد در نیستان
 که نے برگستوان دارد نه جوشن
 درون سواکه پر خاش آهمنی باش
 همس جان آهمنی باید ههش دل
 به تیغ مرم بود حصن بدولاد
 جز اندر کار کین بایه چنهی کرد
 که کورا § کور دارد دیده بر تیر
 نواے دوک بانگ تیر باشد
 نباشد عقل دور اندیش محرم
 خرد مندی ندارد در وفا سود
 بجو غازی ملک شیر عدو بلد
 بکهن هم تیغ زن هم کار فرماے

* ن : جمله تعظیم - + ق ر : هر دو - + کنا : غر = نا آزموده کار پهلو = پهلوان —

§ کورا گرر : بمعنی زرد زرد —

کہ آہد دوے در دوے روا رو
 کفشد آئین تر تعجب سوارای
 سلیم و ساز خون را زبور آراے
 کہ فتح از غیب ہا ہا گشت روشنی
 چو راے زہر کان در استواری
 دل پیغندہ را نو شد توا نہا
 یلان مویخ سالی در زور مہدی
 چو سی خوار حریص اندر مہ عہد
 چو باز آسوز در تعلیم ہازے
 رسودہ خیل چوں در غارت زنگ
 کہ زہن سو در شد و زان سوہ در اود
 کہ بجہد از تن و بجہد تن از وے
 رسیدہ تابش از مہ تا بساہی
 کہ مہر از وے گریزد سوہ تابان
 چو خط معور از وے گر شدن خراسمت
 محجب ہیں نہزہ بالا قطرۃ آب
 فررواں گشتہ پرقے بو شہای
 کہ سر ہا خود کودد زر کہ کار
 قدرو باغ و کھک کوهساری
 مرتب گشت بہر جلبش و عزم

چو دید آہنگ لشکر ہاے خسرو
 اشارت کرد تا فرمان گزاران
 کہ و مہ شد ز حکم کار فرماے
 ز صیقل ہاے صف ہا ہافت چوشن ۱۶۷۰
 چنلہا زہرے پر زور و کاری
 ز زیب و زینت بر کیستواں ہا
 کماں ہا چوں ہلال اندر بلندی
 خداک افکے بمشقی اندر کماں دید
 بہ تہر آراستہ ہر تیور سازے ۱۶۷۵
 چو سر ہاں سرے پھکان کودد آہنگ
 بلے از نظر کم ناو کے خورد
 جہاں چوں شاہ باری نہم* کرے
 ہبہ خانجور پلا رکھای شاہی
 ز تیغ کیلہ تف بالا شتابان ۱۶۸۰
 چو خما آسیتوا شد ہر خطے راست
 سلماں چوں قطرۃ آبے صفا یافت
 چو بر نہزہ سنان بنمود تاجے
 از ان رو سر بزرگی کودد چقمار
 فرہی بڑی و کوهی و تعدادی ۱۶۸۵
 حشم را چوں سلیم و آلت رزم

سہک غازی ملک کہیں را کمر بست
 نہا ز بندگی را یار خود کرد
 برون آمد ز شہر فرخ خویہی
 ظفر پر مایہ شد چون عادل از داد
 سہاہ اندک ولے نیروے دل پُر
 ز جای خود چو در جنبیدن آمد
 شتابان شد بہ تقدی سوے بد خواہ
 ہمی آمد صف پولاد بستہ
 بہ پیش آہنگ آن قلب معظم
 ملک دریا صفت * در صف دریا
 بہ بالائے ملک ماہ نشافد
 چو آمد نیک نزدیک علا پور
 ہمی کردند سیر ماہ : انجم
 چلین † تازاب خبر کہیں بس دیر
 دراں جو لانگہ جیہوں مسافت
 خبر شد جویع دہلی را دراں عزم
 بزرگان سہ ‡ زان پیش دستی
 بخون گفتند کیں یک میر کم زور
 ندید انہوے مردم ز ا قیاسے
 ہمی آمد بر سم زور ملہاں

۱۶۹۰

۱۶۹۵

۱۷۰۰

۱۷۰۵

امہد خویہی بر تقدیر بر بست
 توکل را پناہ کار خود کرد
 سوے ہندوستان کردہ رخ خویہی
 زمین در لرزہ شد چون مردم از باد
 نہ نیروے کہ گنجید در تصور
 ملایک ز آسمانش دیدن آمد
 درو نظارگی سیارہ و ماہ
 ز اقبال و ظفر بلہاد بستہ
 ملک فخر الدول گشتہ مقدم
 خلف در پیش ہم چون موج دریا
 چو ماہی بر سر دریا روانہ
 علا پور از مہابت شد بلا پور
 دواں مریخ پور از چرخ پلجم
 بحوض بہت آمد آب شمشیر
 محیط حوض شد جیہوں آفت
 کہ پیش آمد بہ ہہجہا غازی رزم
 خلل دیدند در ہندیہ ہستی
 چگونہ : باصف دہلی کُند شور
 نکرد از پری اشکو ہراسے
 چو گرگے در شکار کو سفندہاں

نہ مردم بلکہ ازبڑھا است این مرد
اگر خنجر دہد ز انگشت شیران
و گو باشد ز ناخن خنجر شیر
بباید چہم زن زان شیر نکتچہر
ہم او تن ہا نن خود مردہ کاریست
باندک قلب ... * آنکہ چنہیں تیز
بہ ہشیارپیش باید پیش رفتن
کسے گفتند دل شیران ز گردہی
بہر جنگ منل کو رخصی بر کرد
بلے ہنجا رہاے کار دارد
چنہیں شطرنج بازے کوسٹ درنہیں
بچندین رزم صف ہا کو دریداست
دلیر و گرہز + و فیروز مند است
تھا در زیر آن دارد شمارے
نگر تا چہست گردوں را مکافات
چو گفتند این سختی را مود + دانا
دریں اثنا یکے زیشان بر آشفت
گر او مرد است نے ما زن شماریم
اگر خاک افکینم آن سویکی مشت
ہمی باید گھوڑن خنجر کار

۱۷۱۰

۱۷۱۵

۱۷۲۰

۱۷۲۵

بہر انگشت خنجر ہا است این مرد
بود شمشیر ہر موئے دلہران
نہ زان ناخن کم آمد ز خم شمشیر
کہ او چشمے نزد از فارک تہر
ہمیش بر لشکر خویش استوارہست
ہون از قلبہ او جاے پردہیز
نہ غافل وار یا فردیش رفتن
نہاید سہلی گہوی در نہردش
بنوچہ دہ تون زیر و زبہ کرد
ہر آرد کار چون ہنجا دارد
کند سر زیر شاہان را چو فرہیں
برویش زخم چشمے کم رسد است
بلندہی راے و بختش ہم بلند است
کہ او را داشتہ است از بہر کارے
کہ او را دادہ امانیت ز آفات
ہراسان گشت دلہاے توانا
کہ چندین وصف دشمن چوں توان گفت
کہ با چندین سپہ قابض ہماریم
زمین سانی آسمان سازیم بر پشت
کہ از خفتن نگردد بخت بہدار

بیک پے حملہ رانہم بروے
 کلمہش خاک اگر دریاست فوجش
 چہ باشد در * دل دریا کف خاک
 اسہاراں چار و ناچار اندراں عزم
 ۱۷۳۰ بدان آہنگ کز در آب انبوه
 ہماں مرتد کہ کیش کافری داشت
 ازین سہم ارچہ بودش جاں بریدہ
 بھیلہ خویش را پر زور می ساخت
 ۱۷۳۵ دو چشمش کور بد در لشکر خویش
 بلے شہصے کہ در دل سست زوراست
 سوارے کز غریہ باشد شہارش
 در آہن دل کند دل جوشن خویش
 سر خون پر دلے بد تہف بازہ
 ۱۷۴۰ دلے کو آہلیں نہود کہ جنگ
 چو تہف پر دلاں صیقل پزیرہ
 چو تیر از زور دل گردد عطا گہر
 دراں حال آں بزرگی را خبرہا
 دو سہ روزے سردان کار فرماے
 چو گشت آراستہ لشکر بہ ہنجار
 ۱۷۴۵ مزیمت گشت محکم در نہمت ہا

کہ قبلش پے سپر گردہ بیک پے
 بیاشامیم اگر طوفانست موجش
 کہ باشد پیش صومر مشہ خاشاک
 کمر بستند بہر کوشش و رزم
 شکست آرند بر کوہاں کہ کوہ
 بکیش ہلہ واں سہم سری داشت
 دلش بد چون بطے پھکاں بریدہ
 بلا می دہد و خود را کور می ساخت
 و لیکن احوال اندر لشکر پھش
 سوے خصم احوال و درخویش کوراست
 نماید یک صف دشمن ہزارہں
 ہزاراں تن شمارد یکا تن خویش
 کہ او از آہں دل تہف سازد
 نکیرد زنگ ہم بر تہفش از نلگ
 بکیرد زنگ * اگر زنگش بکیرد
 خطا گہرش اگر نہود خطا گہر
 بغتراک اجل بستند سر ہا
 بدند از بہر ہیجا لشکر آراے
 بہ ہنجارے کہ ہست آرایش کار
 کہ خون ریوند فردا پے لیت ہا

شب ہندو نسب چون لشکر آراست
 بہم مہتاب و ظلمت شد شب آراے
 سلیم آراے شد خلقے ز ہر باب
 کہ و مہ در خیال ہامدادان
 کرا در خاک سازند آشپافہ
 کرا امروز سر مہماں است پردوش
 کرا امروز دست و پای ہر جاے
 کد امیں ہم نشین با ساسی این دم
 دریں سودا مشوش ہوں ہر کس
 مسافت در میان ہر دو لشکر
 و لہکن رہ بھاباں ہوں و بے آب
 شہا شب راہ مقصد ہر گرفتند
 چو صبح تیغ زن خنجر بر آورد
 شب از خورشید روشن یافت بازی
 سواہے تشنہ و بے آب و پر گرد
 رسد اندر مقام حرب گہ قیز
 دران گشتند ہر سو کار داران
 نفیر چاوشاں ہر شد بمقوق
 صف پھلاں چو صف ابر آزار
 نہ حوذ ہو پھل چوں کوہے باشکوہ

۱۷۵۰

۱۷۵۵

۱۷۶۰

۱۷۶۵

نفیر پابانان ہو بسو خاست
 چو خیال ہندو و موسن بھک داے
 گریزاں شد ز دیدہ پھش ازان خواب
 کہ ماگودیم یا بد خواہ شاناں
 کہ باز آہ سلامت سوے خانہ
 کہ فردا خواست کود از تن فراموش
 کہ فردا ہر یک افتد در دگر جاے
 کہ فردا خواست گھمت از جمع ما کم
 کہ شہ جنبش پدید از پیش و از پس
 قیاس دہ کروہے ہوں کم تر
 ہسان روے ہودایاں سہہ قاب
 سوے مقصود کار از سر گرفتند
 جہاں خفتان زریں در ہر آورد
 چو قلب کانر از شمشیر غازی
 دران گرد از خورے خویش آہنور کرد
 ز آب تھڑ شمشیر آنہی انگھڑ
 کہ آرایند صف ہاے سواران
 ہم ہا را بہ گودوں رفتی منجوق *
 ہر ابدے ، برق حملہ ، پاک رفتار
 ہر بر گستاواں چوں ابرو ہر کوہ

به پشت پیل توکان تیز در ششت
 پس پیلان سواران صف کشیده
 نزدیک صف بلکه صدس گران سنگ
 میان قلب مرتد چتر بوسر ۱۷۷۰
 هم، خان و ملوک اندر چپ و راست
 سلیم و ساز هر یک خمروانه
 ز بانگ کوس گردون ره نهاده
 گوفعه فیروزه بر کف پهلوانان
 جوانان کرده ترکش ها پر از تیر ۱۷۷۵
 ز هر سو قلقل تکبیر می خاست
 جدا صف های هند و ز اهل ایمان
 فرس هندی و رات نهی هندی
 همه "بوسه" کبران بر زبان ها
 بدوح آن سگان نعوه زنان تند ۱۷۸۰
 بدانوت نهی در نغمه + سرانی
 براو هر یک به بر پشت تیزی
 سرو سلمات برو هائے چو انگشت +
 بزیبائی جمال چو شب سلخ
 ز نقی بر همه ابریشمین پوش ۱۷۸۵

چو کوه کو به پشت کوه بنفشست
 بجوش از پشت ماهی تپ کشیده
 که صحرای جهان پیشان شده تلک
 ته چتر * سما روغ خردۀ تر
 بستختی در نشسته از پے خاست
 ز آهن گشته دیبای روانه
 دله زان زبانه و فتنه زاده
 دعا بر مال و جان رفته خوانان
 برایشان در سرخ این عالم پور
 چنانکه انگان ز چرخ پور می خاست
 چو گرد بختل ز آثار کیمیا
 برهنه پیش در همدی پسنده
 همه دیباجه بیت بودهای ها
 چو طفل کند را با حفص کلقند
 سرود از مردی و جنگ آزمائی
 چو دود آتش اندر گرم خهزی
 چو خطه زشت بر دیگر خط زشت
 که دین چو عهش فکندان تلخ
 حریر و بهرهای افکنده برکوش

* سمارخ = کلاه باران - خوده = کهناس - † ن : نغمه

+ انگشت = جلی هرنی لکزی -

مہر و شک در گلشن فکندہ
 عزایم از پئے ایشان دعا گوے
 رہد جاں سپاری دادہ تقبول
 بلے دندان سہہ گردد کہ مرگ
 کہ دندان لعل گرداند ز خون شاں
 ہمی چندی چوں طوفان آتش
 ز دیگر سو برآے قلبہ جنگ
 چو دریائے کہ بیرون بکند موج
 گریز و عجز دشمن در گہاں دید
 کہ مازنا جمع دشمن شد پریشاں
 سبک شد بہر جولان ہر گوانے
 کہ در راہ درست آب شغب ناک
 پنا کہ گرد یک فوج نمودار
 چو باران تند چوں تند خروشاں
 بر سم پیل مال آہنگ پر داشت
 چرا ہرکس نگہد غارت خویش
 کہ زلزل بل در عالم افتاد
 کہ پید ا شد جریدہ بر جریدہ
 کہ بودش ہم عنان ہم فتح و ہم نصر
 چو شہبازے سوے مرقاں بہ پرواز

بخطر آلودہ ہیکلہاے گندہ
 فرشتہ بر سر ہر یک بلا جوے
 بدان گہران مرتد 'مرتد' گول
 بجان ہادان سیہ دندان از برگ
 اجل دندان سپید اندر درون شاں
 جہان لشکر آتش وار سرکش
 درآمد صف دہلی یک طوف تلک
 صف غازی ملک شد فوج بر فوج
 صف دہلی چو آن صف را نہاں دید
 قوی شد زین گہاں دلہاے ایشان
 بجولان شد سوار از ہر کوانے
 چنان راندند تند و تند و بے باک
 چو ز انجا پیشتر راندند اسوار
 چو لشکر دیدہ شد گشتند چروشاں
 سپہ یکسر سلاح جنگ برداشت
 بدان قوت کہ اندک لشکر پیش
 بہک پے حملہ کردند چوں یاک
 ہنوز این صف بدان صف نارسیدہ
 ملک غازی ستارہ حیدر عصر
 بہ پھنس آہنگ فرزند سرافراز

۱۷۹۰

۱۷۹۵

۱۸۰۰

۱۸۰۵

ملک بہرام ابدہ در صف خوبی
 بہاء الدین مالک دین را اسد ہم
 علی حیدر شہاب الدین ہریک
 دگر کردن کشان و نام داران
 بہر جا فوجہای سخت بستہ
 ستادہ جوق جوق اندر چپ و راست
 چو قلب دہلی از پھش اندر آمد
 ز ہر سو قلب غازی فوج در فوج
 بہاریدن در آمد تیر دلدور
 بر آمد بر اثر یا کرد تاریک
 بہر سو چلند مریخ کماں گھر
 قرانی گل دو اختر می نمودند
 صہیر تیو گشتہ ارغنون ساز
 چو نھر پر دلاں زن نعمت نے
 کہاں کو خم زن اندر کھلے جوئی
 نمود اندر نظر ہا در چلمان داغ
 پر کرگس کہ می زد نالہ زار
 ز بالا کرگس از بہر خور خوبش
 ز چشم و دل کہ خورد آن مرغ عاقل
 بتن کرد از درون نازک دو سوراخ

۱۸۱۰

۱۸۱۵

۱۸۲۰

۱۸۲۵

گہے ز آتش جہاں سوز از قف خوبی
 بسے شہران لشکر نامزد ہم
 یگانہ در دو روی تیغ ہریک
 بجای تشدہ بجای تیر باران
 بعزم جان سپاری رخت بستہ
 کہ کے زان سو ملک غازی کفد خاست
 خروش جلمبش از لشکر ہو آمد
 محط این سپہ شد موج در موج
 ز پر تیر پراں تھرا شد روز
 فلک شد بر سپا از دیک باریک
 ہلالے را قراں می داد با تیر
 ز دل خون و ز قن سو می دیو دند
 ز تپا می سجد جا نہا با واز
 جگر ہای کہا بھش دادہ ہم سے
 باستہزا تواضع کرد گوئی
 ہوا از پر کرگس چوں پر زاغ
 صلا می داد کرگس را بہ مردار
 ہمی آمد بمہمان بر خوبش
 دلش پر چشم گشت و چشم پر دل
 ازین سودر شد آن سو جست گستاخ

بدان خون کامد از پیکان نازک
 بہ پشت مرد روے کینہ ہر سوے
 گمان رفت از درفش تیغ در مشیت
 ز شمشیرے کہ ہر یک سیر می زد
 نظر از رخس خنجر خیرہ می شد
 سدان جاسوسئی ہر دیدہ می کرد
 برہلہ در جگر می رفت ہر نے
 بہ نیزہ مرد زان سان سینہ می خدمت
 مہارز گاو بہر تن نیزہ می داشت
 بسا پہلو کہ برکش بود در میغ
 ولے یا کبر و ہلدو بود کینہ
 امیر صید قتلہ پہلو جنگ
 ہر او زن شد سوارے زخم کاری
 دران دم گفت من میو گرانم
 ہر دم پیش رزم آراے کشور
 ہلوز این گفت و گویش پر زبان بود
 ہریندش سر و بردند در حال
 ملک زان جا کہ می داند حد مرد
 فرض اعظم ملک غازی چو در جنگ
 گرہ بستہ براے فتح ہر تاخت

۱۸۳۰

۱۸۳۵

۱۸۴۰

۱۸۴۵

تواند آشنا کردن چکا و ک
 کمان را پشت بود و تیغ را روے
 کہ مہر اپدہ می یا مہر اب زرتشت
 شعاع تیغ ہم شمشیر می زد
 جہاں در چشم مردم تیرہ می شد
 ہمد زخم زبان پوشیدہ می کرد
 بخون پوشیدہ بیرون می زد از روے
 کہ بید سرخش از نے نیزہ می جست
 میان استخوان نے نیزہ می کاشت
 کہ مومن سوے مومن چوں کشد تیغ
 کہ خون می بیخخش غر بیل سینہ
 بہلہ کرد سوے لشکر آہنگ
 شکار شیر شد شیر شکاری
 ملک غازی شناسد گز سوانم
 مگر جاں بخشم کا یمن شود - ر
 کہ فوجے زن یرو گز ہر کراں بود
 بدرگاہ سپہ دار عدو مال
 بیرون از حد تیغ حال او خورد
 محفل دید از برے سیر آہنگ
 بیک چہلہ صف دشمن ہر انداخت

شکست اذکر جهان لشکر افگند
شد از مومن بکردوس بانگ تکبیر
یکے † گویاں ہو در بانگ ہو ہو
سید دو مرتد از ‡ ار عسی بہنگام
دراں صف سیاہ و زرد ہو سوے
چنان سودا و صفرا در دل مرد
چو مرتد دید از ان سامں در تباہی
عنان زرد روئی تافت در حال
گہ رفتن سے خانہں ہم عنان بود
یکے یوسف کہ سی زن لاف کرگی
نمائد آن صوفی آزاد ہم سواری
دگر عارض کہ بد شکل گوارش §
نو قاف از نام او با بہر گشتہ
دگر آن یک لکھی مردود گہاں
بدون شد لشکرے ہمنچو کہ قاف
سہد پیش و ملک غازی است برپس
دوان می رفت از ان فوج خطر ناک
ملک فخر الدول با فوج خود پیش
چوشسختس در کشاکش بیلکے شد

۱۸۵۰

۱۸۵۵

۱۸۶۰

کہ در پیشش مہ و اختر سوافگند
ز گہوان بانگ "ناراین" ہوا گیر
نو گو را ہوئے بر ہوے از یکے گو
زردی زد دلے زردی سیہ قام
سیاہاں زرد در زرداں سیہ روے
چرا رویش سید نبود رخس زرد
بروے خویش زردی و سیاہی
دگر چندے سیہ رویش بد نبال
کہ ہر سہ از سیہ روئی دکان ہون
ز دم ہائے درخش بد بزرگی
کہ کم کردش چغید بخت یاری
لقب شد شایستہ خاں قرقمارش
کہ آن سر حرمت قبر و قہر گشتہ
کہ او گشت از قصاے بد قدر خاں
کہ ہر یازش ز سیہ رفتے زدے لاف
ز آتش شعلہ و ذر منے خس
صفے چون پیش صرصر خار و خاشاک
نہلگ و ازندا افگندہ در کیش
یکے زو شست و شست ازوے یکے شد

* ن : مہر - † (کذا) مشکوک غالباً یکے گویاں سے موحد مراد ہیں -

‡ (کذا) ک : از رویش ؟ - § ق ر : گنوار (ہندی لفظ) -

۱۸۶۵

بحمدہ ہر طرف کالہک می کرد

بہر تہرے کہ جست از شست منصور

ظفر ہم گفت چون دہد آن دہادہ

گریزوں قوم کفر و جمع کفران

دلہائے کہ چون آہو دریدند

نہنگ آہنگ و از درہش سواران

بسا در دل نہلگ از تیغ کینہ

شدہ پھل از خدنگ غرقہ سوفار

ز پھل آویختہ ہر پھلبانے

ز دیگر پھل بانان چہد و تعجیل

نمی زد پھل را چنداں کسے تیر

کہ گر دست آزمودے کس برانہا

ز پھلاں گشتہ شد یک پھل جنگی

چو سرتد خانہاناں روے بر قاف

ملک فخر الدول بود اندران پے

و لیکن چتر و پھل افتاد بیشش

دہ و در پھل و چتر لعل آن ہنس

گرفت و سوے فرہاں دہ رواں کرد

چو ہرد آن جملہ در پیش سپہ کش

بگیتی ہر دہش فتح گراں باد

۱۸۷۰

۱۸۷۵

۱۸۸۰

جہاں بر قلب ہ دشمن تنگ می کرد

ز چرخ آوازہ می خاست از دور

زہے دست و زہے تیر و زہے زہ

نہ اینجاش اسی و نہ انجاش غفران

بہر رخسہ چو موشاں می خزیبند

دواں بیدست و پا مانند ماراں

کہ سر در دید چوں باخہ بسیئہ

بسان خار پشت و پشتہ خار

تن آویزوں و بیرون رفتہ جانے

کہ در سوراخ سورے در خزن پھل

کہ گاو آید مگر بہر جہانگیر

فہمادے کوہ بر کوہ از کراںہا

کہ بد حملہ فراخس گاہ قزلبی

عناں ہا ہر کسے سوے دگر قاف

کہ بر گیرد ازاں فوجہ گراں پے

دویدن مصلحت کم بود پیشش

کہ مانند از فوق کیوں چہخ اطلس

زحل را زہن خجالت فانتوان کرد

سپہ کش گشت ازاں فتح گراں خوش

گراںی از دل او ہر کراں باد

حدیث بخشش جان و نوازش از ملک غازی
مسلمانان دہلی را بہ لطف بے حد و بے مر

۱۸۸۵

کہ اے رنگ تراز فیروزہ کوں سخت *
خبر گو بعد فیروزی چہ ساں ہوں
چو شد غازی ملک را سربلندی
کہ آید سوے دہلی از پئے رزم
کہ دیکو پے شون در تیغ بازی
کہ بشکستند پادشاں دہلی
شدند اندر و غا مہمان نقدیو
وقال السیف متعاض الذنوب
ہمی آورد ہر کس دست بستہ
فہ در تن زور وے دو سیزدہ تسکین
ز عذو و حشم او ہر + می رسدند
ہمی سوزند روی عجز بر خاک
نظر ہو لشکر دہلی فہاد *
کہے دشنام گفتند و کہے لعن
کساں در قتل ایشاں بے وبالند
نشاہد گفت بد گرچہ چہون اند
چرا کم ہوں در حق نمک جہد
نمک دردیگ رفت اینہا چہ خوردند

بپرسہدم من از فیروزی بخت
ملک غازی کہ فتحش ہم علان ہوں
جوابم دہان کار فیروز مندی
ز بعد شکر یزدان شد ہراں عزم
وے آن جانب شد اندر کار سازی
دگر جانب مسلمانان دہلی
چو آن بعضی کہ ہنگام زنا گیر
گندہ شاں شست تیغ کیں بخوبی
دگر بعضی ز ریح و قیر جستمہ
دگر بعضی ز مہبت شستہ مسکین
بدرگاہ ملک در می رسدند
بہ خجالت پیش می رفتند غم ناک
سواران ملک غازی ستادہ
ز باقیہا شاں چو نوک نیژہ در طعن
یکے گفت این ہمہ کفران سگالند
دگر می گفت کاخر اہل دین اند
دگر گفت اے نہک خواران بد عہد
دگر از طعن گفت ایماں چہ کردند

۱۸۹۰

۱۸۹۵

۱۹۰۰

دگر می گفت گاہ کار زارے
 دگر می گفت هست آن مذهب بخت
 دگر گفت از نباشد بے به پے جنگ
 همی گفت این چله از پیش و از پس
 ملک بر کرسی دولت نشسته
 همی آورد هر کس حاصل خویش
 اسیر و اسب و مال و رخت و کالا
 خزاین می دید اشتر بر اشتر
 گراں گنجی چو دریا بے کرانه
 صنی پیلان جفکی را گزیده
 گرفت احوام خدمت کوئی از در
 بے صدوق ها پر تنگ و زر
 دو مهل از عقد آن نقد طرب ناک
 قباء چرخ زر بفت و مرصع
 کله یکتا بے صدوق مسلول
 کمر های که گوهرهای از اسید
 طرایف کاید از فرمان گزاران
 همه چندین معاع بادشاهی
 خدا داد آن خداوند غذا را
 چندی باشد فتوح آسمانی
 کسی کش ز آسمان یک در کشاند

۱۹۰۵

۱۹۱۰

۱۹۱۵

۱۹۲۰

نیاید ز امل دهای هیچ گارے
 کسی با آن نکرد است کوشش سخت
 دلار کے شون سون کم آهانگ
 سخن زانسان کہ باشد رسم هرکس
 سراں در پیش دستی دست بسته
 بخاصان می سپردے واصل خویش
 زر و سیم و در و اولوے لالا
 قطار اندر قطار از گنجها پر
 که مالا مال شد دشت از خوانه
 ز ماران از در ایشان گزیده
 صفا و بو قییس و مروء و طور
 که بکشائی اگر صدوق را سر
 پر زریں دمک هر بیضه خاک
 ستام و زین زرین و ملمع
 بپوشش صحت ده ماهه معلول
 بنور چشم خود پرورد خورشید
 ز بهر تاج و تخت تاجداران
 که بود آثارے از فضل الهی
 که در خور بد قزاقاش این جزا را
 کمت از جامے رسد کل را ندانی
 ز هر سو صد در دیگر کشاندند

شکستہ بسے حاضر گشت در پیش
 بر آفتن بزرگان کار دانی است
 چو خورشید قیامت قاب شمشیر
 بسان ابر رحمت سایہ گسترد
 ز بہر کشتکاف افسوس می خورد
 بغم خوردن نہی کردند تقصیر
 ہمی شد دم بدم مرہم رسالے
 بہ پرورش جان او را شاد می کرد
 بدان رسیدن از سر زندہ می گشت
 بدان حد کے رسد کسی پرورش آید
 کہ دم می داد و می شد زندہ هر کس
 دواہا بر تن افکار می داشت
 بہ پیش آہنگ لشکر داشت آہنگ
 کہ بے خون یافتندش روز میدان
 کش از ہستی کنند افروزان فرد
 بوند اسب و سلاحش را بتاراج
 کشندہ کشتنی گیرند بے فہل
 کہ سن مرد ویزگم نیستم خرد
 شہا را بار خون نمون بگردن
 رواں پیش ملک بوند در حال

سپاہ منہزم چون از کم و ہش
 ملک زان جا کہ رسم سہربانی است
 برآن قومے کہ بود افتادہ در زیر
 بغرق خاص و عام و مہر و خرد
 غم ہر خستہ * نا افسوس می خورد
 کسی کو داشت رسم نیریزہ و تیر
 ہمی ہر خستہ کش بود جانے
 ملک ہر بار از دے یاد می کرد
 اگر چش جان علماں تا بندہ می گشت
 + بیلے آن کش کرم پرورش نماید
 ملک گوئی کہ روح الہ بد و بس
 سراں را خون بسر تیمار می داشت
 ملک والا تمر کز اول جاگ
 بعملہ † زخم کاری خورد چنداں
 بدان بودند بدخشان فارود
 بحجت سرزندش ہم چو حجاج
 تمرشان گفت حاجت نہست تعجیل
 ولے باید مرا پیش ملک ہرد
 گر او خواہد از ان خویش کردن
 بدین گفتش سر اندازان اقبال

۱۹۲۵

۱۹۳۰

۱۹۳۵

۱۹۴۰

* کذا - تافہ درست نہیں - غالباً کتابت کی غلطی ہے - † کذا - ؟ ‡ ن : بلا جملہ -

<p>درویش زان جراحت ها شد افتار خریدش باز ازان جائے زبونی بسے نزل و نوازش پیشش آورد فرو پو شید دامن بر گفاهش دواها بهر راحت هاش می بست *</p>	<p>چو دیدش در چنان حالے سپهدار رهانیدش ز خنجر هائے خونی درون بارگاه خویشش آورد بهزوت کرد انسون تکیه گاهش بدست خود جراحت هاش می بست بتکیه پیش خویشش داشت معذور داش داد و بجاں بخشیدش جان داد بویسان دیگران را نیز بهسار چو هر مجروح را مرهم رسانید سپه را داد انعام و مواجب چو بیش از واجب آمد بدل کارش</p>
---	--

پس از فتح نخستین جنبش غازی ملک از ها
 ز بهر قلع گهران نے بفائے مسند و افسر

<p>شدش فتح دگر در چاره سازی ملهم همراهات اینک هان رواں شو که بستاند ز بدخواه افسر و تخت سرے فیروز مند و صاحب تخت رواں شد همچو مه منزل به منزل رقیبان سپهرش مسند آراے</p>	<p>چو شد یک فتح یار شاه غازی ظفر گنغش که اے شاهنشاه نو بدین مژده رواں شد صاحب تخت سپاه در مند و چیره و سخت میان کو کبه با قوت دل عملداران عیشش محترم راے</p>
---	---

مسیحیوں کو دعاے زندگانی
 فرستہ کو خلافت بیمنی آزاد
 قضا می بست بہر مایہ نو
 قدر می کرد در دہر مایع
 زمانہ زین طوب در ناز می شد
 بہ ہمت عقل کل می خواست آنجاے
 فلک می کردش از ہون الہی
 ثوابت ہم دران کوشش کہ گویند
 ہمی کرد اختر از عقد ثریا
 ز حل خود لاف مولائی ہمی زد
 ہماں بو جہس بر امید تشریف
 رہش مریخ نیو از خانہ می دید
 ہمی گفت آسماں را آفتابش
 بشادی زہرہ در ساز خوش آواز
 عطارد شغل انشا خواست می کرد
 مہرہ کالگشتہ یفش نیم کار است
 ہوس می پخت الکلیل فلک ہم
 ظلال چتر ہم در چرخ رو داشت
 ہمی دیدند تاج و تخت جمشید
 بدیں آثار اقبال دہاں گیر
 بہر سوے دہ و معمورہ معمور

۱۹۶۵

۱۹۷۰

۱۹۷۵

۱۹۸۰

خضر ہم رہنماے کام رانی
 خلافت را بذاتش مژدہ می داد
 سویر ملک را پیرایہ نو
 قباے چرخ را ز انجم مرصع
 در دولت ز ہر سو باز می شد
 کہ شاگردی کند در پیش آں راے
 مہار کیا د تخت باد شاہی
 ثبات دولتش را مژدہ جویدہ
 نثار تخت سلطانی مہیا
 دم از اقبال لائے ہمی زد
 بدانش خطبہ می کرد تصنیف
 بفتح او حمل را شانہ می دید
 کہ سکہ من شوم بہر خطابش
 ہمی کرد از برہم قول نو ساز
 بدان امید طغرا راست می کرد
 انحصار یار گشتن می نیا رسم
 کہ افسر من شوم بز فرق این جم
 کہ ظل نور یزدان آرزو داشت
 جہاں شاہ نو در خواب امید
 ہمی آمد ز بخت راحت قد پیر
 زن و مرد ایمن و مستور و مستور

نه بیم اندر دله ز آسپب خنجر
 نه بیکاری کشید از ده سواره
 خسه را گر دیو از خرمنه مرد
 همه کالا بجهت می خریدند
 ز پالم تابه هانسی و مدینه
 بصحرا ها ستور و گو سفیدان
 ستور یک لک آن فله جویان
 ملک را کار داران که بودند
 ملک گمتا که گردش هلدک است این
 علی حیدر هم از بهر خدا را
 بلامیزد زه عدل و زه داد
 و زان جانب چو مرده خاں خاں
 جهان قلب چون دریا و چون میغ
 همان صوفی که خود راصف شکن خوانده
 دگر خانان لشکر دار و سرکش
 ملک غازی که زد یک قطره آب
 چنان دربان رفت آن جیش منقوش
 فتاد آواره کز اندک سپاهی
 بهک جنبش که آن پرخاص گر کرد
 بگیتی گشت بلغا کی پدیدار
 زهر سو رهزن آمد در شر و شور

۱۹۸۵

۱۹۹۰

۱۹۹۵

۲۰۰۰

نه کس را غارت ز انبوه لشکر
 نه کس کا ه دیو از کشت زار
 شد از هیبت رخس چون کهریا زرد
 برین سان ده به نهزی می بردند
 چو آهوه حرم میش و نریزه
 ز فصب آزاد و غاصب بسته دندان
 پر از غله همی رفتند پویان
 بدش لک تنگه حاصل را نمودند
 نگیریم چون حرام و دارشک است این
 بسوے حق نهود این ماجرا را
 که یارب شاه عادل جاردان باد
 علما بر تانت از مطاق عثمان
 فرو شد در میان قطره قیغ
 صف غازی ملک را دهم و در ماند
 که بد صف هاله شان چون کوه آتش
 بمرد آن کوه آتش را نف و تاب
 که از باد قیامت عین منقوش
 بزد غازی ملک بر قلب شاهی
 سزان ملک را زیر و زبر کرد
 که مردم در زمین در رفت چون مار
 بهر راه روزده شد کرو کور

بلا دیوانہ بیم آشتیہ بر خاست
 بماند از راه رفتن کارباں ها
 بہر یک خانہ ہوے دیگر افتاد
 ز ہر خانہ سوارے نام زد بود
 چو دریا شہر دہلی گشت پرشور
 نہامد بعضے اندر شہر خوہ باز
 دل خلقے فکند اندر شکستین
 مسلمان را نہرہ آزار چلداں
 ہون در خانہ دلہا را گزندے
 بہر کو صد در افتد در تحیر
 ز دوری دمہدم فریاد می کرد
 یکے بہر برادر دست مالان
 دل مادر ز سوداے پسر چاک
 ز خجلت بازوے پیکار بیکار
 چو آئے نآید و واپس نہ بیلد
 چو تیر تیز رو در تیز خیزی
 بشرم از پھت، پیکان می کشیدند
 بسوے میز بد کیشان غرض گیر
 کہ باز آمد عرض را کردہ بے ہور
 کشید آہ ز دل چوں دور باشے

بہ ہر جا نعلہاے خفہ بر خاست
 دہ افتادن گرفت از ہر کران ہا
 درون شہر ہم ہوے در افتاد
 بدہلی لشکرے کا فزوں ز حد بود
 چو بشکست این سہا از ہر پر زور
 چو زان چابک سواران سر انداز
 ہماں آوازے لشکر شکستین
 اگرچہ از تہغ و تیر زور ملداں
 ولے چوں دور ماند ارچہ لدے
 خصوصاً بمکمل چوں لشکرے پر
 مزید خویش ہر کس یاد می کرد
 یکے در فرقت فرزند فالان
 پدر بہر جبکہ گوشہ بیتاباں
 بشہر آمد پدرشاں خان و سالار
 چو بادے کو وزد روز خس نہ بیند
 سدان تیز رو بز پشت تیزی
 بہ تیزی ہم چو پیکان می دھند
 دھند الغرض چوں بر عرض تیر
 حسی + چوں دیکہ چنداں تہرے زور
 ازاں سہم آمدش در دل خراشے

۲۰۲۵

دانش بشکست و جاننش نیز بشکست

قرار اندر دل بے تاب می جست

چو پستہ در لب خشکش زبان خشک

ازان حیرت کہ جاننش داشت تاپے

زبان می خواست تو کردن بگفتار

پس از دیوے کہ خود را یافت باخویش

بہیرت گفت چندین لشکرے پر

بہری بر زمین و ز آسمان کم

ماوک کشور و پهل صف آراے

کرا در دل فعد زین سان زنا گیر

خدنگ انداز چندین بازها زہ

چہ شدکایں تهر مادر خوردہ نیست

نجم از سیہ ، گر هست بد روز

بدے گر خاتم ملکم سزاوار

مرا چون نیست این فیروز در مشیت

چو خاتم را زین آن مرد غازی

من از خاتم شوم زین سان کہ حالست

گرم روزی بدے فیروزئی بغت

چو فیروزی بران سو رایست آراست

علم هائے † سہا و لعل این شهر

۲۰۳۰

۲۰۳۵

۲۰۴۰

توان در استخوانش نیز بشکست

ز سوز* سیلہ دم دم آب می جست

دعانش خشک لب خشک و زبان خشک

نہی آمد بہ بادامش ہم آے

نبود آب دهانش با زبان یار

سوان ملہزم را خواند در پیش

کہ صورت کرد نتوان در تصور

کہ شد زیرش زمین چون آسمان خم

مہان رزم ساز از تیغ و از راے

کہ چندین مید میدند از یکے سیر

دیک تیر اوفتہ اندر دھا دہ

صف دہلی است آخر خوردہ نیست

ز خود رنجم کہ بختم نیست فیروز

شدے در جنگہا فیروزیم یا و

چہ سودست از کرم چون ختم انگشت†

بہ نیرو می ستازد ، پے نبازی

رسم در خنصر آن جم متعل است

شدے پامہ ہرین فیروز گون تخت

کہودی بالفورورت خهل ماراست

ز خذگ ہد دلم شد فیلمگون بہر

* ن : تف - † ک : چہ سوداست اگر کنم خاتم در انگشت ؟ - ‡ ن : عمل ہائے -

۲۰۴۵

چنبن مصرے کہ کردن شایدش مهل
چون این رنگ آمد از چرخ کبودم
همه ز نگار تیغ از چرخ شد دور
نه این خجالت مرا از تیغ خویش است
نه خجالت که در عهدم بلامدود
مگر رستم ز دل ناگه بر آمد
مگر کیتخسرو آمد بیرون از غار
مگر پولاد وند معجز است این
مگر شد حیدر کور زنده

۲۰۵۰

۲۰۵۵

مگر بو مسلم موک از زهن خاست
اگرچه او هست سارا دشمنی سخت
بود گر جان من ایمن ز تاراج
ز تخت و تاج به پیوند گردیم
ولے رسم است گان کو اندر آراست
چو سایه کد بر سو چتر چون میغ
چو شیر از دم علم بر سو بر افراخت
ز شاهان خستد ایمن هر کس و بس
گذاش چون نیست از دشمن رهائی
همون را باید این کار گواں کرد
ازین گفتار خسرو خان بپا سخ

۲۰۶۰

ر فرعونے چو من زد جامه نیل
ز رنگ خود چه رنگ آرد وجودم
ستد ز نگار چرخ از تیغ من نور
که از تهر سپهر سست کیش است
سوار لشکرے زن شد یکم مرد
مگر بهژن ز قعر چه بر آمد
مگر ضحاک جست از حلقه مار
مگر روئین تن و روئین دژ است این
که از وے شد وفا را کار زنده
ملک خاقان ملک زاد از کهن خواست
هم انصافش دهم زان زور و زان بخت
خودش بد هم هم اورنگ هم تاج
بکنجه از جهان خرسند گردیم
ز بهر خلیجش باید سر آراست
سر ایمن کے بود از سایه تیغ
سر خود بایدش دریای دم ساخت *
ولے شاهان نه خستند ایمن از کس
بباید کرد کار پادشاهی
که مارا زین بلاها بر گواں کرد
چو شد غازی ملک را فال فرخ

۲۰۶۵

فلک گفت از پئے عالم فوازی
ز چرخ انجم سهر آزای او باد

که شد غازی ملک سلطان غازی
سهر چرخ زیر پای او باد

سخن در رای بد رایان و یاران * بد خسرو
که آن گه راه را بردند + سوه گمراهی رهبر

۲۰۷۰

بجای رای دانا را بود نور
چو رای از تیغ بازو نهاد
هزیمت گشتگان را رای و تدبیر
گرفتند که فهد دل بجایش
بپای لنگ مرکب کردن چوب
نپايد هیچ هیاد هدر دام
فرض القصد خسرو خان بد روز
بسے نالاش ز بخت خورشمن کرد
پس انگه پیش خواند اهل خرد را
طریق مصلحت را ساز پرسید
سران ملک ههبت خورده رزم
یکے گفتا که حد بستن صواب است
همی گفت آن دگر کس فیض گارے
فرستیم آن طرف داننده چند
که در آرائش هنجار کوشند

۲۰۷۵

۲۰۸۰

که نبود سایه شمشهر از دور
گرانی در ترازو نهاد
بود بعد از خلل برگردن تهر
چگونه دل بجای آید ز رایش
پس آوردن سوه زور آوران کوب
نهنگ پخته را از رشته خام
ز بون شد چون ز کشور گیر فیروز
دسے پاهد ماں ترک سخن کرد
ز خاطر ریخت یوروں نهک و بد را
صواب از رای هر یک باز پرسید
شد فذش رهنمون در صلح و در حزم
که دل محکم به از تیغی در آب است
همایند کرد با اندیشه بارے +
نهودار غرض را نغمه پودند
دو سوه اندر صلاح کار کوشند

گر آن سرکش در آرد سر درین کار
 ز هانسی هرچه زان سو عرصه داریم
 شویم آسوده دل زهن کارسازی
 شویم ایمن بدین تدبیر و تمهیز
 دیگر گفت از سر رمزائی خویش
 چو سارا عجز حال ما ز بون کوه
 چو کار افتاد و کار افتاده گشتیم
 چه جوئیم از کس در کار هادی
 کس کو زد باندک لشکر خویش
 جهان لشکرش چون گشت همدست
 نشاند اقبال و بخت با فراقش
 نیاید تا سرش در سایه چتر
 بتغدی می رسد آنکه شتابان
 بافسونی که خواند مرد دم ساز
 بود هیلت ز بونان را ز بون گهر
 بگشت سوز چو بد خو شوک پیل
 چو باد تند رو در جنبه از دور
 چو باران از هوا ناوک روان کرد
 حریفی گر بود با چیرگی جنت
 بشطرنج از یک بازی فره کرد

۲۰۸۵

۲۰۹۰

۲۰۹۵

۲۱۰۰

که از راه رضا با ما شود یار
 همه در عهد گارش سپا رزم
 هم از شهشیر کافو هم ز غازی
 از آن کافر کش و زان کفران نهز
 که چند اقرار بر رسوائی خویش
 سلیم * مرده را نتوان فسوس کردن
 بسیل تند بار افتاده گشتیم
 که بر ما می زند شمشیر گاری
 جهان را بوزر یعسر خویش
 بهنجار و فسوس زو چون توان رست
 خیال بادشاهی در دماغش
 کجا سر قاید از سرمایه چتر
 چو سیل تند کوه اندر بیابان
 چلین تند از دهانه که رون باز
 ز برک گل نسا زند اسیر قیر
 بهلمش کشت بان را چیسست تاویل
 چراغ از زیر مقنعه یک دهک نور
 بدرع گافدین چو رو توان کرد
 بوزر چیرگی با یک سخن گفت
 فرو تو گردد از ترسان شود مرد

چو کار افتد که باید نقد جان باخت
همان پر دل که زین سر می رسد تو ز
نه بر جان لرزه کرد و نه بر اسباب
نه تلها کرد چون شهران همان چست
چو او بوداشت قهقش لا اُباله
کنون ما را هم از دروازه غیب
پس انهم را صبا کردن بدان سوز
چو تو بر مسند شاهان نشستی
علم بهروز کس و زایوان بهروز آه
کُره بکشا کُرت در سینه عقدیست
چنان زن بر سوه موج ز پرتاب
ز زه را کافتاب عالم افروز
شهان را گر چه گلچ افروز باشد
کاه کار چون نایب بکاره
بده گلچه که به + انفتخت تست
چو شد بازو لشکر آهن از زر
کُرت قنم الهی یار باشد
وگر بر عکس گشت آئینه کار
نو برده داده باشی هر چه زان کام
یکه بود این و دیگر آن که باره

۲۱۰۵

۲۱۱۰

۲۱۱۵

۲۱۲۰

مقام و ار با ید خان و ماں باخت
نخست از هستی خود شد سبک خیز
در اندر گل فگند و دیوه * بر آب
ز تن شهشور و تیرش لا جرم دست
خدا از غیب فتعش داد هاله
بباید خراست نقد فتح در جیب
شدن صد رویه همچون گل بیک روی
کمر هم بر مهران شاهانه بستی
ز دست خوابگاه در دشت خون آه
فروریز آنچه در گنجینه نقدیست
که مستغرق شود بل غرق سیراب
بچشم مهر پرورد از سر سوز
و لیکن از پئے این روز باشد
چرا سنگی نگه دارند باره
دگر گال جست و اکنون بختیست
بر آورد آهن از بازو لشکر
فتوحات زین نمط بسهار باشد
بدیگر آئینه رفت این نمودار
چو آئینه بماند روشنت نام
بماند + خصم را آئینه داره

که هست آنهن ز رکاز پیش و از پس
کسی کاغذ در سینه دارد
همه آئینه کش گیرند در مشیت
ز ار آئینه را به نموده
هم اندر آئینه ز انصاف بلکه
هر آن آیه خواهی دست از دست
چو آبست آن که سوت بر کف آید
حسن را گام این گفتار در گوش
رخ از دارو تلخ از چه ترش کرد
بناموے که ناندش کسان دل
علم فرمود بو انجام کشیدن
درون سوش از چه پالان بر شتر بود
بسان حقه سیماب در طرز
چو کفش نهر بود از بخت سنگین
چو ماهی بوه نفس از بهر گارش
خو او در دلهی و جان در دوا در
گیرهی بهن چه سان باشد ز دشمن
چنه تر سے کسی را که بود ک
برون آمد برسم تا جداران
صف آرایان بگردش صف شکن هم

۲۱۲۵

۲۱۳۰

۲۱۳۵

۲۱۴۰

روک چون آئینه بو دست هر کس
سوی ز پشت چون آئینه دارد
بسوی در ازین روی کلد پشت
نه سوی پشت سوی روی بود
صفا سوی دگر ز سوی دیگر
بزدی دست شو تا رکف تست
که بنهاید و لے بو کف نهاید
شده خون در دل افکار در جوی
و لے چون دید سود خون فرو خورد
شده در مصلحت یاری رسان دل
مراتب ز اختر پنجم کشیدن
نمودار دل از بیرونش پر بود
برون سخت و درون سولور بر لوز
درون صد سهم و بیرون چرم رنگین
درون جوشن درون سو خار خارش
تلخ در شهر و جان در دهاو ماندو
که صد فرسنگ جان بگریزد از تن
که او از جان رسد جان وے از وے
جهانے پر شد از چابک سواران
فراوان پیل جنگی پهل تن هم

صد البرز گراں بل پاتصد البرز
 همه چون کوه لیکن کوه به سنگ
 موان زانچ چهران چون یکم دوم
 چو عفریتان هائل کرد الماس
 بسان سایه گشته یار هند و
 که حیوات مسلمان با گناهان
 که زان شد کبر و موسن در تصویر
 نهاندش بر چنبدن مسانت
 سرا پرده بر آمد هر طرف تیر
 رسد با سهل و اندک فوج از راه
 با نبره فرود آمد چنان تلک
 صبارا جائے جلوس بود دشوار
 بلورے مار پیچے بد خویده
 که باد از وے سر آید در تگ خروش
 سپه را در درونش دل کشیده
 ز هر پادے هوی پوشود جوشن
 که پیش از جنگ جوشن داشت از بیم
 همه لشکریان حوض آب و خورد اذیت
 که انکه می رسد آن مرد کین توز

ز دیلان در خرامش چند در چند
 همه چون دیو لکن دیو با جنگ*
 برادر خانخانان مرتد شوم
 بگردش هندوان پر ز تلپیس
 مسلمانان که خدستگار هندو
 چنان آمیخته با آن سیاهان
 ز هندو و مسلمان لشکرے پر
 خرامش گر شد از دارالخلافه
 بر آمد پیش حوض خاص دهلوز
 ز تشویش ملک غازی که ناگاه
 سپاهی کو نمنجد بست فرساک
 که اندر خیمهای قلعه کردار
 صفے + کز ازدهای شد گزیده
 لوی + کردند نا هموار در پیش
 پس پشتش اللمک § گل کشیده
 درون سوه انگش حوض روشن
 سپه گوئے گونت از حوض تعلم
 اگرچه حوض دورے مختصر داشت
 بگرسی می رسد آوازه هر روز

۲۱۴۵

۲۱۵۰

۲۱۵۵

۲۱۶۰

* : پانچ = کش - † (کذا) + مشکوک - لور = کرها یا بل -

§ اللمک (بتعتین) = دیوار مور چال -

از و یک ذات و از دیگر شہاں سی
جہاں بر ہندوان تاریک می شد
بود بر شب پرک تاریک و دیجور

گزشت از سرستی و آمد بہانسی
بدہای ہر چہ او نزدیک می شد
چو خورشیدے کہ بارد بر جہاں نور

خزینہ دان و ناراج بہت المال از خسرو
ہران گنجہ کہ جمع از باختو کردند و از خاور

۲۱۶۵

کہ نبود سیمہ لرزاں در فشاندند
کند نام بزرگی را فرو مال
نہ آن کس کو برد منت پوہرد
چو زر بر بست ہم بر وے بخشدند
ز بن ہر شاخ بیرون افگند یار
کہ ہم بدرہ شون نقصان وہم بدر
چو بیرون شد ز قصر از بخت قاصر
کہ در شہر خدا غوغا بر آمد
بسنگ انداز باد سی خورد
کہ سنگ انداز در شہر خدا داشت
سر با تاج ہم بے تاج گردن
مراد عالی را در کشادن
ز زر و نقرہ گوئی فزوں قر
چو بادے کو برد خاشاک یا خس

بقدرت بہ زر و گوہر فشاندن
ز ہم دشمنان بخشیدن مال
نہ آن کس کو فشاند نام گہرد
چو گل کا ز شاخ زر در غامچہ بلند
چو زائے کو خورد مہرہ بمقتار
چنین نا دادہ بہ گنج گراں قدر
غرض القصہ نا منصور و ناصر
جہاں را بین چہ سودا پر سر آمد
دل انگندہ کہ خونہا کوش می کرد
دلش بہن کوچہ بے دینی روا داشت
ز بیم آن کہ زر ناراج گردن
اشارات کرد گنجہ زر کشادن
برون زد کوہ ہاے نقرہ و زر
ز اندازہ فزوں می برد ہر کس

۲۱۷۰

۲۱۷۵

* کذا - نامفہوم - دوسرے مصرعے میں تیسرا لفظ آ کر گیا ہے مولوی رشید احمد مرحوم
نے "گوئی" قیاس کیا ہے -

۲۱۸۰

ازاں زر ہاے چوں انگشت سوزاں
 ز زر والا شدہ ہندوے ہر کس
 ز مال بے کراں گبران زر سنج
 شدہ از سکۂ زر بدرہ حامل
 ز چرم خام دینار دی و بلع
 بقدر واجب خود ہر سوارے
 بہ بعضے فوج می دانند گنجے
 کسے دہ قرص زر پختہ ناں برد
 کسے * را چلد زر کلبا بکف کرد
 کسے از مہر کھلہ وجہ نو یافت
 بآئینے کہ ناید در عبادت
 بخانان و ملوک و کار داراں
 متاعے کز خوانہ برد ہر یک
 رسید آن گنج ہاے پر بتا راج
 نہ شاہین ترازو سنجش باز
 بخواری روے شد نقرہ بہر روے
 ز بومی + بسکہ ہندو سہر خور شد
 مسلماں زر اگرچہ بے کراں برد
 اگرچہ برون زر بے کراں بود

۲۱۸۵

۲۱۹۰

۲۱۹۵

چراغ کام ہر کس شد فوزاں
 چو دلوے کو پر آرد سر ز آتش
 چو ماراں سہ غلطودہ بر گنج
 بیک بدرہ ہزاراں بدر کامل
 بدوں می رہفت صد گل مہ یک سلم
 بواصل داشت دہ بیوسے شمارے
 بہ بعضے کان زر بے ہہچ رنجے
 کسے از فقرۂ کان صحن و خواں برد
 کسے از تنگۂ بد مہ علف کرد
 کسے نو سکہ سہم زرد رو یافت
 ہمی شد مال بہت المال غارت
 ز دریا موج بد بے سہل باراں
 کرور تنگۂ زر بود نے لک
 کہ کر تودہ زندہ از بہر محتاج
 نہ بد بالا کند شاہنش پرواز
 رواں شد چوے زر در پوش زر چوے
 ہمہ تہال برنجش تہال زر شد
 کھیندہ ہندوے دو چند آن برد
 ولیکن بیم آہن ہم گراں بود

* مشکوک۔ بد مہ = بہرہ ؟ † توہنگ جہانگیری میں یہ لفظ سیوری درج ہے

اور یہی صحیح ہے۔

کہ ایک دھڑہ * زن شد صفدر دھر
 فہکن عوزہ دین الہدیہ
 مدینہ جہد کرار نو یافت
 ولی عہد نبی شد در ولایت
 بدہلی شد دھڑہ نفعہ صور
 و فرالہر من امہ و اخوان
 بچشم ہلک و ان شد قہرہ عالم
 شد آن سنگ از صفارخشنہ چون طور
 منارہ حلہ بست از ظل محدود
 سپاہ ہندوان زہر و زہر شد
 ز تیغ آلائش یک رزم زان شست
 ہمہ صحرائے لہراوت ز لشکر
 کجا بارہ ستان جہش دہلی
 ظفر با خوش دلی می کوفت پائے
 چو شہراں برتنش ہو سوے لشکر
 ربودہ خواب بیداران بیک بار
 ہر انگشتے بدستش از دہانے
 کہ گردہ فرقہ در گہر کنشے
 ہمہ تدبیر کار رزم می کرد
 نہی خفتند بیداران لشکر

ہمیشہ دم بدم آوازہ در شہر
 گزشت از ہانسی آمد در مدینہ
 ازان آہنگ دین مقدار نو یافت
 چو در رھتک سہ پاید کرد رایت
 چو در مندوتی آمد جہش مصلو
 چو زندہ فان فرامش کرد برخوان
 چو گرد آن سہ پر شد ہیالم
 چو نور افکند پر کواہ کسلو
 علم کر حوض سلطان عکس بھون
 چو میلے چند ازان نزدیک تر شد
 ازان جا سوے آب حوض رہ جست
 پر از دھلوز و خرکہ شد سراسر
 پس پشت آب جون و پیش دھلی
 ز رود جون ہمی آمد ندائے
 ملک فخرالدول بر روئے لشکر
 جولانے ہم چو بخت خویش بھدار
 بکاہ تیغ ہر زخمش بلاے
 پھوس * ہر دیکھیں چون بھل کشتی
 بھر سوئے بتندی عزم می کرد
 ازان سہے کہ زد در سینہ خنجر

۲۲۰۰

۲۲۰۵

۲۲۱۰

۲۲۱۵

وگر کس دہدے بہر خواب می بست
ز صفرا ساندہ خلقے بستہ دندان
فراہم گشتہ ہر جا خاصہ و عام
بہر چہ سے جزو این گفتار کم بود
ہمہ شب ہا کساں در بیم و تشویش
خصوص آن شب گذر ز خواست شدہ جنگ
کسے داند کہ این تنگی چہ سامان است
مبادا تنگی دل ہیچ کس را

۲۲۲۰

סצצצ

حدیث دریمین فتح ملک غازی و وا گفتن
و ترتیب سواد و جهش و برکوب و کرد و فر

کسے کش ہشگفتہ بخت روشن
بہر کارے کہ اقبالش کند ساز
شکالے در صف او شیر گرد
چلماں باید بسد عصمت آرام
دعائے بد کند گر سوئے او راہ
بہر چارہ کہ گردن حیلیم اندوز
کشاید گر بر آہو فاک چیر
بحالم گیدی اندر یم و اسید
بر او دشمن چونیر انداز کرد
سوارى را کند گر بر فرس جہد
اگر لشکر کم است و گر فزون است

۲۲۳۰

סצצצ

سپاہ و لشکر آنجا کیست بارے
 کڈوں دیکھیم زایزن بر شہ مصر
 کہ چون اندہت در آمد شاہ غازی
 کہ فردا رایت افزاد بہ پیکار
 نہائی رفت عین الہلک بیرون
 عزیمت شد بشہر خود اُجیلہ
 سوان و سرکشانش نیز بر پای
 زمانہ غفلت خو نیز برداشت
 زحل آبی و مزہج آتشیں داشت
 ازاں ہر روز ترقیب آہنیں تر
 بر آمد چرس سزاں یک نیزہ بالا
 بکین سترے ملک غازی کیں تیز
 تو گوئی خواست کردن با فلک حرب
 کہ جز سہج شدادش من نکویم
 دو صوفی نوش خون را شستہ سافر
 کہ مصرے گیرم از شہ شیرچوں نیل
 کھر بستہ بکین چوں میم کوفی *
 کہ بون از سہیستی + ہر افزاز

کسے کلید بلندش خواست کارے
 بدان سان کایت فیروزی و نصر
 چنان بود این حدیث تیغ بازی
 شب جمعہ حسن شد در پئے کار
 دران غوغا کہ ہر کس بود مغتوں
 چو بنیادے ندید از ملک عینش
 ہمہ شب بود خسرو لشکر آرائے
 چو صبح جمعہ تیغ تیز برداشت
 ہمہ تن سہر کردن تیغ کھن داشت
 بعزم رزم شد ترتیب لشکر
 چو خورشہد درخشاں در تالا
 رواں شد تند خسرو خان بد روز
 سپاہ آراستہ از شرق تا غرب
 صفے چوں ہفت جوش آہن فکوم
 ز دست راست گشتہ کینہ گستر
 یکے خاں یوسف صوفی بہ تعجبیل
 دگر ہا او کمال الدین صوفی
 ہما نجا قوتدار اندر تگ و تاز

۲۱۴۰

۲۱۴۵

۲۱۵۰

۲۲۵۵

* کوفی خط کوفی۔ ن : لوفی۔ † ترة تمار نامی ایک امیر کے بیٹے کو "شائستہ خان"
 خطاب دیا گیا تھا۔ یہاں اسی سے مراد ہے اور غالباً مصرعہ یوں ہے :
 "کہ بود از خان شائستہ سرفراز"۔

۲۲۶۰
 ۲۲۶۵
 ۲۲۷۰

۱. همانجا پا وکیل باب گذر
 ۲. همانجا راست کردہ فوج بیکار
 ۳. همانجا خاص حاجب بود قیصر
 ۴. ہاں جانب بکین میو اودہ بود
 ۵. بدست چپ ہم انبدلشکرے سخت
 ۶. یکے مرتد * گاہ خوک خواری
 ۷. دگر دن دھول یعنی رائے راپاں
 ۸. دگر سقبل کہ حاتم خانہ خواندند
 ۹. دگر آن مال دیو آفت انکیو
 ۱۰. دگر اصحاب دیوان جملہ باہم
 ۱۱. دگر بد تبلیغائے یغذہ زان سورے
 ۱۲. اموران دگر را کس چہ داند
 ۱۳. ہنہ نو میو گشتہ پارہ گوشاں
 ۱۴. فلاں را چون نام خون دران پاس
 ۱۵. خواہاں پیش صف پیلان جنگی
 ۱۶. براو گرد پیلان شد صف آرائے
 ۱۷. سپاہ دوزخی چون کوہ آتش
 ۱۸. ز زنگ روئے شاں ظلمت بہر سورے

۱. بمعرف مہر داری گشتہ مشہور
 ۲. شہاب آن بار یک را نایب کار
 ۳. همانجا پہلوے کافور عنبر
 ۴. بہاء الدین د پیرش ہم مدد بود
 ۵. ہوا دران خسرو خان کم بخت
 ۶. ز دیگر خوک خواران جست یاری
 ۷. دگر کچہ برسد وناک + از تیرہ راپاں
 ۸. امیر حاجب سلطانہ خواندند
 ۹. کہ رفت و باز گشت از بہر خون ریز
 ۱۰. شدہ دیوان عارض ہم بدان ضم
 ۱۱. همانجا نیوڑ رہنما گشتہ کین جوے
 ۱۲. کہ ابن جا یک بہ یک را بازخواند
 ۱۳. بخون راوی چو خون خویش جوشاں
 ۱۴. سنان سر تھو گشتہ خنجر الساس
 ۱۵. چہ مست معبری چہ پھل ہنگی *
 ۱۶. سوارے دہ ہزار از رانہ وراے
 ۱۷. سیاہانے ہسان دون سرکش
 ۱۸. شدہ دشت از سیہ روہاں سیہ درے

* مراد حسن کے بھائی خاندان سے ہے، جسے ہونی بھی لکھتا ہے کہ مرتد ہو گیا تھا۔ (کذا) ممکن ہے کہ صحیح لفظ کچہ برسد ناگ ہو۔ + ن: پیو (۹)۔
 § ہنگالی۔

نشان کفر شان در چہرہ پیدا
 آباد آمدہ گلا دیو بر دیو
 ز بر خوردن نشستمہ سیہ بر سیہ
 سخن شان مار مارو سر بسر مار
 ز خجالت خشک گشتہ مہدل تر
 بد آن جا گرد ماراں مہدل قاب
 چو آہوے سیہ بالا زدہ شاخ
 بہ تیغ بہر مانی گشتہ خرسند
 کہ بر سر بہر مانی ہندند در جنگ
 ہسان صہیح کاذب در شب تار
 طلوع صہیح صادق چشم می داشت
 بسے پایک گراں زخم و سبک پایے
 ز رایت بردہ در روئیں تزی نام
 دگر روئیں تن اندر پیش شان نال
 بر پیش گار دم صہ اشتہم بست
 کہ از شیراں نہ ایم اندر وفا کم
 ہم از سر خاستہ ہم از ہمہ چیز
 چو افسوس گر بگرد سایہ داراں
 خروشاں چون نمک در آتش نیز

۲۲۷۵ دران تاریک چہراں عقل شہدا
 اہر دیو و ابر دیو و امر دیو
 دگر * نرسہ سائہی سہہ برسہ
 دگر ہر مارو بہری مارو وید مار
 بزنی مہدلی کالودہ در بر
 خورد در گرد مہدل ماراگر قاب
 رواں باخشت و زوہیں ہندو گستاخ
 ہمہ از بہر مردن بہر مان + بند
 بلے رسے است ہندو را در آہنگ
 سکے مرتد ہراں گہراں سپہ دار
 ۲۲۸۰ فلک کو جز بمومن مہر نگماشت
 بسے راوت بگرد رانہ و رائے
 برنج خوردہ در خوردہ در اندام
 یکے روئیں تن اندر پیش شان تہال
 از اں پرچم کہ ہندو گار دم بست
 بسے دندان خوک آریختہ ہم
 ۲۲۹۰ بسا کس بہر برد ہندوئے نھز †
 بہت § پیکار با آن نابکاراں
 بسے گندہ نمک ہم گشتہ در خیز

* (کذا) - † ایک ریشمی کپڑا - ‡ ک : ہیڑ - بمعنی نصف مرد بود کی
 رعایت سے - § بہات (جنگی) -

سپہ فیہ مسلماں نہمہ گہر
 بعکس کار گیتی دادہ منصور
 بدین ترتیب لشکر داند خسرو
 ہماں رو رو کہ آن بد حال می زند
 سپاہی کس چہ داند وصف آن کرد
 ز آہن آسماں در تاب گشتہ
 بلرزہ چرخ سپہا بی ہم از تاب
 عیان دادہ بجولان شور مردان
 زہ پوشان نمودہ زیر پولاد
 نمود اذہر زہ ہندو و لالا
 بجوشن مرد گاہ کینہہ جوئی
 بجوشن کوئی ہر نیروہ جنگی
 بسا پختہ کہ زہر خاموش اندام
 چو در پیش ملک غازی رسیدند
 نمود آن روز پر دل در پئے جنگ
 چو دید آن ہمہ ہش خیل خاص را خواند
 کہ کارے سخت پیش افتاد ما را
 بہر خریش چو زویشان دل سوز
 نمودن و تعمیست کاندہر حق یاری
 ہمہ مردانہ گاہ خفتن و خورد
 بسا مردان کہ جلدہ از زرد و زور

۲۲۹۵

۲۳۰۰

۲۳۰۵

۲۳۱۰

بہم گشتہ سپہ ابر و سپید ابر
 بیک جا جمع کردہ ظلمت و نور
 کشیدہ بر فلک با نیک روا رو
 ز بہر رفتن خود فال می زند
 کہ یادش وہم را در دل گراں کرد
 ز لرزانی زمین سپہاب گشتہ
 بسان عکس سپہاب از تہ آب
 طلب کار فہرہ از ہم فہرہاں
 چو جوئے آب روز جلمہش بان
 چو عکس آب سرتہ پایے بالا
 خیالے ہون در آئینہ کوئی
 درون رفتہ است در ماہی نہنگی
 چو پختہ کو کند جا در دل خام
 بغوفا خنجر کین بر کشیدند
 چہ چارہ چو رسدش گشتہ و تہنگ
 درین کارے کہ پیش آمد سخن راند
 زبان یاری است از ہمت یارا
 ہما را پروردیم بہر این روز
 کنید آن پرورش را حق گزاری
 و لیک این جا شود پیدا حد مرد
 نہک گلدہ کنند اندر شر و شور

کہ بودند این عمل بسیار دیدہ
 کششہا کردہ کوششہا نمودہ
 بچہد و جان سہاری مہم کردہ
 خیال جان و مال از دل سحر دند
 نہادند از سلامت سر بد تسلیم
 بیاید مرد را شکر کرم کرد
 نہ جان ما بہ است از جان پاکت
 برغت خون خود ریزیم صد پے
 سر از حکم کلاہت چون توان تانف
 ز تو بر گردن ما ماندہ وام است
 بگردن کردہ آنجا پیش رسانیم
 بافدک سی زنیم آن قلب بسیار
 سپہوش مژدہ تاج و نگہ داد
 سپاہ کوہ وہ را کرد پے سنگ
 جوادش بہر جان بخشی طرب کرد
 ہمہی گفت آسمان الہ باریک
 بہر جا لشکر آراے ہر آراست
 بہادر الدولہ خواہر زادہ خاص
 ملک بہرام ایہہ رستم رزم
 علی حیدر بہر دور قام کرار

۲۳۱۵ سران زور مند و کار دیدہ
 ملک را جا بجا ہمہست بودہ
 بخندست پیش از آن سو گدہ خوردہ
 ہمہ * دل را بجان بازی سپردند
 ببوسیدند خاک از راہ تعظیم
 ۲۳۲۰ کہ ما را چون کرم ہائے تو پرورد
 چو جانے شد مہم ہولناکت
 در آن جاے کہ از رخشت چکہ خوے
 سر ما چون کلاہ از دولعت یافت
 سرے گزینغ ہر روزی سلام است
 ۲۳۲۵ تو در ہر جا کہ کوئی تا توانیم
 ہمیں دم ہیں کہ در یک حملہ کار
 چو لشکر گار راں را پاسخ این داد
 سبک بازی ملک شد در پئے جدگ
 چو او از فتح و فیروزی طلب کرد
 ۲۳۳۰ ہمہی جست او مدد ز ایژن تبارک
 بآئین نخستہن لشکر آراست
 سر صف مہمند حاضر باخلاص
 بفوج درنہیں شیر سبک عزم
 بدیگر فوج از آن پس پهلویے کار

ملک فخرالدول شایسته فرزند
 اسک والا برادر زاده خاص
 جوش * غوری شهاب اسفندیار
 به تیر و تیغ هم باران و هم برق
 ملک غازی سپه دار جهان گیر
 توکل هم عذاب خویش کرد
 سلیم از عصمت یزدانش بردوش
 رسیده سر بگردون های بوجای
 سماک رامع و اعزل چپ و راست
 گذشته ز آسمانها فیضه بالا
 چو سعد اکبر اندر برج ماهی
 پر طاقس را بسته نشانه
 همایون داشت بر خود پر طاقس
 پرانیده بسے سر با پر بوم
 بهر بوم مغل رفعت خبرها
 چنان در بوم ها گشته همایون
 کله با پر بوم افکنده سر هم
 ز بال نور کرد آرایش خاک
 به بندد بر علم ها پر طاقس
 ز آیات ملک با رایع غیر

۲۳۳۵ بسوی میسره در کهن کهر بلند
 بدیگر فرج هم چون سعد و قاص
 بدیگر فوج بود آماج دار
 سر صف میز شادی صغدر شوق
 بقلب انهر کزین خاص تقدیر
 ۲۳۴۰ ز من حق یزک در پیش کرده
 نه هم چو دیگراں ز آهن چغل پوش
 دور محض در چپ و در راست در نای
 تو پنداری که خورشید فلک راست
 سنان نیز هاش انهر تلا
 ۲۳۴۵ علم ماه و او با فر شاهی
 بهر سو شاه یازان برانده
 که آن غازی ملک هر جا که زند کوس
 که زان یمن از سپاه کافر شوم
 رطاوس که زین سان داد اثرها
 ۲۳۵۰ حدیث آن پر طاقس مهور
 که این آواز زان گهران در هم
 غرض آن روز چون طاقس افلاک
 ملک فرمود تا هر صاحب کوس
 که تا فرقی بدانند خصم بد سیر

چو شهزاده که از قوت نه از کید
 سپاه از هر دو جانب گشته در جوش
 بجهت آن طائر فروخته رزم
 اجل دندان بخوردن نیز کرده
 ز خون خود هر دران دست شسته
 مبارز چو و چوای گر بهر سو
 غرا را بس امد از خود بریده
 ز بردا بود ز انسان سر گشته
 ز جنبش های لشکر غرب تا شرق
 دران جنبش که عالم پر بلا بود
 ز آواز "قلا" هلمکام خونریز
 چنان شد گرد بر خورشید منظور
 ز بهر مومنان کا فتنه در خاک
 ملایک فتنه آفاق کرده
 ستاده حور و غلمان بهر آشام
 ز بهر روح چندال و میوان
 ز ننگ سوزش ایشان بلاءوس
 ملک غازی درین دم پر دل و شان
 درون شد به هر اسی به تمجید
 به یزانی که باشد صلبران را
 که چون در حمل جنبه هر یک از جا

۲۳۵۵

۲۳۶۰

۲۳۶۵

۲۳۷۰

۲۳۷۵

همه طائرس هندوستان کند صید
 جهان کرده سلامت را فراموش
 به پرواز شکار انگهخته هم
 اماں بهر گریزش خیز کرده
 سنان و تیغ شان زاندام رسیده
 سر به خون را بالا زده سوه
 ز سهم قیور پیران جان پریده
 که لب شان خشک درویشان زرد گشته
 زهن می خواست در دریا شون فرق
 نشانیء ملک غازی "قلا" بود
 جهان در چشم خسرو گشته شبیه
 که نورش خاک گشت و خاک شدنور
 رسیده مژده های رحمت پاک
 در فردوس رضوان باز کرده
 حقیق سلسبیل افکنده در جام
 که هم در سوختن گردند دیوان
 سقر بر آتش خود خورده افسوس
 به تنه سوه پیلان رفت چون باد
 کجا هیبت خورن پیل افکن از پیل
 همی سلجید هر کوه گران را
 چسان بایه فروز افکلدن از پا

کہ تیر از کوہ چون گردد ترازو
بصید پیل نہر و کرد بالش
علان فتح کردہ آسمان گیر

ز دل سنجید نے از زور بازو
چومیزان بست شاہین خیالش
بقلب خویش باز آمد جہاں گیر

مظفر گشتن غازی ملک بو لشکر خسرو
بازدگ فوج و لشکر پیل و صف درہم زندن لشکر

بعزم دست برون موی در موی
بوں زند ہم چو از دریای پر موج
کہ یک فوج ملک غازی ز جا برد
ز غوغا خلق ہر یک دہگر افتاد
عنان را ہر کسے موی دگر تافت
کہ گیرد از نہر د خویشتن ذوق
نہانده د یگریش از پیش و از پس
ز خشم آوردگی با حاضران گفت
نخواہم یاری ہارم خداہست
کش از ہر سو در آمد صفہ روی چند
کہ از ہر گزری اندازد گرا زے
برادر زادہ در معنی برادر
بہاء الدین دلے پر صدق و اخلاص
بفرزندى است عقدے بستہ محکم
بکلیلہ پانصدے شد بلکہ زین کم

چو آمد ہر دو لشکر روی در روی
ز سوی خسرو مدبر یکے فوج
چنان در حوالہ باتندی پے افشرد
ز صف بکوشت و در بلکہ در افتاد
بسے فوج گراں ہم روئے بر تافت
نوقت از جا ملک غازی بھک چوق
سوارے سی صدش دنبالہ و بس
چو دید این حال با تندی پر آشفت
کہ من تہا فہ ام تا ہر بجایست
ہموز این را ز ہوش ہا خداوند
یکے بہرام ابہہ (زم سازے
دگر دین را اسد کھن را چو آذر
دگر شایسعہ خواہر زادہ خاص
دگر والا ملک شادی کہ او ہم
چو گشتند این ہمہ یک جا فراہم

۲۳۸۰

۲۳۸۵

۲۳۹۰

همین مقدار فوج اندک و بس
 که گرد چرخ آمد و تصور
 به تندی سوے چتر و چارور گوشت
 که گشت از حمل آن صحرا خروشان
 پریشانی در آن جمع پریشان
 بلمات الذعش کردند از ترها
 نه دل بل سنگ خارا شد ترازو
 سواران را بدان ده مهت می کشت
 صلا می داد کرکس را که پویش آئے
 ولے زاغ کمان را طعمه جان بود
 بقفل دل کلیدے تازه می کود
 کلود نے بقفل آهنبی بود
 جگر می شد چو سوزن پاره پاره
 ز هر تن لاله دست و ارفوان هم
 هزار انگلده در هر بازئی خویش
 هم اندر دیدنشی بد خویش جان داد
 خرید از بیلکش زخمی بجای
 نگون گردش بفرق آن نگون بخت
 مراتب را همه ترتیب بشکست
 دگر سر گم سوانش نهز در دم

ملک فازی چو دید از پویش و از بس
 نیندیشید از آن ازبوهئی پر
 سهک تکبیر گفت و تندر گوشت
 بران سان حمل آورد جوشان
 نعماد از حمل آن خوب کوشان
 نچرم فتح کازجا شد مهیا
 ز تهران گوان سخت بازو
 کمان یک مشت بود و تهر نه مشت
 گرفته زاغ پر شاخ کمان جاے
 به زاغان طعمه چرم و استخوان بود
 طعمانه سینه را دروازه می کود
 دران دلها که بادش سخت کهن بود
 ز سوزن گل نه کم بود از کتاره
 از آن کلمر * که دل برد و روان هم
 یک انداز از هزار اندازنی خویش
 ملک هر سو که مرکب را غنای داد
 یکے کافتاد پوشش ناگهانے
 ز بس کز پر دای بر چتر زد سخت
 فغان آن چتر و آن ترکیب بشکست
 حصن سوے گریزان دلت سر گم

۲۳۹۵

۲۳۰۰

۲۳۰۵

۲۳۱۰

۲۴۱۵ گران سو گشته گم در گم نرفته

هم آخر دور چرخش اشعلم کرد

ملوک از بس که خون آلوده رفتند

حسن بس کان غبار غم قدر خورد

سراسیمه سپاه پهنش فوج

۲۴۲۰ نه پهل را بجنبش زور پا بود

علم از تیر بر بالای پهل

هزبران پشت سر تیغ کرده

گریزان هر یک افتان و خیزان

لجل با جمله بارے کرد زان جنگ

۲۴۲۵ یکی را بود زخم نهزه بر پشت

یکی را جان شیرین گشته ره گهر

یکی را چاک پهل خنده در کام

یکی را هر دهان انگشت زاری

یکی را تیغ بر زانو رسیده

۲۴۳۰ یکی را خون ز شه دگها کشاده

یکی افتاده بود و زخم خورده

یکی را آمده شمشیر بر دوه

یکی غلطاده جان می کند در خون

یکی از تشنگی مرگ ب هوش

سرهی کم گشته از سر کم نرفته

چو پاکم کوده بیه سر نهز کم کون

ز گرد کم غبار آلوده رفعت

شدش رخساره چون گل چون گل زرد

گریزان گشته دریای ز موج

نه پهل افکن یله را دل بجا بود

شده بر خار چون شاخ مغیلا

بسوی پشت روی تیغ خورده

تلخی از جان و جان از تن گریزان

چو دیوانه که بازد شیشه بر سنگ

یکی را حربه در دل رفعت با مشت

یکی در تلخی جان کندن از تهر

یکی را زخم خون گریبان در اندام

یکی انگشتوارش زخم کاری

یکی را آهسته زانو بریده

یکی ب خود مهان خون فتاده

یکی می شد یکی را زخم کرده

یکی را نهزه در رفعت به پهلوی

یکی را جان ز تن می رفت بیرون

یکی سهراب خونهای جگر چوش

یکے از معجز تن داده به تسلیم
 یکے در خار پنهان سر درون برد
 نهنگ آهنگ از درها سواران
 چنان در دست و پا افتاد مردم
 اگرچه پشت شان رو بود هر سوز
 بسا پوینده را کانداز در او
 اگر می جست مرغی در میان
 سوار قدر صف فیروز مندان
 گریزنده قفا کرده سوز جنگ
 چنان از تیغ داد زخم می داد
 پلارک تغم می شد در جگرها
 یاق را زخم خنجر مست مانع
 سر گهراں ز شمشیر اغزا کوش
 تراقی کز عهد و ترک می خاست
 زنده هیچ سوز گرز نگزارد
 از آن در خون سرشته آرد خام
 شکال سیخ کرده سبالت خویش
 شنهدستم که در مصرعے ناورد
 دران دشت از دل و از چشم هر کس
 که نه دل می شدش در چشم دیدنی

۲۴۳۵

۲۴۴۰

۲۴۴۵

۲۴۵۰

یکے در لورو لو * در می شد از بهم
 یکے هم در میان خار بن مرد
 دوان بے دست و پا مانند ماران
 که شک هر مردی را دست و پاگم
 همه سو پشت گشتند از همه روزه
 ز زخم تهر خوردن آن گشت جو جو
 همی شد رنگ رنگش سلکدانه
 ز فیروزی چو بخت خویش خندان
 دلاور در قزاقیش کرده آهنگ
 که اندر فقره کم می گشت چو دلاور
 مبارز در زمین می کشت سرها
 شراب مرگ شان دارو نافع
 تو گوئی عاریت بودست بردوش
 ز دلها خون ز سرها مغز می گاست
 که در پشت استخوان هارانه گرد آرد
 خورشها پخته شد بهر دد و دام
 که روزی گشت تکه جی ز حد بیعی
 دل و چشم امت خورد کمرگس از مرد
 چنان بر چشم و پر فل گشت کمرگس
 نه چشمش رفت سوز دل کشیدن

به یک جا گیر و موسن در بلا بود
مگر هندو که کپوکه کپی قدم زن
بخورده و مسلمانان شده تیز
مسلمانی خراب و جنت آباد
کساء من پنا بیع دماء
سراسر جو ز هندی کاشت در خاک
بروے خاک هم چون فال زالن
عجب بهن تیر در روزن نهاده
چو قد دلبران در دلبرهای
کهان رستم و بادران بهمن
چه بیژن پر از خون سیاوش
زبان می داند و دل سی بود از ایشان
بروے پهل گفتی سرور پائی
بزاری گذت "ه ه ه تهر مارا"
ز دین دیان و دیان دین * دیان
سواران روے در غارت نهاده
یکه فوج کمپن که کرد بر کوب
برو سرخی ز خون خویش رو شوی
ز گبر آواز ناراین هوا گیر
روان شد خنجر هندی بخون ریز

دوران هانام کانت را صلا بود
مسلمان بر مسلمان نهخ کم زد
معاذ الله که گر شمشیر خون ریز
شده روشن که چون گشته ز بنهاد
ولے می شد ز هندی برادر
ازان سوهائے هندو گوئی افلاک
فتاده هر سو آن نا خوب فالان
ز هر تن تیر روزن ها کشاده
خندنگ تر کی و تهر خطائی
بهر سو سهل خون رانده ز هر تن
شده در هکال هر دیو در جوش
سنان در سینۀ آن تیره کهای
بهمن راوت که در زور آزمائی
چو بکشاند تیر بے خطا را
ز خون گهر و مسلمان هر دو زبان
ملک فازی درین رزم لستاده
که نا گهان ز هندوے پر آشوب
هزار افزون برادر سیمه روے
شد از فازی ملک بر چرخ تکه پیر
در آمد زان سپاه آن حمله تیز

۲۳۷۵ زه آن فوج برادر بر علمها
 عالم های ملک غازی فرد خفت
 تعالی لاله ملک غازی چه دل داشت
 در آمد پهلک پهلک زبان تهر
 همی غلطید هر کوه ز کوه
 ۲۳۸۰ ز زخم تهر در یک چشم زد گشت
 ز هندو تهر ز رویه همی جست
 بدان نهر که هر ترک هدر بهن
 از آن هندو که جان هر یکه رفت
 چو آن فوج شکسته پشته راند
 ۲۳۸۵ اشارت کوه با یک ماهی خاص
 کرد چو کرد در نصب علم زور
 سبک برداشت ماهی را علم دار
 طلوع آفتاب از برج ماهی
 دهل زن را هم اندر پهن خود جست +
 ۲۳۹۰ بهفتش گاه تهر سیده دهل وار
 نگر چو می زند فتنم بناموس
 چو من قادر شوم از بهشت نهرور
 بمزد آنکه در جای چلیپ تلک
 ز بهر عیسی روز و روزگار

بسے کلک علم ها شد قلم ها
 همه ماه علم شد با زهن جنت
 که با آن ماهی جای خوش فکراشت
 از آن دروغ روز گشت آتش انگیز
 چو گنجشک از تنک زانگ از کوره *
 سیاه و لعل دام از کشتگان داشت
 که در خارا نشهذه لیک نهست
 همی زد تیر و روسی کرد زوین
 فراوان گشته گشت و اندک رفت
 ملک غازی کرد را پهن خرد خواند
 بر آرد کش ملایک خواند اخلاص
 شد از نصب علم چشم بدان کور
 ملک غازی ستاد آنجا علم وار
 همی دادش نوید بادشاهی
 بفرمودش که شید بفرس جست
 دهل پهلوی این یو دل فکهدار
 بدین بانگ دهل بر آسمان کوس
 برین شب چه دره گهوان سیه روز
 دهل پیشم زدی در نوبت جنگ
 دهل پر زرفشانم در کلمات

۲۳۹۵ بهاهی دار هم گنت اندوان تاب
 ترا زان پس که ساکن گردد این برق
 من و این ساهو و بازگ دهل بهش
 صف از پشیم چو سیل همت شاخست
 ۲۵۰۰ برین سان چون سپهدار صف آرای
 سواران پراگنده که دیدند
 رسید از یک طرف با صدق و اخلاص
 ز دیگر سو ملک فازی بر آمد
 علی حیدر هم آمد حیدر آسا
 گرز بستند شد جده همتی سخت
 ۲۵۰۵ بهر جانب ملک فازی نظر کرد
 ز یک سو دید فوجی معکم از دور
 سپاه انبوه و پهلای چند در بهش
 بسے بالا بسے در شیب مانده
 ملک پرسود کین لشکر کیا نقد
 ۲۵۱۰ چو پرسودند سمل بون و کلور
 همن جا یوسف صوفی صف آرای
 ز هندو نیز با امشان یکے فوج
 تفر کرد باز آن را دران حال
 ملک با جمله صف خارج بر آهضت
 ۲۵۱۵ بستختی زد بران غوغای انبوه

که گرد آوی تو ماهی هم برین آب
 مهران قلعه چون ماهی کذب فرق
 کلم صد صف بهام ماهی و خویش
 سوار آب ز برگستان باخه است
 تن تنها علم را داشت بر پای
 علم بر پا زهر سو در رسودند
 بهاد الدوله خواهر زاده خاص
 ملک بهرام سوارے دیگر آمد
 دگر شیران بهکار ازدر آسا
 که فتحش زان گره بهروں دهدبخت
 که زان پس بر که باید رخس برگرد
 به پیشش فیء پیدا نهاده مستور
 مسلمان نهز ناوک زن چو بد کیش
 ز کوب حمله به آسبب مانده
 کز آشوب صف ما به زبانند
 که گشتند از پئے مردی سقنقور
 قهاس جنگ را چون نیزه بر پای
 چو خاشاک که باشد هم ره موج
 که چون مانند گدراں فارغ الپال
 پس اندر حمله شد با چله شے سخت
 چو در روز قیامت کوه بر کوه

ہمہ گشتند ہر سوے عنان تاب
 بہ پہلو جز پر کرگس نمے دید
 ققادیہ گردن یان قند ہر خس
 شدہ شانہ شکات پرگزافان
 ملک آدرہ سوے آرکہ روے
 بجز در سمت منزل راہ نسپرہ
 مسلمانان ہم افغانان ملکز
 ز سر خود از کمر خلیج کشافند
 بہ بردند آب و آتش بہ زجان ہوں
 روانے تیغ راندہں بہر نقدے
 فرس برد از مسلمانان و ہر چیز
 کہ گشتہ، مردہ، زندہ بے اسان ہوں
 سنان و ہر چوں بر دہریاں دہر
 زر و اسب و جواہر می ربوندند
 دہان زخم شان تلمبول خوردہ
 یکے از گوی گوی آویز زر برد
 یکے سلمکے کہ شہرے را ہوں قوت
 یکے انکشتدین نامور یافت
 کہ عہن الہرہ ہوں از موش بازار

نہارد آن سپہ ایں حوالہ را تاب
 برفتہ ہرچ مردے پس نمی دید
 تہی دل ہیش ہیش و پردن از پس
 خدنگ موشکاف موشکافان
 چو بشکست آن سپاہ و رفت ہر سوے
 معارف سمت در تاراج کم ہوں
 ولہکن تہی * بے راہ و کہو کر
 بہر سودست غارت بر کشادند
 مسلمان را بجانے کمر اسان ہوں
 زمون نیز اگر اس دیدہ عقدے
 فراوان نو مسلمانان مغل نیز
 و ایک آفت ہولے ہندواں ہوں
 ہمی راند ند بر ہمدو ہصد تہر
 سون چنتوانان † می در و دند
 ققادیہ گہر و مومن غول کردہ
 یکے از را و قان ہار گہر ہوں
 یکے بکشاد بازار ہند ہاقوت
 یکے عقدے ز مردارہوں پر یافت
 یکے با رائے شد ہم ترارو

۲۵۲۰

۲۵۲۵

۲۵۳۰

* کوم خوردہ - سات نہیں پڑھا گیا - ممکن ہے تہری (صحراے تہر بندہ کی قوم) مراد ہو۔

† کذا - غالباً چفت کی جمع بمعنی قریبہ -

۲۵۳۵	یکه زد تهنه و فتح آن در کهادش گروه گوهر جان داد بربان جهان را دهر شد گائین چله است کس کو پشت داد و پس نه بیند غری با بز مثل زد در شبانی ملک غازی که این فتنهش بر آمد چپین را کرد از روی زمین جای چو بود آن سجدۀ شکرش باخلاص کلمن کاو یافت قاج بادشاهی
۲۵۳۶	که سبز آدن زبون سبز دادش گروه را قضا گنج گور داد که هرچه اورا جگر این را نگرین است بغارت روی اورا کس نه بیند که در غارت نماید مهربانی مران را که جست اندر پر آمد زدخ در پیش سغم شد زهن ساه شدش سر بهر قاج مملکت خاص همیشه نا جور دارش الهی

بشارت دادن اسباب شاهی و جهان داری
دل غازی ملک را بهر . سلسله ز انجم و اختر

۲۵۳۷	چو دولت مرگ را بر سر نهی قاج بهر قفلی که دستش یار گردد بهر مازل که جایهش در خور آمد به تعظیم آسمان بوسد جبینش ز تقدیر است چون بدلی به تمیز یکه را کز بلندای بهر سلسله است وگر کز آسمانش بهر پستی است بود کفدم خرم بالا سرا فراز بگوشش دیو جمشیدی نیابد
۲۵۳۸	فقد ز آسب او دشمن بتاراج هر انگشتش کاهد کار گردد مران از بام و کام از در درآید بسلطانی دهند ز انجم نگینش خواص قابلیت در همه چیز فیض پست مازن چون بلند است رهش به چار سوه زهر سخی است سر چلغوزه گوهر با فلک راز سقا را نور خورشیدی نیابد

سرے کو را بود قسمت کلا ہے
 ازاں نقدے کہ سی سفیند در غیب
 نہ ہر فرقے سزاے چتر شاہی است
 نہ گوہر ز اہن ہر دھوہ یا بلند
 نہ ہر درے ہر افسر جائے یابد
 نہ ہر پا چشم شاہاں کرد پاسبان
 کف پایے شد غازی است آن بس
 چو بود آن خال ملکش در کف پایے
 چو از چتر سہم آن بود نشانش
 کفوں بشنو کہ از نہ چتر گردوں
 ملک غازی چو شد ہر چتر فیروز
 مہارک روز ہفت مقبل خویش
 چو شب چتر سہم خویش بکشاہ
 دم باد از ہماے چتر شب وام
 کہ بسم اللہ در آاے صاحب ہفت
 جہاں را ز اختر خون نور فودہ
 فراوان منتظر ہی ہوزہ در چنگ
 چو ملک دہر بگرفتگی پہاچے
 در فشاں دور باہی گوہرین ساز
 ہمی گوید ہم ہم پایہ چتر
 علم ہاے سیاہ و اعل ہر جاے

۲۵۵۵

۲۵۶۰

۲۵۶۵

۲۵۷۰

ہوس ہر تاج بردن نیست راہ
 ہروزی ہر شون نے از ہوس جیب
 نہ ہر تن را لقب ظل الہی است
 نہ ہر پیشانی را مہرہ یابند
 نہ ہر سر تاج ملک آراے یابد
 نہ ہر کس در کف پا دارن این خال
 کہ شد خالش سواد چشم ہر کس
 گرفت آن پا نگر بردہا جائے
 بغرق آن چتر شد سایہ فشانش
 چساں ہر فرقش آمد چتر شہگون
 ہماں جا بد بغیروزی ہمہ روز
 شب آمد در مہارک منزل خویش
 مہ نو ہم کلاہ خویش بکشاہ
 ملک را بہر ملک آورد پیغام
 کہ ہم تاجت مہارک باد ہم تہمت
 بہ برج ہادشاہی شمع نو نہ
 سرو پایے ترا انلیل اوزنگ
 ہنوز این انتظار ہر نو قائے
 بروں کردہ زبان گوہر انداز
 تو بخش از روے خون یورایہ چتر
 وراہند ایستادہ ہر یکے پایے

<p>۲۵۷۵ کہ در دولت بریں سو کے گرائی بکاه صبح شد نوبت بفریاد بوا تا نوبت چوں نو آمد ساز همه شب باک می آوردن این سال ملک در دل هوس را بند کرده ۲۵۸۰ گرفته راس در اندیشه خویش که من مرد صف آراے فبردم کرا این سو که جوید کار عالم کسے کش ساخت چرخ از بهر این حال</p>	<p>کہ یابہم از تو در دولت روانی کہ من ہم خویشتن را می دهم یاد شود نہ گنبد گردوں پر آواز پیام ساز سلطانی بسطای ہسہلے خویش را خرسند کردہ ہمی زد باخون اندر ہشہ خویش بگرد مسند شاہی نگردم نہد پر یک سر خون بار عالم کجا بیروں شود چرخش بدنہال</p>
---	--

حکایت

<p>۲۵۸۵ شغیدم گوہرے از سلک شاہے کشید از کار تاج و تخت نامان دریں بیکانہ شہر آنہں چنان بود چو خالی گشتے از فرمان روا تخت چو دیدندے بسیمای کس این نور دران هنگام کل شہزادہ عصر ۲۵۹۰ مگر † بے کار فوما بون گامے چون دیدندش بزرگل شکل شاہان ز رویش گون نا کامی فشاندد</p>	<p>بسوے ملک عقبی جنت راہے ز شہر خون بسوے شد خوامان کہ ناکہہ بخت باکس * ہم عفن بود فریبے را رسدے بارے از بخت بدو گشتے سزای ملک معمور رسد آنجا ہمی شد بر در قصر ہمی بایست در بایست شاہے شدندش بہر تاج و تخت خواہاں بشاہی بر سر تختش نشاندند</p>
---	---

* ن : باکش - † ن : مگو بیکار نوماں -

۲۵۹۵ جوان چندان کہ گذشت از ترک خود راز
 رهائی چون نبود از خاصه و عام
 گزارد بخت خود را مقبل از دل
 چنانکہ اقبال و بخت این جهان گیر
 چنان صبحی کہ با جزا بر آمد
 بہ ترک از نگشت * اقبال دم ساز
 پیروفت آن عمل ناچار و ناکام
 ولے نگزارد او را بخت مقبل
 شدش بہر جهان گہری عنان گہر
 کلم روشن کہ چون بالا بر آمد

دخول موکب غازی ملک در قصر سلطانی
چنانکه آید به برج خویشتن مهر ضیا گستر

<p> نمود از تخت گاه آسمان رخ چنان کز اوج مسند تاجداران سلیمان وار کودش مرکب خویش بدارالملک شاهی کرده آهنگ که زان ماه علم جو زاهد نور بنظاره همه حوران فردوس مسوح العهود خوانان در دهن کشوده صف دلبران صف انداز ز آب تنغ و باد کین بزنجر ز سر می برد هوش و باز می داد مهابت را بلند آوازه می کرد کشاده چابکان را چابک از تن </p>	<p> چو صبح غره شعبان فرخ بر آمد شاه انجم نور باران ملک باد سلیمان جست در پیمیش روان شد نرم نرم آن باد گل رنگ بر اختر سایه کرد اعلام موصول بناوک چشم بد را درخته قوس خضر تسبیح گویان در دویهن دو سوره مملکت گهر سر الرز دوان در پیش صف دیلان نوگهر غر نپای کوس فتح آواز می داد داده فغمه های تازه می کرد دوال چاژ شان چابک افکن </p>	<p> ۲۹۰۰ ۲۹۰۵ ۲۹۱۰ </p>
--	--	-----------------------------------

ز آواز نقیبہاں کو گزر دور
 کہان گیران پس و پیش علان خاص
 کہاں در مشمت و حاضر دیدہ درواں
 کہ گر پرنده بالا پر زدے تہز
 ۲۹۱۵ سنانہا برہنہ پوشہدہ در کرد
 برہنہ تیغ ہائے آبگون ہم
 ز آرد خاص تا دروازہ قصر
 بدین تر تہب در حفظ الہی
 فروں آمد ز رخس و دم براں سطح
 ۲۹۲۰ پس انگہ خواند با لطفے ز حد بہش
 دل ہر یک بجان بخششی قوی کرد
 بواجر جملہ را با خویش ہنہاند
 کہ من بودم یکے آوارہ * مردے
 بلطفم شہ جلال الدین مغفور
 ۲۹۲۵ گرفتہ بر سرش تہنہ چو الہاس
 چو آن سلطان گیتی رفت در خواب
 بسان شمع می بودم دریں سوز
 کہ ناگہ صبح اقبال علانی
 ز بہر نور کار جان و تن را
 ۲۹۳۰ چو پیش ہر او کشتم ہلالے

رمنده مردساں چوں سایہ از نور
 کہاں کش گشتہ پیش رخس و خاص
 ز پیکان شعلہ آتش فروزان
 شدے پر کم ز پیکان سہک خہز
 کہ خورشید از فروغش حربہ می خورد
 درون چرخ بوق افگن بروں ہم
 ہمہ تہن و سنان بد باشہ عصر
 درون آمد بقصر بادشاہی
 بجائے آورد حق را سجدہ فتح
 ملوک و میر باقی ماندہ پیش
 دران بخشش نبی را پھروی کرد
 ہمہ منشور کار خود فرو خواند
 ز سہر و مہ چشہدہ گرم و سردے
 مقرب کرد نزدیک خود از دور
 بہ ہمداری فراوان داشتہ پاس
 دلم گشت از درینش در تب و تاب
 کہ کے باشد شب شمع مرا روز
 چہاں را داد فیض روشنائی
 دران پر تو فکدم خویشعن را
 ہمی افزون ہر روزم جہا لے

کفون کهن بدر من کامل جمال است
 الفخ خلل کو برادر بود شه را
 چو پاینده برحمت بود گاهی
 چو او بگزشت گهتم باز یک چند
 از آنکه تا کفون کلنجار رسدم
 چو بهشدند گفتش نیک رایان
 که چون مرزشته خود بیرون فکندی
 چو سی نادانیم کز تیغ تو آن خاصیت
 چو خاں بر حصن رنجه بود بر تاخت
 بول شش راے کاره حمله چون باد
 فرستاد از درون سو لشکرے سخت
 به لشکر گاه خاں شورے در افتاد
 توا فرمود خاں تا پیش رفتی
 نمودی زان نهط جهد اندران جنگ
 بهنجارے سران را ده نمودی
 هم از شهسور موسی پاک شد زنگ
 دو حصه کشته شد از لشکر راے
 ازان جا چون مظفر باز گشتی
 نخست آن کاراں گو نه بیادش
 گشاد کار اقبالست همان بود
 چو او در عالم دیگر سفر کرد

۲۱۳۵

۲۱۳۰

۲۱۳۵

۲۱۵۰

ازان آثار مهردم این کمال است
 ازو افروختم چندے کله را
 چه خدمت ها که کودم بلندوارش
 به پیش شه علامه الدین کهر بلند
 ازان شاهنشده والا رسیدم
 بگفتند آنچه گفتن راست شایان
 کهر از خورشید بر فورے چه بلدی
 که ذاهد و صفش از نوک قلم راست
 ز اشکو گرد گردش دلمقه ساخت
 برد آن حلقه آهن به پولاد
 چو سهل کوه کو غارت کند رخت
 چنان کاین خاکی دریک دیگر افتاد
 فزون از هم روان خویش رفتی
 که بر آیندگان کردی جهان تنگ
 که زان گردن کشان سرها ربودی
 هم از خورهای کافر اعل شد سنگ
 صد حیات یکے شد باز بر جای
 بدست خاں یکے شهناز کشتی
 که زان پرتو قوی گشمت اعتقادش
 طلوع صبح بخت زان زمان بود
 اسیرت سوے دیگر رخس بر کرد

شده سلطان اما چون وفا بود
 میان بندگان دولت اندیش
 شه آن سوه که چون تهورت فرستاد
 دگر کافر چو سوه بزن بوتاخت
 قرا چون شه فرستاد اندران سوه
 تمن ها چار بود و مهر هم چار
 چو با آن لشکر پر باز خوردی
 ورت شد عزم بر اقبال مدبر
 دگر در رزم ترماتی و علی بیگ
 وگر بر جاش تهر و کبک بود
 دگر در بونیل + نزدیک دریا
 سپاهش یک تمن گبران فعال
 ههون مقدار راء بونیل هم
 معظم تغلق غازی قرا نام
 چو تو تغلق غزا را تهغ در دست
 چو بهر نصرت دین است زورت
 نشاندی در دل گبران سلا را
 ز راء بونیل هم بستدی مال
 دگر بر جهر و زهرک رسیدی
 برین سان هژده رزمست جا بجا بود

۲۹۵۵

۲۹۶۰

۲۹۶۵

۲۹۷۰

يسان * تغلق خانی بجا بود
 هوی بودی برسم بندگی پیش
 رسیدی بر غرض باز آمدی عباد
 مسلمان را چو هندو برده می ساخت
 د مائدم راندی از خون های شان جوے
 همه شهزادگان ملک قاتار
 باندک مزد کردی آنچه کردی
 بران هم قدرتت بود از مقدار
 هم افکندی بس سرهای چون دیگ
 هم از تو قتل گبران یک به یک بود
 صف کافر چو دریا شد مهیا
 زمین دریا صفت زایشان بوزال
 ز بار هندوان کرده زمین خم
 منحل هم نام تغلق داشم ز ایام
 چو او تغلق بگبری † تیر درشت
 لکد بر فرق ایشان کولت بورت
 اسیر و بنده کردی هم گفان را
 ز دریا هر چه باشد عبره * سال
 صف آن صغدران هم تو دریکی
 که در هر هژده فیروزی قرا بود

گر این هر یک مشرح باز گویند
 هلموزت انتظارے بود در دل
 که فتح فزوده زان از پس دیر
 مضاف بهستم بود این که در جنگ
 چو حیدر شهر یزدان رفت از آن پس
 از آن پس شکر یزدان را که تقدیر
 خداوندت که به آزاد می داشت
 و گر نه کس بچندین قتل و خونریز
 کلب گزاف ماندی زان بلا ها
 بر این تخت چون هوشنگ و جوشید
 ملک گفتا که گفت من همان است
 نه کار رزم باید سرور آن را
 چو از لطف علایی روز تا روز
 مرا پادشاه لطیفش بود واجب
 چو بشنیدم که کافر نعمتی شوم
 خلیفه تطب دین را با چنان دیر
 بزم د شامه گیر آن را تلف کرد
 بر اخلاف دیگر هم تیغ خون راند
 چنان باغی ز گبران شد بتاراج
 حرم بشکست و حورے چلند از آنها
 دیگر بعضی بگبران تبه دان

۲۹۷۵

۲۹۸۰

۲۹۸۵

۲۹۹۰

بد فتر ها سخن را ساز جویند
 که تا دیگر چه بخشد بخت مقبل
 بچنگ اول دهلی شدی چیر
 ز ملکی بستدی انلیل و اورنگ
 جز از بو مسلم آمد این قدر بس
 برین دیبا چه نامی کرد تعزیر
 تو از دیر چندین کاری داشت
 چه سان یابد خلاص از خنجر تیر
 بفرما خوان شاهی را صلا ها
 به برج مملکت نو ساز خورشید
 کد قاج و تخت من تیر و کمان است
 نه دل به حمله ساند صفدر آن را
 فروغ کار من شد گیتی افروز
 ادای حق انعام و مواجب
 بگبران نسل او را کرد معدوم
 که چون چشم خودش میداشت بر چهر
 متاعش گبرو موسی را علف کرد
 حرسها کشت و بعضی را برون راند
 کله گل مرغ بود و حله دراج
 بخون خواند آشکارا و تنها نها
 زحل را مه تمه ران سیه داد

ههان مرتد برادر خانقازان
 بهشتم زین غصب تاریک شد دهر
 نشستم تفکد دل چون درد مندان
 ز دم از سوز چون آتش فغانی
 بران دلهاے فوخیز دل افروز
 پس این غم با دل خود کردم آغاز
 که این قصه که رنج تازه ماست
 بزوگانه که پروردند مارا
 سهه دادند و مهری و ولایت
 پس اندر عهد ما جمعی پدیشان
 روا باشد که مارا خون در اندام
 زه سستی که مارا جان بسینده
 چرا بازوے مارا زور کم گشت
 چه شد مارا که چون مردان نکوشتم
 شد این افندیسه ناچارم علان گهر
 وگر پرسسی نه تلها این نیت بود
 عقالیده بلکه کله تیغ و تیرم
 نصبت آن که اندرین خاک خطرناک
 بگوشم بهر دین مصطفی را
 دوم آنکه این همایون عرصه و بوم
 کسے گر مانده باشد ز ارجندان

۲۹۹۵

۲۷۰۰

۲۷۰۵

۲۷۱۰

ملوث کرد چندین پاک جانان
 ز دود قصه من تهره شک شهر
 گزیدم پشت دست خود بدندان
 که شد بے شمع زان ساں دود مانے
 بسے بگریستم چون ابو نوروز
 که اے دل خانه از شادی بهر دواز
 فرو خوردن نه در اندازه ماست
 بصد تمهار غم خوردند مارا
 بهیروی بانگ کوسی و نصب رایت
 خلاف آرند بر اخلاف ایشان
 بهاند خون شان فاکرده آشام
 پس از ما میبرد این آزار و کینه
 چرا پیکار مارا نیوزه خم گشت
 بهردی خون شان چون می نفوذشتم
 که گشتم در عدد دوزی سنان کیر
 که خون بے گناهاں را دیت بود
 سه نیت گشت مستکم در ضعیفم
 ز گرد کفر نور هین شود پاک
 که از سر گردن اسلام آشکارا
 کشم از دست هند و زانده شوم
 بلندان را دهم جاے بلندان

سے دیکھ کر اُن کہ بکتر نعمتے چاند
چنان شان سر ز نم در کوبہ خواہی
چنان را دہم از خون شان توست
نہست چون بہر یزدان در سر آمد
چو ہمت ہوں مستحکم ہمچو پولاد
چو گھتم بر مراد خویش نہروز
نہی جویم مدبر کامگاری
ز نسل شاہ مہرہم ار کسے ماند
و در از لوح چہاں شد نام شان پرک
من و رخشکے ہر بہر افہ پوید
مرا نہو پال دور من پسند است
بزرگان بر زمیں سودند رخسار
بعدر بد گئی دادند پاسح
ترا زیبید کلاہ بادشاہی
سزائے دیکرے ہونے گر اہیں تاج
قبائے را کہ دوران بہرت آراست
بطے کو طعمے یارست در کام
گوزنے را کہ شیر آورد در زہر
فروغ تست اہیں ازمانہابی
چو ما ہستیم دو خدمت نگوں سر
نگوں سر شب پرک لب ہا بہ پرواز

۲۷۱۵

۲۷۲۰

۲۷۲۵

۲۷۳۰

چو نسل شاہ را بدشاہ ہو گندی
کہ خوں گرہد بر ایشان تیغ شاہی
کہ خاکش لعل گودہ سلگ، یاقوت
بہ پاداش نیست کارم ہو آمد
کلمیدے گشت و باب فتح بکشاد
من و تہر باقی، شکر اہیں روز
جز از بہر فزا خلعہر گزاری
ہنامہں بہمد اہیں منظور نو خواند
بسے ہستند اہیوان خطر ناک
سریو شاہی انگہ ہر کہ جوید
دراں بیوانہ نور من پسند است
بہوسیدند پایش را از مہین وار
کہ اے ہو ملک دیوار تو فرخ
کہ مخصوصی بتائید الہی
بدو دادے قضا زہں گو نہ معراج
ہبالے دگر کس کے شود راست
ہو زو درود خواران را طمع خام
شکالان ہم خورد اما چو شد سیر
کہ از قورہ نیاید آفتابی
نگوں سر کے سزا باشد ہو افسو
سزائے تاج، طاؤس سر افراز

۲۷۲۵ ہمارے روزت رسد ہیں نام و ناموس

چو یزدانِ این سرافرازی ترا داد

دگر رہ گفت دارائے جہاں گیر

کہ چون من صدوری جویم کہ جنگ

من و فرق مغل و این توغ کاری

۲۷۳۰ دگر رہ بہتران خواہش نمودند

ہمی گفتند گاہ از لطف جانی

شد از تہذاب قہمت کفر بہراں

مہدا جز تو کس فرماں دہ ما

چو یکبار از تو جان بخشودہ بردیم

۲۷۳۵ دریں صورت تو مارا جان پاکی

دگر رہ گفت ملک آرائے جان بخش

نہ من طغلم کہ زین گنتار رنگین

اگر من خواہم این ملک از خود آراست

کہ نے من بہر دین و کھن زدم تیغ

۲۷۴۰ دریں نقش فرض پروردہ من

پس آن بہتر کہ من زین سر بتابم

چو من بہ دل دریں کار اندر آیم

شہانے کش ستم ہو بز گمارند

دگر بارہ خرد منہاں باخلاص

کہ بستی در ہلم پیرہائے طوس

بافسر سرفرازی ہم ترا داد

کہ من ہستم کہیں ساز و گہاں گیر

چگونه جایکہ دارم بر اورنگ

شہا دانید تاج و تاجدار

بسے کوشش بخواہش در فرودند

عدو را مرگ و مارا زند گانی

عہارت یافت میش دین بدیران

کہ ہستی بعد جان دہ جان دہ ما

نہ بخشد گو دگر جان بخش بردیم

مکن این زندگان را باز خاکی

کہ جان بخشہ خداوند جہاں بخش

کنم بے صبر و سلگ این کار سنگین

کمان برد ماں خواہد شدن راست

یکار خود بر آمد بوقم از میغ

ہمہ نا کردہ گردہ کردہ من

بسوے چارہ دیگر شتابم

بگرد کار دلہا کے ہو آہم

بدیدہ از دہ رہ یک بز نیارند

دروں دادند گوہر ہا چو غواص

نہ مردم کا سماں را ہم در آمد
گرفتیم حالوت پرورش کلد سخت
چگونه خستہ ایمان از سندانست
کہ از ہاوان خود برچہلک ایم خار
کہ تا انگلیں چلوئے درجہاں نیست
ہزور انگند خون را در ازین شور
ہماں تدبیر او شد بر وی آفت
چو آب جعفر از وی خون برور بہشت
نروہشت اندرین پختہ سخن کوش
حہیث پختہ دیگر بار می پخت
سہ چتر ملک چوں سہ پارۂ نور
ملک سرگرد خم چوں شاخ پر بار
کہ بود نہ این فلک ہا را مہ و مہر
ازان خواہے کہ مہ ماہش ہسر تافت
خضر از بخشش ہودان خود نہست
ضرورت در چلبی کارے رضا داد
ز چرخش بانگ برہمنہ برآورد

کہ این کارے کہ از دستہ بر آمد
کسے کو جز تو خواہد رفت بہشت
چو بہند این دلیری ہم ولایت
دران کوشی نماید چار و ناچار
حدیث رزم ہو مسلم نہاں نیست
خلافت را سزا بود ارچہ در زور
بجعفر داد تدبیر خلافت
دل جعفر رواں در خونش آورہشت
ملک را گرچہ خامی بود ازان جوش
درہن اندیشہ باخود کار می پخت
کہ ناگہ گشت پودا پیشش از دور
چو آمد ہر سزان سہ ابر در بار
ہسے ہکر یست ہر شاہاں ہصد مہر
پس از سہ ماہ ہان آورد دریافت
بدل دانست کاکلیں جائے نہ نیست
عنان کار در دست قضا داد
ہماں روزے کہ چندین ماجرا بود

۲۷۵۵

۲۷۶۰

۲۷۶۵

۲۷۷۰

جلوس شہ فہات الدین و دنیا تغلق غازی

فراز تخت سلطانی چو افریدون و اسکندر

* مردم کاسماں یعنی آسماں جیسے افراد -

مبارک روز شہدہ کا ہوش
 جہاں از چشمہ خود روے شستہ
 مودن قامت خود برکشیدہ
 ممالک گھر سلطان جہاں بخش
 سریر آراسہ ماہ و آفتابش
 ملایک جملہ گنہگار ہائیکہ
 خروش کوس گھتی را خبر کرد
 موافق ریخت گوہر ہا ز حد بیش
 فلک شادی بدوران و زان داد
 دگر پردی ز طالع طالع قوس
 شدہ مریخ نازک زن کمان گھر
 کمان ملک را بخشد بلندی
 ہر پر چوس برج آرائے گشتہ
 کہ مال ہفت کشور سلج برسلیج
 پیسوم خافہ زاہر مشتری و ش
 دلہاں آن بود کہ چوچ دولاہ
 ز حل دو پردہ و ناظر بہ تعلیمت
 چو آن سہارہ بالا و بلکہ است
 ز مستی شہر گہرے زہرہ سعد
 بتثلیث از نهم * او ہم نظر دار

۷۷۵

۷۸۰

۷۸۵

۷۹۰

کہ ہنگامے است ہا انوار پیش این
 کہ و مہ سببہ و سجادہ جسمہ
 جماعت صف ہمسجہ پرکشیدہ
 فراں ماعت پر آمد ہر سر تخت
 فہات دہی و دنیا شد خطابش
 دعا خدادار حسن ملکہ
 دل بد خواہ را زہر و زہر کرد
 مخالف ہم ولہک از دایدہ خربش
 جہاں را مژدہ اسن و اسن داد
 کہ زان طالع جہانے گشتہ فردوس
 کہ ہر جان بد اندیشاں زند قہر
 بہاروے شہ آرد زور مندی
 بہ ہفت الہال مال اجوائے گشتہ
 رساند کو خزینہ گنج در کنج
 شدہ دلو لہا لب را رسن کھن
 ہلز دیکن و خوہشانش دہد آب
 ز مہر و دوستی چوں نوح ہا شہت
 بلندی خورے شاہ ارجمند است
 نہادہ شہر را زنجہرے از جعد
 بشر صہت و از ہر سو خبر دار

۲۷۹۵	بداعتر قریب خور بالحقه دلایلش این که کار ملک جمشید سران مملکت فرمان بپایند عطارک نیز در عاشر طرب باب شود زان قیر و کار رائے و تدبیر قمر هر عقرب و خانه ده و دو سنان سازد قمر نهش چنان را ازین طالع زبانه دارک اسعد
۲۸۰۰	که دادش خوشه گندم دقیقه شود پخته بآتشهای خورشید بدرمان هم زبانه وهم بپایند بخوشه کرده در بهت الشرف خواب ز بهر بخت شاهی راست چون تهر عدو را نهش عقرب زد به پهلوی زند در چشم بد خواه آن سنان را که دایم ماند این تابنده خورشید

حدیث مرتد مدبر که چون بودش گرفتاری
وزان پس کشته گشتن بعد رسوائی بهر اندر

۲۸۰۵	چو ناصر گشت بے نصرت ز تقدیر پراهر شد جدا زو مرتد شوم در آمد در سرائے با رخ زرد ز رنگ زعفران گونش پیایه بران گو نه وے از اندیشه جان درین حال انجمنان بر کشته حالے دوان بیدانه آن بمران درون رفت چو لکرها ز کشتن باز پرداخت نہانے † هر کسے شان را سپرد داد
۲۸۱۰	خدا کرد از سنان و تیر چون تیر بهر گوشه خزان س گشت چون بوم وزو زردی بهر دیوار اثر کرد در و دیوار می زد خنده بر وے چو جان می گشت و چون اندیشه پنهان نہانے یافت جائے کای زالے برخنه هم چو ماران س رنگون رفت سوارے چند ناکه آن طرف تاخت † که نتوان خانه حر را گرچه در داد

و لہک اہیں جا است زالے پزندستان
 وگو مرفہش در دام او نغماہ است
 رود گر رستمہ در کلمج آن زال
 اہشان رستمہ بر زال بشعافت
 چو نیکوہی از شلمائی نظر کرد
 کہ جائے هست مرتد خاندانان
 شب اہیں روشن شد و خان رفت گہ را
 سوارے چلہ رفت از پہش در حال
 رسانوند در دم بیہی خانہش
 کہ شاہنشاہ ماچوں هست چاہ بخش
 بچاہ بخش چو دل دادہی زمالے
 چلای فرمای شد از فرمان دہر
 برگردانند در شہرش بخواری
 بدرمان خان اعظم عزم آن کرد
 چو او آلود داسن ہائے مستور
 سبک پردہ ز گارش بر فکندند
 خود اہیں شہ راحق آن شاہ افکندی داد
 پس آنکہ خان اعظم سرور دہر
 بگردانہدش از ہر شاہ راہ
 بشوریدہ ہمہ دہلی زن و مرد

۲۸۱۵

۲۸۲۰

۲۸۲۵

۲۸۳۰

کہ گر سی مرغ می جوئیش ہسمہ آن
 چو سی مرفش بکنجے جائے داد اسمہ
 شود صید وے آن سی مرغ بے بال
 چو سی مرفے بکنج آن مرغ راہافت
 شہاہان رفت الغ خان را خبر کرد
 سر اندر کس زبیم قیغ دانان
 وزان قارہک روشن کرد شہ را
 کشکندش ز معصمت خانہ زال
 برہمت داد خان اول زبانش
 بہ بخشد جان و مالے از جہاں بخش
 روان کردش بسوے شیر والے
 کہ باخوبش بود خاں * جانب شہر
 کہ اہیں باشد حق ناحق گزارے
 کہ راند پروے آنچه او پاکسان کرد
 ز ستر پاک دامانان دہیں دور
 بمعجزش دامنے بر سر فکندند
 کہ بر سر ہاے شاہان دامنے داد
 ز دہر گشت شہرش برود در شہر
 پر از نظارگی ہر راہ شاہ
 بہدہرانی درو نظارے سی کرد

<p>ازان فتمح و ازان نصر و ازان زور زمین را سایه او به کراں گشت ر گشت آن جهان گذندک رازش چو در بوش خیالش سر فگلدند که شریک گرد رسوائی ز رومش که مرتد را چنین به سرخوردی فکونسارش بکنگر بر کشیدند بلند پیش این چنین باشد بفر جام که درخورد بلندای را چو خورشید</p>	<p>گزان دست تعجب را دران شور نکون هر مرتد رسوا دران گشت ز گشت شهر چو بر دند بازش بنای کفر کدران بر فگلدند روان شد خون که کشتن چو جویش بهاں می کرد خونس از چهره شوئی پس از خاکش بخواری در کشیدند بلندی چو بجهنم کس به هنگام شه مارا بلندی بان جاوید</p>	<p>۲۸۳۵</p>
<p>گرفتاری خسرو از الف خان مخالف کش چو مرتضی شوم کش بازی کند صید از برای خور</p>		<p>۲۸۳۰</p>
<p>که نبود پرتو اقبال ازو دور همه بر عکس گردد صورت کار دگر آئینه بیلد گیردش رنگ هرهری زیر پا خاشاک گردن و گر بر دست گیرد گل شود خس سر خود را بود زان خلیج تیز پرد مرغابی بهای ز خوانش ز پهلویش گر بوند آشنایان فرس دزدان بوند از پایگاهش</p>	<p>بکار مرگ چندانے بود نور چو رفت آئینه بخت از نمودار اگر گوهر بدست آرد شود سنگ ز نقدش بدامن خاک گردن فرس گر پیشتر راند نقد بس اگر خنجر کشد بر خصم خونریز گرهزن مرغ جوشیده ز نانش بد آموزی کلدش نهک دامن دمه گر گان دهنده از سپاهش</p>	<p>۲۸۳۵</p>

چنان کش پوش بر پوش آید آسان ۲۸۵
 ز دور روزگار است این کم و بیش
 تو نه نامی طریقی دهر قتال
 که خسرو خان کافر نعمت خس
 چه سان شد ز اختر گردنده حالش
 چو او از پیش شاهنشاه فازی ۲۸۵
 برابر بود کافر نعمتی چلد
 فرض را هر طرف لختی همان گیر
 همان هر سو که می پیچید جاننش
 در آن پیچاک جانفش امکان نشد هیچ
 چو کم و بوء را نهز کم کرد ۲۸۶
 جدا گشتند از آن گمراه خسته چلد
 چو آن گمراه مانند از هم رها دور
 خزان در رخت در بهرانه باغی
 گهی ماند و گهی رفت و گه افتاد
 خبر بردند پوش شاه منصور ۲۸۶
 اشارت کرد الخ خاں را شهنشاه
 شتابان گشت الخ خاں عد و سوز
 خزان دیده درختی دیده کفده
 رسیده بلبلان گلشن از وے

کندهش باز کم کم هم بر آنسان
 که آرد هردم آئینے دگر پوش
 مگر آنکه که خواتم بر تو این حال
 چو از فازی ملک بگریخت واپس
 چکونه کرد گیتی پای مالش
 شکست و کرد راه چاره سازی
 براز نیز چندی سخت پیوند
 خیالش مژده تیر و سمان گهر
 اجل می داد پوشش در همانش
 که زن پیچ بد کردد همان هیچ
 سوار گمراهش نیز اشتم کرد
 خس گمراه چه گویم ناگه چلد
 براه جوے کشاد از چشم بے نور
 نهاد از سوز در هر لاله دافے
 چو برگے در خزان از چنہش باد
 که در باغے است باقی مانده مقهور
 که گردن باد سوے آن چمن گاه
 بسوے آن چمن چون باد نو روز
 سپهر از برگ و بارش بر فکده
 رسیده نو بهار گلشن از وے

۲۸۷۰ شدہ زو پر منہاں باغ ندریں
 ز بہر خونش زان خہز کردہ
 ازہن سو تیغ بیدوں کردہ سوسن
 ز بیم دیدن رویی دران باب
 الف خان چون چنای ہوجارہ دیدہ
 کہ ملدیش ارچہ تو در خوردہ آنی
 ولے شہ مگرم امت و سہریان ہم
 بکشت این و نوازی کرد در حال
 چو آن برگشتہ روز آمد بدرگاہ
 شہش گفت اے ستم کار جفا کیش
 ۲۸۸۰ ریت کرد از عزیزوی در چکر جائے
 جواب ایی داد کافر نعمت شوم
 اگر نا رفتنی ہر من نرفتے
 قلم چون رفتہ بد کا یی ز آمد از من
 قلم نا چار حرف خود بروں داد
 چنان کو حرف شمشیر از قلم خورد
 ۲۸۸۵ قلم آجود نتوان پیش ازہن گفت
 دگر رہ گفت شاہشاہ آفاق
 چرا گشتی دگر شہزادگان را
 بزاری باز پاسخ داد خون ریو

بندیرینش نہسہہ گرد نفریں
 کلاغان فوکہا را تہز کردہ
 وزان سو ہار ہرورے راند تو سن
 بہ ہسہہ چشم ہاے خویش را آب
 نوازش کرد چون دل پارہ دیدہ
 کہ از تہمت رسد اطف زبانی
 بخواہد جانت بخشود و جہاں ہم
 رواں کردش سوے شاہ عدو مال
 ز میں ہو سید پوش مسند شاہ
 چرا کردی جفا ہر منعم خویش
 تو بفرستی رواں در خون او پایے
 کہ عالم ہمکنان راہست معلوم
 ز من نا آمدے و ایی فن نرفتے
 و زو آن آمد و ایی آمد از من
 نہ ایی تہمت ز من ہلک از قلم زاک
 مرا ہم حرف او خواہد قلم کرد
 کہ حرف از خط نخورد چون قلم خفت
 کہ اے با فتنہ جنت و با بلا طاق
 تو بندہ سرزدی آزادگان را
 کہ آنجا من نراندہم * خلیجہ تیز

۲۸۹۰ و لیکن شد برپیش در ز بونی

همی گفتند ازین راه خطر ناک

هگر گفتش چو تو پائین بدستی

بگفتا رائے من هم داشت آهنگ

و لکن مصلحت بیلان بد زائے

۲۸۹۵ که چون سلطان نشان باهی تو در پیش

به تخت مملکت خود گن قباچست

ضرورت چون در آمد یاری بخشد

هگر گفتش که چون کردی بسر تاج

فرستادی همه لشکر بسویم

۲۹۰۰ بگفتا رو شدم بود این سراسر

گفتم سوئے تو اقلیمی ز عالم

و لپک این گفت ایشان آب من بود

کفون کز من سعد بردان تو داد

همین † جان بخش و دهمی ده

۲۹۰۵ که ما نام از پئے شامخ و کوری

نخواهم گندم سلطان ضائع

شهن گفتا که سہلست این توان کرد

چو باتو کار بہر دین و کین است

چو چلد این جان کہ در خور بد زیان را

زبان بد سکا لال تہغ خونی

بہاید خار کندن تا شود پاک

چرا خود بر سر مسعد نشستی

کہ یک شہزادہ را شامہ پُر آونگ

شدند اذخس ہد را کار فرمای

بود سلطان نشان را خطوہ * پیش

کہ دیگر ہر کہ شینک دشمن تست

ز بیم سر نہا ہم پایے بو تخت

چرا آہنگ من کردی بتاراج

کہ یک رویہ زند تہغ دو روہم

کہ کس باتو نیارک شد برابر

کشادہ بندہ مت حد تا بہالم

کہ باید زون برکشت آتش خرد

علی رقم من این دولت قرباد

کہ گردشہ جانم آزاد از رہے نہ

ز شذر خاک شان در خاک شوری

بمروی گردم از دو دیدہ قانع

ولے چون باتو درک کین توان کرد

بہاید کرد کین کاین کار دین است

بہ بخشیدم ہمہ اسلہماں را

۲۹۱۰

شود حمل ار کدم جانت هم آزاد

پس از اسلام دور افتاده باشم

فقد در خاک هر گردے که خوردم

بوزگالے که بهر کین ایشان

قصاص خوں اگر بو تو نرانم *

۲۹۱۵

برو سرنه چو آتشی در ته تیغ

بگنفت این و اشارت کرد در حال

ههان جائے که بر سلطان مبارک

سر آن نا مبارک هم بدان جائے

فرو بردند و افگندند در صحن

۲۹۲۰

بنظاره عوام و خاصه و میر

که چاندین فتنه نے از تو ز من زاک

رضا هر کفر و کفران داده باشم

روں بر باد هر چه دے که کردم

کمر بستم بسان خوب گیهاں

ز روح پاک شان شرمندہ مانم

که می باید نهان سزته تیغ

که کردندش روان مردان قعال

مخالف را ند شمشیر پلارک

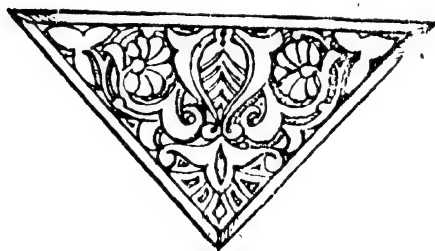
چو تیغ آسمان گوی شد زمین سارے

که ناپاسال شد چون دانه در طعن

همی گفتند کا حسدات اے جهانگیر

* ن : ندانم -

(ترک صفحه آخر :- زہ)



صحت نامہ

یادداشت :-

کتاب کے حواشی میں ”ن“ سے نسخہ حبیب گنج -

”قر“ سے قیاس مولوی رشید احمد -

”ك“ سے کاتب الحروف (سید ہاشمی) کا قیاس مراد ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	خرائن الفتوح	مفتاح الفتوح
۳	آخری	عبرت	عبارت
۴	۱۶	،	تھا
۱۵	۱۲	تاریخی مثنوی	تاریخ
۲۰	۷	دیپال پورا	دیپال پور
۴۴	۶	بھکا	بھاگا
۴۸	۲	بڑھا	بڑھ
۵۳	۲۰	قلعہ گبراں	قلع گبراں ، نے -
۶۶	۱۷	سرساڪ	شرمناك
۶۹	۱۶	۔	کہ
۷۱	۱۵	۱۹۲۰	۲۹۲۰
۷۷	۱۹	عشقیہ	عشیقہ
۷۸	۱	،،	،،
۹۱	۲۰	نام	نام سے
۹۳	۷	ما شاء	ما شاء اللہ

متن مثنوی

صفحه سطر	غلط	صحیح	صفحه سطر	غلط	صحیح
۲۲ حاشیہ	x	x ن	۸۸ ۱۸	غلط	صحیح
۲۳ ۹	مود	مرد	۹۱ ۱	سو	سر
۲۴ ۱۴	میہمان	میہمانی	۹۴ ۱۲	قبلش	قبلش
۲۴ حاشیہ	۲۰ ۱۹	۱۹ وین ۲۰	۹۴ ۱۹	تند و تند	تیز و تند
۳۱ حاشیہ	ك: ن	ك: كن	۹۸ حاشیہ	ستادہ	ستادہ
۳۲ ۲	بسپردہ	بسپرد	۹۷ ۴	سپدن	سپردن
۳۶ ۱۱	بکبارگی	یکبارگی	۹۹ ۷	زردی زد	به زردی زد
۵۱ ۴	گدد	کردد	۱۰۰ ۱۲	دو	در
۱۶ ۱۱	چہ بای	چہ می بای	۱۰۲ ۱۳	زربی	زربن
۵۴ ۱۲	قطع	قلع	۱۰۶ ۱۳	بنائے	برائے
۵۷ ۶	شمشیم	شمشیر	۱۰۷ ۱۷	درمند	زورمند
۱۱ ۱۱	سرے	سوئے	۱۰۷ ۱۳	نجیم	نوجیم
۱۵ ۱۱	هویك - رود	هر يك - ریزد	۱۰۷ ۱	و	ز
۵۸ ۴	غرا	غزا	۱۱۳ ۵	بران	بر آن
۱۶ ۱۱	دگر	وگر	۱۱۳ ۶	فشاندند	فشاندن
۶۰ ۱۲	بیداری	بیدرائے	۱۱۵ ۱۸	هر پیکش	هر پیکش
۶۴ ۱۵	گویا	گو با	۱۱۸ ۶	گاہ	به گاہ
۶۷ ۶	درین	ور این	۱۲۹ ۵	ز کوہ	ز گوہ
۷۳ ۴	یابد	پا بر	۱۲۹ ۱۱	کروہ	کروہ
۷۷ ۴	کاری	کارمے	۱۳۸ حاشیہ	ن	ك
۱۱ ۱۱	بیداری	بیدار	۱۳۷ ۱۳	اجرائے	افزائے
۷۷ ۷	کفند	گفتند	۱۴۴ ۱۴	دگر	وگر
۸۱ ۶	احتر	اختر	۱۴۴ ۱۶	س	پس
۸۲ ۱۱	مستن	بستن	۱۴۴ ۱۶		

ملنے کا پتہ : —

دفتر مخطوطات فارسیہ

لال ٹیکرو - حیدرآباد دکن

— * —

قیمت فی نسخہ (مجلد) چار روپیہ

” ” ” بیرون ہندوستان چھہ شلنگ

(تاجروں کو معقول کمیشن دیا جائے گا)

